شاہ حمزہ صاحب اگرچہ قصبۂ مارہرہ کی بربادی کی وجہ سے نواب وزیر سے ناراض تھے تاہم اپنی راست بازی کو ہاتھ سے نہ دیکر کشف الاستار میں لکھتے ہیں کہ وہ بہت بھاری آدمی تھے۔ اُن کا شمار اُمرائے عظیم الشان میں تھا۔ اُنکی مجلس بالکل لہو ولعب سے خالی تھی۔ اُمرا کی مجال نہ تھی کہ بغیر دریافت کیے کوئی بات بطور خود مُنھ سے نکال سکتے۔ اُنکے ہاتھ کے حروف غور و تدبر کے ساتھ پڑھے جاتے تھے جب قصبۂ مارہرہ کے قریب دوبارہ گذرنے کا اتفاق ہوتا تو بہت سی مٹھائیں اور خطابنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجتے۔ شاہ حمزہ صاحب نے یہ باتیں اُن کی طبعی عادتیں لکھی ہیں۔ حالانکہ وہ بڑے قابو طلب اور کینہ توز تھے شاہ حمزہ صاحب کے خاندان کو محض اس وجہ سے اخلاق ظاہری دکھاکر ملتے تھے کہ اما عنوام اُسے بہت اعتقاد رکھتے تھے جس سے صفدر جنگ کو ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا ورنہ دیکھو اودھ کے شاہ ولایت مخدوم شاہ مینا صاحب کے قائم مقامون کے پاس اس قسم کا ظاہری سہارا نہونے کی وجہ سے محض تعصب مذہبی کی بنا پر اُس کی درگاہ کی جاگیر ضبط کرلی۔

صفدر جنگ کے طفیل سے مسلمانون کو بیحد مصائب میں مبتلا ہونا

مرہٹوں کا جو قدم ملک امیں دوآبۂ گنگا وجمنا میں آیا یہ صفدر جنگ کی پالیسی کا طفیل ہے چنانچہ عالم شاہی میں اس موقع پر لکھا ہے جہاں صفدر جنگ اور پٹھانون میں صلح ہوجانے کا بیان ہے ازان وقت رسم آمد مرہٹہ در ملک جاری شد وعالمے

بھیجدیا کہ یہ سوائے تنخواہ کے ہے۔ اُنھون نے اپنے نام سے منصوری پیسہ جاری کیا
تھا۔ تاریخ مظفری مین ذکر کیا ہے کہ صفدر جنگ سیر چشمی اور دوسرے مراتب امارت مین
اپنے زمانے مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے۔ آٹھ ہزار پیادہ و سوار ہمیشہ اُن کی رکاب
مین حاضر رہتے تھے۔ اُن کا دسترخوان نہایت پُر تکلف کھانون سے ایسا وسیع
چُنا جاتا تھا کہ اُس وقت مین کسی بادشاہی امیر کے ہان یہ بات نہ تھی اُنھون نے
اپنے بیٹے کی شادی ایسی دھوم دھام سے کی کہ یادگار زمانہ ہو گئی۔ انصاف یہ ہے
کہ اگر احمد شاہ کے عہد مین اُن کے مرتبے کو صدمہ نہ پہونچتا تو سلطنت کا انتظام
ایسی خوبی سے کرتے جیسا کہ اگلے اُمرا نے کیا تھا۔ نقل ہے کہ ایک دن صفدر جنگ
اپنی وزارت کے زمانے مین چھتّے مین جو لکھموؔد کہلاتا تھا اور ساہر کا پانی اُس چھتّے
کے اوپر سے گذر کر قلعہ مین جاتا تھا پہونچے تو وہان کسی خاص وجہ سے گھوڑا رُوک دیا۔
مرزا عظیمائے اصفہانی اکسیر تخلص اُن کے ساتھ تھا اُس سے فرمایا کہ اپنا کوئی شعر پڑھو
وہ نواب کی نیت کو تاڑ گیا حسب الحال فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

قدّ خمیدہ سدّرہ گریہ ام نشد | این آب رفتہ رفتہ ز بالائے پُل گذشت

صفدر جنگ بہت خوش ہوے۔ پانچہزار روپے اور ایک تُرکی گھوڑا ساز مکلف
کے ساتھ عطا کیا۔

ؔلہ تاریخ مظفری مین سے الفاظ گزارہ ابو المنصور خان صفدر جنگ در ساباط لکھمود کہ آب ساہر از بالائے ساباط
مرقوم اندرون قلعہ مے رود گرد ید ساباط سے مراد چھتّہ ہے مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ
شاہجہان آباد مین ایک چھتہ تھا جو لکھمود کے نام سے مشہور تھا اور چھتہ ایسے راستے کو کہتے ہین
جو ڈھکا ہوا ہو ۱۲

اپنی تاریخ میں انکو بُزدل کہا ہے۔ تاریخ ہندوستان میں الفسٹن صاحب کی تحریر سے
معلوم ہوتا ہے کہ انکی دوستی قابل اعتماد نہ تھی اور وہ وقت پر دوست کو نقصان پہونچانے
مین کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ تواریخ کی اکثر کتابیں اس بات کی شاہد ہیں کہ وہ خدا ورسول
اور قرآن وپنجتن کو درمیان مین واسطہ کرکے عہد وپیمان باندھتے اور پھر بے سبب
وعدہ خلافی کرجاتے اور جہان تک دھوکے اور دغا سے کام نکلتا تھا جرأت ودلاوری
سے کام نہیں لیتے تھے اور دوسرون کی مدد پر زیادہ بھروسا کرتے تھے عمادالسعادت
میں مذکور ہے کہتے ہیں کہ صفدرجنگ جس کسی خوش آدمی سے کلام کرتے تھے تو بات
تمام کرنے کے بعد اُسکو پچاس اشرفیاں عطا کرتے اور یہی دستور اُن کا ہمیشہ رہا اور
جس کسی پیادہ وسوار کی طرف غور سے دیکھتے تو اُسکی تنخواہ میں دس روپے اضافہ
کردیتے۔ انکے عہد میں پیادہ وسوار تمام مرفہ الحال اور اسلحہ جنگ سے درست تھے
انکی سرکار میں سواران مغلیہ بہت تھے لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدرجنگ
کا ادھر میلان پاکر اُن کا سالباس پہن کر ایرانی زبان مین بات چیت کرتے تھے اور
تنخواہ پاتے تھے انکی سپاہ میں شرح دو قسم تھی۔ سوار ہندوستانی ۳۵ روپے سے
کم مشاہرہ رکھتا تھا اور مُغل پچاس سے کم نہ پاتا تھا۔ اُنکے سوارون کے گھوڑون کے
پُٹھون پر داغ حرف سین کا تھا کہ نواب سعادت خاں برہان الملک نے اپنے نام کے
حرف اوّل کو لیکر جاری کیا تھا۔ وہ تورانیون کے ساتھ بھی فیاضی سے پیش آتے
تھے۔ اُنھون نے ایکبار چاہا کہ محمد خاں وغیرہ سرداران تورانی کو اپنا رفیق بنائیں
اُن لوگوں نے کہا ۷۰ ہزار روپیہ مہاجن کا ہم پر قرض ہے اگر نواب یہ قرض ادا کردیں
توہم نواب کے شریک ہیں چنانکہ اسمٰعیل خاں کابلی نے یہ بات عرض کی تو نور اللہ

خرچ ہوکر تیار ہوا ہے اور مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ کہتے ہین کہ تیس لاکھ روپیہ اسکی تعمیر مین صرف ہوا ہے! اور عماد السعادت مین اکتیس لاکھ روپے اسکی تیاری کے مصارف بتائے ہین ابتدا مین ہر سال ۲۵ ہزار روپے اور تھوڑے دنون کے بعد دس ہزار روپے پھر بعد مین پانچ ہزار روپے سالانہ سوائے تنخواہ بلال محمد خان اور دوسرے خدّام مقبرہ کے روشنی کے خرچ کے لیے فیض آباد سے بھیجے جاتے تھے. مقبرہ کے اندر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

چو آن صفدر عرصۂ مردمی ۔۔۔ زدار فنا گشت رحلت گزین

چنین سال تاریخ او شد رقم ۔۔۔ کہ بادا مقیم بہشت برین

جام جہان نما مین بیان کیا ہے کہ کہتے ہین کہ صفدر جنگ نے مرتے وقت میان من شاہ سے کہا میان صاحب ہم جاتے ہین دیکھیے اب سلطنت ہندوستان کی کون کرے گا یہ کلمات کہکر دونون آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے. تاریخ عالم شاہی مین ذکر کیا ہے کہ عماد الملک نے جب ۱۱۶۱ھ مین خانخانان انتظام الدولہ کو وزارت سے خارج کرکے خود یہ منصب لیا اور صمصام الدولہ کو امیر الامرا بنایا اور احمد شاہ کو نابینا کرکے مع اُن کی والدہ کے قید کردیا اور عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بن معز الدین جہاندار شاہ بن شاہ عالم بہادر شاہ کو تخت نشین بنایا تو صفدر جنگ نے عماد الملک کو لکھا دستے کہ من در پیرانہ سالی سیاہ کردہ بودم دبابروے ما رسیدہ بود آن قلع آن فرزند بروی خود کشید۔ صفدر جنگ بہت اولو العزم عالی حوصلہ صاحب غیرت اور اہل فطرت مجمع سخاوت و کرم تھے. سیر المتاخرین کا مؤلف باوجودیکہ صفدر جنگ کے خلاف نہین ہے مگر ایک موقع پر وہ لکھتا ہے کہ وہ پوری پوری جرأت و عقل نہین رکھتے تھے. آروِن صاحب نے

شد سحت مقیم صفدر جنگ — شور محشر بخلق ست برپا
دور و نزدیک در غمش گفت — حسرتا وا دریغا وا اسفا
سر آہے کشید رضوان گفت — الملاحتہ لہ المتوفی

یہ تاریخ سلطان الحکایات میں مندرج ہے اور اس سے ۱۱۶۶ھ نکلتے ہیں۔

اول گلاب باڑی فیض آباد میں مدفون ہوئے یہ باڑی صفدر جنگ نے تیار کی تھی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ گلاب اُس میں کثرت سے تھا انکی بیوی نواب عالیہ بھی شوہر کی قبر پر چند روز تک معتکف رہیں تھوڑے دنوں کے بعد انکی لاش نکالکر دلی کو لے گئے اور درگاہ شاہ مردان کے متصل دفن کیا اور اسپر بڑا مقبرہ بنایا گلاب باڑی فیض آباد میں بھی قبر کا نشان باقی رکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ لاش کو مرزا ابو (یا بھو) جد حکیم مسیح الدولہ کی معرفت کربلا کو بھجوا دیا وہاں طاق جنت روضۂ مقدس میں مدفون ہوئے۔

صفدر جنگ کے مقبرۂ دہلی کا حال سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس عمارت کی خوبصورتی بیان سے باہر ہے یہ مقبرہ سر سے پاؤں تک سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے اور جابجا سنگ مرمر کی دھاریں اور حیکے لگے ہوئے ہیں گنبد اس کا تمام سنگ مرمر کا ہے اور اندر اجارے تک سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور قبر کا تعویذ بڑا سنگ مرمر کا ہے اور اُس میں ایک تہ خانہ ہے جس میں اصل قبر بنی ہوئی ہے اس عمارت کے گرد چار دیواری کھچی ہوئی ہے اُس میں بہت عمدہ باغ آراستہ ہے اور چاروں طرف اس مقبرے کے چار نہریں بہت پاکیزہ بنائی ہیں۔ باغ کے تین طرف مکانات دلکشا بنے ہوئے ہیں۔ یہ مقبرہ شیدی بلال محمد خاں کے اہتمام میں تین لاکھ روپے

لہ دیکھو فرح بخش ۱۲ ؎۲ دیکھو فرح بخش مؤلفہ محمد فیض بخش حصہ اول قیصر التواریخ ۱۲

خاطرداری کی تھوڑے دنون کے بعد مر گیا۔ اُس کا تابوت بریلی کو لیگئے اور سادات خان کلان کے مقبرے مین دفن ہوا۔[۵]

صفدر جنگ کی وفات اور اُنکے طبعی عادات

جبکہ عماد الملک کے ہاتھ سے احمد شاہ تنگ ہوے تو صفدر جنگ کو لکھا کہ تم یہان آجاؤ اور کئی شُقّے عنایتی مضامین کے اُنکو بھیجے اور عماد الملک کی شکایات لکھین نواب صفدر جنگ اُس وقت بیمار تھے پُشت پا مین دانہ بڑے زور سے نکلا تھا آہستہ آہستہ بڑھنے لگا یہان تک کہ پنڈلی تک پہونچ گیا آخر مادۂ سرطانی ہو گیا جسکو تاریخ مظفری والے نے شقاقلوس کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور فرح بخش مین شیو پرشاد نے طاعون بتایا ہے اطبا نے علاج کیا کچھ نفع نہوا ارادہ کیا کہ جب صحت ہو دلی کو روانہ ہون اور اُن لوگون کے ہاتھ سے بادشاہ کو نجات دین کہ دانے کے صدمے سے ۱۷ ذی الحجہ ۱۱۶۶ ہجری کو مقام پاپڑگھاٹ مین قریب سلطانپور کے کہ تین منزل لکھنؤ سے ہے انتقال کیا جیساکہ مفتاح التواریخ مین ہے اور محمد فیض بخش نے بھی فرح بخش مین ذکر کیا ہے کہ پاپڑگھاٹ مین انتقال کیا۔

تاریخ وفات بطور تعمیہ

بهر سال رحلتش چون کردم از ہاتف سوال ۔ با قلوب ریش گفتا فوت صفدر جنگ کرد

دیگر

ہفتم ماہ ذی حجہ ۔ شد چو نافذ دریغ حکم قضا

---

[۵] دیکھو فرح بخش مولفۂ شیو پرشاد ۱۲

رہ حکم ہلکر کے قریب پہونچا دیکھا جنکو عمادالدین حیدر نے اپنی مدد کے لیے بُلایا تھا تو پریشان ہوے اور اس طرح صلح کرنے پر مجبور ہوے کہ اودھ اور الہ آباد اُنکے قبضے میں رہیں چنانچہ ادھو سنگھ اور اعتصام الدولہ کی ثالثی سے قبل پہونچنے مرہٹوں کے صلح ہوگئی اور صفدر جنگ محرم ۱۱۶۷ ہجری کو اپنے صوبوں کو چلے گئے۔ سانو سنگھ متخلص بیدل نے تاریخ صلح یوں موزوں کی ہے۔

شکر اللہ کہ مات صفدر جنگ ۔۔۔ صلح کرد با در یر دستاہ

ہاتف غیب سال تاریخش ۔۔۔ گفت الصلح خیر قال اللہ

صفدر جنگ اودھ میں پہونچکر گومتی کے کنارے مہدی گھاٹ پر مقیم ہوے (جیسا کہ سیر المتاخرین میں ہے اور تاریخ مظفری میں مہدی گھاٹ کی جگہ باہر گھاٹ بتایا ہے اور یہ باہر گھاٹ کی تحریف معلوم ہوتی ہے) اور وہاں ایک خاص مکان اپنی آسائش کے لیے اور سپاہ کی آراستگی اور دوسرے سامان کی درستی میں مصروف ہوے بلکہ تعمیر یہ کہ دارالحکومت اُنکا فیض آباد تھا۔

سادات خان اور صفدر جنگ میں ناموافقت

نواب سادات خان ذوالفقار جنگ صفدر جنگ کے ہمراہ اودھ کو گیا اور وہاں ٹھہرا آخر صفدر جنگ سے نباہ ہوسکا اور تمام عہد و پیماں باطل ہوگئے اور کوئی ثمرہ اُنکا ظاہر ہوا۔ ایکدن صفدر جنگ نے ذوالفقار جنگ کے مصارف کے واسطے فرد خیرآباد کی لکھواکر مُہر وصاد سے درست کرکے بھیجی۔ ذوالفقار جنگ اُسکے ملاحظے سے سخت برہم ہوا اور اُس فرد کو چاک کر ڈالا اور وہاں سے کوچ کرکے اکبرآباد کو چلا گیا سورج مل نے وہاں

بادشاہی سپاہ شہر کی وجہ سے آرام مین ہے۔ شہرپناہ کی آڑ ہے اسلیے یہ مناسب سمجھا
کہ اپنی فوج کو پیچھے ہٹاکر غنیم کو میدان مین لائین یہان تک کہ آہستہ آہستہ پیچھے
ہٹ گئے۔ اور جس قدر وہ پیچھے ہٹے اُتنے ہی عماد الملک کے مورچے آگے بڑھے اور
اُس کے حکم سے شادل خان و نجیب خان نے مع بیس ہزار سوار و توپخانہ کے چوراکی گھڑی
سے کوچ کرکے میدان بدرپور مین کہ دلی سے آٹھ کوس ہے مقام کیا صفدر جنگ اور
جاٹ کی فوجون نے وہان جاکر مقابلہ کیا اور صفدر جنگ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی
کہ پیچھے سے گھوم کر عماد الملک کے مورچون کو گھیر لین۔ کیونکہ اُنھون نے شہر کو بالکل خالی
نہین کیا تھا اس عرصے مین سید جمیل الدین پانچہزار سوارون کے ساتھ معین الدین خان
میر منو کی طرف سے جو صوبہ دار پنجاب کا اور عماد الملک کا حقیقی ماموں اور خسر تھا ملک کو
آگیا جس سے بادشاہی سپاہ کو اور تقویت ہوئی پھر فوج شاہی نے فریدآباد مین ڈیرہ کیا
وہان بھی جاٹون نے حملہ کرکے بہت کچھ لڑائی کی پھر ایک لڑائی بلب گڑھ مین واقع ہوئی
اسمین بھی بہت کشت و خون ہوا مگر فیصلہ نہوا۔

بادشاہ اور صفدر جنگ مین مصالحت ہونا صفدر جنگ کا اپنے صوبون کو چلا جانا

ان لڑائیون مین چھ مہینے کامل گذر گئے۔ غازی الدین خان نے باجرائے شقہ بادشاہ
مادھو سنگھ بن جے سنگھ سوائی والی جیپور اور ملہار راؤ ہلکر کو طلب کیا۔ چنانچہ اول
مادھو سنگھ دس ہزار سوارون کی جمعیت کے ساتھ دلی مین داخل ہوا۔ اُسنے طرفین کے
امیرون کو صلح پر آمادہ کیا جبکہ صفدر جنگ نے آخر کار اپنے آپ کو کمزور پایا اور مرہٹون کو

مارے گئے چار گھڑی دن باقی رہے لڑائی ختم ہوئی۔ مرآت آفتاب نما میں بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ نے تھوڑے دنوں کے بعد جنگ دریا کی جانب جدھر بادشاہی مورچے مضبوط تھے مصلحت سے دیکھی اور تال کٹورہ کی طرف چلے گئے اور بازار ملک الموت کو رونق تھی۔ میر بخشی وغیرہ بھی اُدھر مورچے دُرست کرا کے مقابلہ کرنے لگے اس لڑائی میں راجہ اندر گر گوسائیں نے جسنے قلعہ الہ آباد میں احمد خاں کے مقابلے میں بقا اسد خان اور علی قلی خاں کی رفاقت کی تھی بڑی جرأت دکھائی یہ شخص بادشاہی توپخانے میں کود پڑتا تھا اور اکثروں کو ہلاک کرتا تھا یہانتک کہ لوگوں کو سحر و جادو کا گماں ہوا کہ اس وجہ سے اُسپر توپ و تفنگ اثر نہیں کرتی آخر کار رحیم خان کے ہاتھ سے گولی کھا کر مارا گیا تو عام کا مظنہ جادو باطل ہوا۔ اور سب کو یقین ہوا کہ یہ اُسکی صرف بہادری تھی اسی طرح بخشی گوکل رام کمال دلاوری سے قتل ہوا اور لڑائی بلا تعطیل موقوف رہی۔ نواب وزیر نے اُمراؤ گر گوسائیں چیلہ اندر گر کو اُسکی جگہ مقرر کیا اور جبکہ اِس طرف سے بھی صفدر جنگ کی فوج شہر میں نہ داخل ہو سکی تو تبدیل مقام کر کے موضع تلپٹھ میں مورچہ قائم کیا اور خضر آباد و مدینہ کی سمت پھر وہی آتش افشانی شروع کر دی اور شاہی فوج نے اُنکے مقابلے میں جو پرانی گڑھی میں مقام کیا۔ لڑائی ہوئی۔ غازی الدین خان اپنی فوج لے کر مقابلے کے واسطے آیا طرفین کے بہادروں نے بھی داد شجاعت دی۔ سورج مل نے دشمنوں سے قلعہ تغلق آباد چھین لیا موج شاہی سفر ور ہوئی سار دول گوجر اور گھمنڈی پروہت نے دہلی دروازے تک اُسکا تعاقب کیا۔

جبکہ بہت سی لڑائی کے بعد بھی صفدر جنگ کامیاب ہوئے تو اُنھوں نے سمجھ لیا کہ

آگ لگائی تھی بہت لوٹ سکے جس سے بہت سی مخلوق ہلاک اور زخمی ہوئی اور اُس
کے بعد وزیر کی فوج نے حملہ کیا قریب تھا کہ اُسکو غلبہ حاصل ہو عمادالملک میر بخشی
اور حافظ بختاور خان اور نجیب خان وغیرہ نے پائداری کی اور خوب مقابلہ کیا
طرفین سے بہت سے آدمی قتل و زخمی ہوے۔ نجیب خان کے گولی کا زخم آیا مگر وہ قائم
رہے۔ رات کے وقت اسمٰعیل خان اپنے مورچون کو خالی کر کے صفدر جنگ کے لشکر کو
لوٹ گیا۔ اس وجہ سے اہل شہر کو قدرے رفاہ ملی کیونکہ معرکہ قریب ہونے سے گولی
اور بان ہر وقت بلاے ناگہانی کے مثل برستے تھے۔ اسمٰعیل خان کے پسپا ہونیکے بعد
میر بخشی اور بختاور خان وغیرہ نے اپنے مورچے آگے بڑھائے اور کوٹلہ فیروز شاہ اور
قلعہ کہنہ پر قبضہ کر لیا[۱]۔

دقائع راجپوتانہ مین لکھا ہے کہ غازی الدین خان نے مع شادل خان و نجیب خان
روہیلون کے دریاے جمنا کے قریب باگ مین مورچہ بندی کی۔ نواب صفدر جنگ
کی طرف سے راجہ اندر گر گوشائین اور اسمٰعیل خان نے کچھ فاصلے پر مقابل مین اپنا توپخانہ
لگایا اور خود نواب اور سورج مل شاہزادہ عادل شاہ کو لے کر پرانی دلی سے لڑائی پر
چڑھے سورج مل کی فوج کو حکم ہوا کہ شہر کو لوٹے۔ فوج نے شہر مین داخل ہو کر ہزارہا
آدمیون کو قتل کیا مکانات مین آگ لگائی اور لال دروازے تک پہونچکر لاکھون روپے
کا مال و اسباب لوٹا۔ جب دیکھا کہ فوج شہر کی بربادی مین مصروف ہے اور دشمن
حملہ آور ہوتا ہے تب شہر کی تخریب سے باز رکھ کر فوج کو لڑائی مین لگایا۔ سورج مل
مع اپنی کل فوج کے شادل خان سے مقابل ہوا۔ جنگ عظیم واقع ہوئی صدہا آدمی طرفین سے

[۱] دیکھو مرأت آفتاب نما ۱۲

مردانہ حملے کرتے تھے صفدر جنگ نے شہرت دی کہ ہمنے کشمیری دروازے کی طرف
امن مقرر کیا ہے اسلیے ساکنان اطراف دیگر کشمیری دروازے کی طرف جمع ہونے لگے
عجب ہنگامہ تھا کہ شہر پناہ کے باہر جاٹ اور قزلباش لوٹتے تھے۔ اور اندر بادشاہ
نے حکم دیا کہ ہمراہیان وزیر کا گھر لوٹ لو اس وجہ سے مفسدوں نے بڑا تہلکہ ڈالدیا
محمد اسحاق خاں کا گھر جس دن لٹا تھا تو اُس کے ساتھ ایک عالم پامال ہو گیا تھا اسلیے
لوگ یہ جانتے تھے کہ سالار جنگ اور افتخار الدولہ شجاع الدولہ پسر وزیر کے سالے
ہیں جو بادشاہ کے پاس حاضر ہیں اس لیے اہل عیال و اطفال کو وہاں محفوظ کیا تھا۔
اسی طرح خواجہ باسط ولد شاہ محمد جعفر کے گھر میں جو وزیر کے پیر و مرشد تھے ایسا ہی حادثہ
واقع ہوا اُن کا گھر شہر پناہ کے باہر تھا وزیر نے پیام دیا کہ حضرت خاطر جمع رکھیں لیس
وہ اپنے گھر سے نہیں نکلے تھے اور بہت سے آدمی یہاں جمع ہو گئے تھے جاٹوں نے
جسکو رام دل کہتے تھے یہاں بھی دست درازی کی وہاں جس قدر مال تھا لٹ گیا۔
اس قصیے سے خلائق کو کمال پریشانی پیدا ہوئی کشمیری دروازے کی طرف جس کو
دار الاماں جانتے تھے جا کر جمع ہوئے لوگ نہایت مضطرب تھے اور انکی کہیں پناہ
سوا خدا کے نہ تھی۔ صفدر جنگ کے بھی اکثر رفیق جو پائے نام و ننگ تھے۔ سمعیل خاں
کابلی بھی نے جو وزیر کا سپہ سالار تھا اور صلابت خاں کی حویلی میں اُس کا مورچہ تھا
برج شہر پناہ میں کہ قزلباش خاں کی حویلی کے متصل تھا اور اُس میں سپاہ بادشاہ کا
مورچہ تھا نقب لگا دیا اور ۳ تھیلے بارود کے اُس میں آگ دیدی باوجودیکہ تمام عمارت
منہدم ہوئی مگر بہت سے آدمی ہلاک ہوئے عماد الملک کے نوکر اور سنگ تراش جو نقب
کو باطل کر رہے تھے بیجا ہوئے۔ اور پہلے برج کے پتھر بھی اُس برج کی طرف سے جس میں

اور مرآت آفتاب نما سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی الدین خان نے فی سوار انعام کی اشرفی
مقرر کی تھی اور رسالہ سین داغ اُس کا نام رکھا تھا اور اس رسالے کو عاقبت محمود خان
کشمیری کے سپرد کر دیا یہ اعلان ہوتے ہی اکثر تورانی لشکر وزیر سے نکل کر عماد الملک
سے جا ملے اور رسالۂ سین داغ مین ہزارون آدمی جاکر نوکر شاہی ہوے اور ایک
دوسری صورت بلوے کی یہ ہوئی کہ محمدی جھنڈا کھڑا کر کے کہا کہ صفدر جنگ رافضی ہے
خلیفۂ زمان پر لشکر کش ہوا ہے اُس سے مقابلہ کرنا بمنزلہ جہاد کے ہے اس صدا سے
ہزارون سُنّی جمع ہو گئے۔ جسکو ایرانی یا صفدر جنگ کا ملازم پاتے بے عزت کرتے بلکہ
مار ڈالتے۔ فریقین کے قضیے اختلاف مذہب کے غیظ و غضب سے چوگنے ہو گئے۔
چنانچہ سُنّی شیعون کے لڑنے والون کا نشان اور مابہ الامتیاز انکی ایک آواز تھی یعنی
سُنّی دم چار یار اور شیعہ دم پنجتن کہتے تھے۔ صفدر جنگ کے بہت سے نمکخوار اختلاف
نمک کی وجہ سے انکی کمک سے دست کش ہو گئے۔ اور باوجود اس کے سوال و جواب
صُلح کے بھی جاری تھے۔ ایک دن یان قلعہ مین پہونچا لوگون نے اُڑایا کہ محمد اسحاق خان
کی حویلی سے آیا ہے اس وجہ سے اُسکی حویلی لٹوا دی۔ مرزا محمد علی سالار جنگ اور مرزا علی
افتخار الدولہ کو پیادہ پا کشان کشان لاکر قلعہ کے اندر کچہری خانسامانی مین قید کر دیا۔
اور اسمٰعیل خان وغیرہ سرداران صفدر جنگ کے مکانات بھی غارت کر دیے جسکے عوض
مین سورج مل جاٹ نے پُرانی دلّی کو جسکی آبادی شاہجہان آباد سے کسی قدر زیادہ تھی
لوٹ لیا اور رعایا کی جان و مال اور ناموس کو برباد کیا۔ تاریخ مظفری مین لکھا ہے کہ
صفدر جنگ کی جانب سے توپ کے گولے اور بندوق کی گولیان اس طرح برستی تھین کہ
مکھی اور مچھر کا میدان معرکہ مین اُڑنا مشکل تھا۔ مگر بادشاہی سپاہی بڑی مستعدی سے

مین لکھا ہے کہ جس وقت نجیب خان نے گھوڑے پر سوار ہوکر اور اپنی جماعت سے نکل کر یہ آواز دی کہ جس کسی کو مذہب سُنت وجماعت کا پاس اور خلیفۂ وقت کی حمایت و رفاقت منظور ہو وہ میرے ہمراہ چلے جسکو یہ بات منظور نہ ہو وہ جائے اس اعلان سے وہ روہیلے جو صفدر جنگ سے دلی بغض رکھتے تھے نجیب خان کے ساتھ ہو گئے اور جو روہیلے صفدر جنگ کو مدد دینے کا خیال رکھتے تھے وہ بھی خلاف مذہب طعن کی وجہ سے اپنے مقام کو لوٹ گئے بیان الواقع میں مذکور ہے کہ دس ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت سے غرۂ شعبان سنہ مذکور کو نجیب خاں جنگاہ میں داخل ہوے علاوہ ان روہیلون کے بادشاہ کی کمک کے لیے اور لوگ بھی آپہونچے۔ تھوڑے دنون میں جمال الدین خان دکن سے اور سادات بارہ اور بہادر خاں وغیرہ بلوچ اور جاٹ گوجر اور میواتی اور سردارزادہاے قدیم جیسے محمد صادق خان ولد سیف الدین خان صوبہ دار ٹھٹھہ حضور معلیٰ میں آپہونچے آشوب قیامت دلی کی نواح مین برپا تھا۔ بادشاہی افسرون نے توپیں لگاکر مخالفین کو شہر میں گھسنے سے روکا تو شہر کے رہنے والے جو وزیر کے لشکر میں تھے اپنے جان و مال کی حفاظت کی غرض سے اور سپاہ تورانی پاس مذہب اور ہم قومی کی وجہ سے لشکر وزیر سے بھاگ کر بادشاہی لشکر مین شریک ہو گئے عمادالملک نے سب کو انعام واکرام سے مالامال کیا سعادت خاں برہان الملک نے ایک رسالہ بھرتی کیا تھا اور اُس کا نام داغ سین تھا کیونکہ یہ حرف سعادت خاں کے نام کے شروع میں ہے صفدر جنگ نے بھی یہ رسالہ اُسی نام سے تیمنًا بحال رکھا تھا۔ غازی الدین خان نے منادی کردی کہ جو سوار صفدر جنگ کا ملازم جس کا گھوڑا داغ سین رکھتا ہوگا ہمارے پاس نوکری کو آئیگا تو سو روپے مدد خرچ کے اور ساٹھ ماہوار مشاہرہ پائیگا۔ سیر المتاخرین میں اسی طرح لکھا ہے۔

کرتا ہے تمکو چاہیے کہ ہمارے پاس فوج لے کر آجاؤ اِس حُسن خدمات کے صلے مین تمپر حضور کی عنایات مبذول ہوگی۔ جب یہ حکم دیکھا تو حافظ صاحب یہین ٹھہر گئے اور شاہی سفیرون سے کہا کہ مجھ مین اور صفدر جنگ مین عہد و پیمان ہو چکا ہے۔ نقض عہد مجھ سے نہین ہو سکتا اور اسی مضمون کی عرضی لکھکر بادشاہ کی خدمت مین روانہ کی اور جواب کے انتظار مین یہین ٹھہرے رہے۔ تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ کا دوسرا فرمان اِس مضمون کا پہونچا کہ اگر ہمارے پاس حاضر ہونے مین نقض عہد جانتے ہو تو اپنے مُلک کو لوٹ جاؤ کیونکہ بغاوت مین شریک ہونا دین اسلام مین مذموم ہے۔ جب بادشاہ کا یہ فرمان پہونچا تو اُسکے دیکھتے ہی اپنے مُلک کی طرف لوٹنا پڑا اور بادشاہ کے مقابلے مین جانا مناسب نظر نہ آیا اور صفدر جنگ کو اس بات کا عذر کہلا بھیجا۔

گُل رحمت مین لکھا ہے کہ میر مناقب وغیرہ جو فرمان شاہی لائے تھے درپے اسکے ہوے کہ کچھ جمعیت یہان سے صفدر جنگ کے مُقابلے کے لیے دلّی کو لے جائین جب یہ دیکھا کہ حافظ رحمت خان اپنے مُلک کو لوٹے جاتے ہین تو اُنکے رسالہ دارون جماعہ دارون اور سپاہیون کو مخفی ملانا شروع کیا اور روپے کا بہت سا لالچ دیا تاکہ حافظ صاحب کے لشکر مین سے ایک شایستہ جماعت اُنکے ساتھ ہو جائے۔ نجیب خان بن اصالت خان بن عنایت خان بن صید خان بن جہان خان بن نظیر خان بن اسمٰعیل خان بن عمر خان کہ دوندے خان کے داماد تھے اور انتظام علاقجات نگینہ و شیر کوٹ و چاندپور و بھالو و بجنور واقع آن روے دریاے گنگ اُن سے متعلق تھا اُنھون نے جانے کا اقرار کر لیا اور بہت سا روپیہ سفیرون سے لے کر مفلس اور طماع سپاہیون کو دیکر متفق کر لیا۔ چنانچہ تین ہزار پیادہ و سوار حافظ صاحب کے بغیر حکم دلی کو روانہ ہو گئے تاریخ مظفری

کا ارادہ تھا کہ یکبارگی حملہ کرکے معمورۂ دہلی کو خراب کرے اور تورانیوں کو سزا دے
کنور سورج مل نے صلاح دی کہ اول خاندان شاہی میں سے کسی کو اپنی طرف کرکے
اُسکے نام سے حملہ کرنا مناسب ہے چنانچہ اس صلاح کے موجب نواب وزیر نے نبیرۂ
کام بخش بن عالمگیر کو بلاکر تخت شاہی پر بٹھایا اور اُس کا نام عادل شاہ رکھ کر اُسکی طرف
سے لڑائی شروع کی۔ غرض ۱۱۶۶ ہجری سے لڑائی شروع ہوگئی صفدر جنگ کے ساتھ
پچاس ہزار سپاہ تھی اور بادشاہ کی سپاہ کم تھی اور وہ بھی پریشان حال صفدر جنگ
نے ساکنان دہلی پر کچھ ترحم کے خیال سے اور کچھ اس نظر سے کہ بادشاہ کی طرف سپاہ کم
ہے خزانہ خالی ہے خود بخود مجھ سے التماس کرکے اطاعت کرلینگے اول میں صرف دھمکانا اور
ڈرانا شروع کیا اور دلی پر دھاوا کرنا مناسب نہ جانا وہ تو اسی طرح مصروف تھے کہ
خاقت محمود خان کشمیری نے جو عماد الملک کی حویلی میں صاحب اختیار کامل تھا اور
حافظ بختاور خان اور نواب قدسیہ والدہ بادشاہ کے اقربا نے بہت سی سپاہ نوکر رکھ لی
اور باہر سے فوجیں طلب کیں اُدھر صفدر جنگ نے بھی اپنے دوستوں کو بلایا۔ سورج مل
بھرت پور سے پندرہ ہزار سوار لے کر پہونچ گیا تھا اور فرید آباد میں مقیم تھا صفدر جنگ
نے حافظ رحمت خان روہیلہ مدار المہام نواب سید سعد اللہ خان کو بھی لکھا کہ آپ ہماری
اعانت کریں۔ چونکہ معاہدۂ جلکیا کے وقت یہ عہد و پیمان دونوں میں مستحکم ہوچکا تھا
کہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی کمک کیا کرے اسلیے حافظ صاحب چالیس ہزار پیادہ
و سوار کے ساتھ صفدر جنگ کی مدد کو روہیلکھنڈ سے روانہ ہوئے جب مقام ہاپڑ میں پہونچے
تو میر ساقب اور راجہ دیبی دت اور لست خان خواجہ سرا بادشاہ کا فرمان حافظ صاحب
کے پاس لیکر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ صفدر جنگ ہم سے نافرمان ہوگیا ہے گستاخیاں

حضرت شاہ مردان کی جناب مین منّت ونیاز مانی تھی کہ جب بادشاہ کی مجھپر مہربانی ہو
تو مع عیال واطفال کے زیارت کرونگا اور اپنے بادشاہ کے حق مین دعا کرونگا اب
اُسکی ایفا کا وقت ہے اُمیدوار ہون کہ رخصت مرحمت ہو تاکہ اِس بار کو سر سے اُتار دون
اب شاہ مردان کی حقیقت سُنیے کہ دلی مین ایک مکان ہے اُس مین پتھر پر قدم
کا نشان بنا ہوا ہے اُس نشان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کا نشان
بیان کرتے ہین اور اِس وجہ سے اُس مکان کو شاہ مردان کہتے ہین[۱]۔ بادشاہ نے
اجازت دی اور اجازتی عرضی پر حکم لکھدیا۔ نواب سادات خان کہ بوجہ پیرانہ سالی
کے عقل مین فتور تھا حویلی موری دروازہ سے مع متعلقین کے سوار ہو کر حضرت
شاہ مردان کی درگاہ مین پہونچا اور اپنے ڈیرے سے صفدر جنگ موافق عہد وپیمان
کے سوار ہو کر سادات خان کے پاس گئے اور اُنسے ملے اور اپنے لشکر مین لیجا کر بڑی خاطر داری
کے ساتھ ٹھہرایا اور ہر روز گرمجوشی کرنے لگے بادشاہ نے سادات خان کی بدنیتی
اور صفدر جنگ کے پاس چلے جانے پر مطلع ہو کر شہاب الدین خان المخاطب بہ عماد الملک
غازی الدین خان کو صفدر جنگ کے مقابلے کے لیے ان کامون کا کارپرداز بنایا اور
اُسکو سپاہ جمع کرنے کا حکم دیا اور انتظام الدولہ خلف قمر الدین خان کو خلعت وزارت
بخشا۔ اور میر آتشی کی خدمت صمصام الدولہ کو عطا کی صفدر جنگ نے یہ خبر سُنکر ایک
خواجہ سرا کو جو کم عمر۔ خوبصورت۔ وجیہ تیرہ برس کا تھا اور شجاع الدولہ نے تازہ خریدکیا
تھا اکبر شاہ نام رکھکر تخت نشین کیا[۲]۔ اور خود وزیر ہوے اور ذوالفقار جنگ کو میر بخشی
بنایا اور دوسرے اُمرا بھی مقرر کیے۔ لیکن وقائع راجپوتانہ مین لکھا ہے کہ صفدر جنگ

---

[۱] دیکھو آثار الصنادید ۱۲ [۲] دیکھو سیر المتاخرین ومرآت آفتاب نما ۱۲

جو سوری دروازے کی حویلی میں مقیم تھا بھیجکر اگلی گذری ہوئی باتوں سے معذرت چاہی
اور کہلایا کہ سابق کی بے توجہی جاوید خاں کے اغوا سے تھی اور اپنے پاس بلایا
جب وہ بادشاہ کے پاس پہونچا تو تخت سے اُتر کر گلے سے لگایا اور بدستور سابق
منصب وجاگیر بحال کی اور حکم دیا کہ سپاہ جمع کرو تاکہ صفدر جنگ کو نکالا جائے
ملک و دولت تمھارا ہے جس طرح مناسب سمجھو بند و بست کرو۔ سادات خاں نے
فوج کی بھرتی شروع کی صفدر جنگ کی سپاہ بے طلب آنے اور نوکر ہونے لگی اور
صفدر جنگ کی جمعیت کم ہونے لگی عنقریب تھا کہ صفدر جنگ کا کام بگڑ جائے۔
صفدر جنگ کو سادات خان پر بادشاہ کی مہربانی سے سخت رشک پیدا ہوا اسمٰعیل خاں
ملازم صفدر جنگ کو سادات خاں کے مزاج میں بہت رسائی تھی۔ صفدر جنگ نے
اُسکو سادات خان کے پاس بھیجکر ربط و اتحاد بڑھانے کا سلسلہ ڈالا اور ایک رات
باربردی ڈولی میں سوار ہو کر جریدہ نواب سادات خاں کے پاس خود چلے گئے اور
اُس سے عہد و پیماں کرکے بادشاہ کی خیر خواہی سے منحرف کر دیا۔ صفدر جنگ نے
اُس سے کہا کہ بادشاہ لونڈا ہے اُس کو علیحدہ کر دیں وزیر ہم رہیں اور میر بخشی گری
کا عہدہ تم لو۔ اگر ہم کوشش میں ناکامیاب ہوئے تو صوبہ اودھ میرا ہے اور الہ آباد
تم کو دیدونگا اس قول و قرار پر عہد و پیماں کرکے اور خدا و رسول کی قسمیں کھا کر
قرآن شریف اور مصحف پاک کو ضامن دیا یہ راز سربستہ سوائے اسمٰعیل خاں کے کہ بانی مبانی
اس فساد کا تھا کسی کو معلوم نہ تھا۔ سادات خاں ذوالفقار جنگ کو یہ یقین تھا کہ
صفدر جنگ ضرور غالب آئینگے اسلیے اُنکے پاس چلے جانے کا ارادہ کیا اور جس رات کو
صفدر جنگ سے عہد و پیماں ہوا اُسکی صبح کو بادشاہ سے عرض کیا کہ اس غلام نے

گھاسیرہ سے کوچ کرکے فرید آباد مین دیرہ کیا۔ مرآت آفتاب نما مین کہا ہے کہ جب سورج مل آ گیا تو صفدر جنگ نے بادشاہ سے عرض کرایا کہ شہاب الدین خان اور انتظام الدولہ کو حضور میرے حوالے فرما دین اور نواب قدسیہ کو کہدین کہ وہ قلعہ سے نکل کر جعفر خان کی حویلی مین سکونت اختیار کرین اس لیے کہ صفدر جنگ کو یقین کُلّی تھا کہ انتظام الدولہ نے ۱۱۶۱ ہجری مین عید الضحےٰ کے دن مقام نکمود کے پاس گولیان لگوائی تھین اور قدسیہ بیگم جاوید خان کے مارے جانے سے میری دشمن جان ہین اور شہاب الدین خان میر بخشی سے اسلیے رنج تھا کہ جب اُس کا باپ جاوید خان مرا تو وزیر نے بادشاہ سے مکابرہ اور معارضہ کرکے اُسکی حویلی اور جاگیر کو ضبطی سے بچایا اور باوجود صغر سنی کے خدمت میر بخشی گری کی دلوائی اور علاوہ اسکے بیٹا بنایا تمام معاملات مین اُس کے حامی رہے اب وہ وزیر کی طرفداری نہین کرتا تھا۔ بادشاہ کا شریک تھا۔ بادشاہ نے صفدر جنگ کو جواب بھیجا کہ یہان سے صوبے کو جانے کی رخصت لیکر گئے تھے اور اب جاٹ کی پشت گری سے اس قسم کی باتین کرتے ہو۔

صفدر جنگ اور بادشاہ مین معرکہ آرائی

شیو پرشاد کی فرح بخش مین ہے کہ نواب سادات خان ذوالفقار جنگ جو ایک عرصے سے جاوید خان کی وجہ سے بادشاہ کے حضور سے معاتب تھا اور اُسکی جاگیر ضبط ہو گئی تھی منصب چھین لیا گیا تھا اور بادشاہ نے اُسکو سلام مجرے سے محروم کر دیا تھا اب بادشاہ نے ملکۂ زمانی اور صاحبہ محل کو جو اُنکی سوتیلی مائین[1] تھین سادات خان کے پاس

[1] سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ ملکۂ زمانی فرخ سیر کی بیٹی تھی اور محمد شاہ کے عقد نکاح مین تھی اور صاحبہ محل محمد شاہ کی دوسری زوجہ تھی اور یہ دونون خالہ زاد بہنین تھین محمد شاہ کی یہ دونون بیویاں عالمگیر ثانی کے عہد مین احمد شاہ دُرانی کے ساتھ افغانستان کو چلی گئین ۱۲

صفدر جنگ جو جاتے ہیں پھر نہیں لوٹینگے اور بادشاہ کے حق میں اُن کا جانا بہتر ہوگا
دینک یہ حکم اُنکا بہت دُرست نکلا جس کا پھل آخر کار بادشاہ نے بُرا پایا صفدر جنگ
شہر سے نکلکر دو تین دن اس انتظار میں رہے کہ بادشاہ پھر بُلا لیں شہر کے آس پاس
رہ کبھی سیدھی طرف سے اُلٹی طرف جاتے کبھی اُلٹی طرف سے سیدھی طرف چلے آتے
انتظام الدولہ خانخاناں اور شہاب الدین خاں نے برجوں اور شہر پناہ کو خوب مضبوط
کر لیا اور جنگی تیاری استحکام کو پہونچا دی جبکہ صفدر جنگ کو یہ خوب یقین ہو گیا کہ
یہ دونوں نوجوان میرے کام کے خراب کرنے کے درپے ہیں اور اپنی بساط کے موافق
جھگڑا بڑھانے میں قصور نکرینگے تو وہ بھی لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔

مرآت آفتاب نما میں تحریر کیا ہے کہ جبکہ بادشاہ نے صفدر جنگ سے خدمت میر بخشی
کا نکالنا چاہا تو اُنھوں نے اس امر کو ناپسند کرکے رخصت کی درخواست کی کہ میں صوبۂ اودھ
کو جانا چاہتا ہوں وہاں کا بندوبست کروں گا خود بادشاہ اور صفدر جنگ کے دشمنوں
نے یہ بات مغتنمات اور فتوحات غیبی سے تصور کی اور جلد خلعت رخصت اُنکی حویلی پر
بھیجدیا۔ صفدر جنگ نے باہر جانا مناسب نہ تصور کیا اور شہر میں ٹھہرے رہے بادشاہ
نے تقاضا شروع کیا کہ اپنے صوبجات کو جاویں۔ جبکہ طرفین کی کدورت برملا ہو گئی
وزیر نے اس خوف سے کہ مبادا امرائے تورانی بادشاہ کے اتفاق سے اور عوام شہر مجھکو
لوٹ لیں۔ اپنا اسباب اور سامان لیکر اسمعیل خاں کے باغ میں تال کٹورہ اور خضرآباد تک
مقام کیا اور یہ توقف اس واسطے تھا کہ سورج مل جاٹ کرے۔

وقائع راجپوتانہ میں ذکر کیا ہے کہ صفدر جنگ نے لڑائی کے ارادے سے مشرق سے
فوج طلب کی اور کنور سورج مل کو بُلایا اُسے مع لالہ جواہر سنگھ کے بجمعیت پندرہ ہزار سوار

لیکن شیو پرشاد نے فرح بخش م
کے صوبون مین چلے جانے کا حکم دیا۔ صف
سرانجام دین اسلیے باربرداری نهونے ک
چھکڑے بھی دلوائے نواب صفدر جنگ
سے نکلکر جھروکے کے تلے جہان سے مجرا ہوتا
معاف فرمایا اور اپنے پاس نہین بُلایا۔ اس
جھروکے کو تسلیمات کرکے خضرآباد مین پ
ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو حکم دیا تھا کہ
اودھ کو چلے جاؤ صفدر جنگ نے حکم کی تع
مین چلے گئے۔ بادشاہ کے ہان سے اُنکو تا
اُن کے پاس کئی سزاول مقرر کیے گئے ک
تاریخ مظفری مین یون بیان کیا
لکھکر اجازت چاہی کہ مجکو میرے صوبون
نے یہ حکم لکھا کہ وزیرالممالک بہادر غبار ملال
چلے جائین بعد درست ہونے مزاج کے ج
جوابِ صاف ہوجانے کی توقع نہ تھی اس
حویلی سے سوار ہوے اور دریا کے کنار
سواری سے اُترکر آداب بجالائے اُسوقت
آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے اور آگے کو

وزیر کے مخالفوں نے بادشاہ کے یہ بات ذہن نشیں کر دی کہ صفدر جنگ کا ارادہ ہے کہ سلطان بلند اختر برادر خورد محمد شاہ کو کہ اُن کا ہم مذہب ہے تخت پر بٹھائیں اسلیے بادشاہ نے چاہا کہ میر آتشی کی خدمت اُنسے نکال لیں یہ بات صفدر جنگ کو پسند نہ آئی اور اُنھوں نے تعمیل نہ کی۔ بادشاہ نے ایک رات خواجہ سراؤں اور انتظام الدولہ و عماد الملک کے مشورے سے ایک شقہ خاص وزیر کے نام لکھا اور نائب افسر توپخانہ کو جو وزیر کی طرف سے مقرر تھا طلب کر کے دیا اور فرمایا کہ وزیر کو یہ شقہ پہونچا دو۔ اور زبانی بھی یہ یہ باتیں اُن سے جاکر کہو اُسنے حیلے سے عذر کیا بادشاہ نے فرمایا کہ ضروری کام ہے وہ بے عقل شقہ لیکر قلعہ سے نکلا اُسی دن بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے بند کر دیں اور وزیر کے آدمیوں کو یہاں سے نکالدیں۔ حسب الحکم تعمیل ہوئی صبح کو قلعہ کے برجوں پر توپیں چڑھا دیں اور داراشکوہ کی حویلی کی طرف نشانہ باندھ کر آتشباری پر آمادہ ہوے وزیر لاچار ہو کر بعد سوال وجواب کے اُس حویلی سے نکلکر اپنی حویلی میں جو قلعہ سے دور تھی چلے گئے اور چند روز متامل رہے جب اُنھوں نے دیکھا کہ معاملہ قابو کا نہیں رہا اور بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنے میں بدنامی و نمکحرامی کا شہرہ ہوگا اس لیے لیے صوبجات کو رخصت چاہی احمد شاہ نے منظور نہ کیا۔ آخر صفدر جنگ نے دلی سے نکلکر شہر سے دو کوس پر قیام کیا۔ اس ارادے سے کہ بے جنگ و پیکار اپنے صوبوں کو چلے جائیں واقعی یہ رائے اُنکی بہت عمدہ تھی مگر اُنکے اُمرائے عقبہ[^1] نے خیالات فاسد اُس کے ذہن نشیں کر کے آمادہ جنگ کر دیا۔

[^1]: دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

مآثر الامرا مین بیان کیا ہے کہ وزیر خود دوسرے دن بادشاہ کی خدمت مین بحالی میر آتشی کے عہدے کے لیے گئے اور بہت اصرار کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا اور فرمایا کہ دوسرا تعلقہ چاہو اور وہ کام خاندوران کے بیٹے کے سپرد کر دیا۔

سیر المتاخرین وغیرہ مین صفدر جنگ کے آدمیون کے قلعہ مین سے نکالنے کو دوسرے طور پر بیان کیا ہے جسکا حال آگے چلکر معلوم ہوگا۔

اس مین شک نہین کہ بادشاہ اور صفدر جنگ مین کئی مہینے تک سوال وجواب ہوتے رہے ماہ جمادی الاخرے ۱۱۶۶ ہجری سے کدورت ظاہر ہونے لگی جب چھ مہینے اس سال کے گذرے تو طرح طرح کے حادثے ظہور پکڑنے لگے۔ صفدر جنگ اس منصوبے مین تھے کہ کونسی چال چلیے۔ کیونکہ بادشاہ سے مقابل ہونا نامناسب جانتے تھے اور اپنی زندگی بھی دشمنون مین مشکل خیال کرتے تھے۔ عماد الملک بھی اس وقت مین انتظام الدولہ کے بیچھون مین گھس گیا وزیر سے آنکھ چرا لی[1] حقیقت یہ ہے کہ وزیر موصوف جرأت وعقل نہین رکھتے تھے اور نہ اُنکے پاس اچھے صلاح کار تھے ورنہ عماد الملک اور انتظام الدولہ کو پکڑ لانا کچھ دشوار نہ تھا۔ لیکن تقدیر نے تو آنکھین اندھی کر دی تھین۔ اس سے پیشتر تم پڑھ چکے ہو کہ جب عماد الملک کا باپ دکن مین مر گیا تو صفدر جنگ نے اُسکی مدد کر کے بادشاہ سے اُس کو موروثی امیر الامرائی دلادی اور اُس نے اس وقت مین صفدر جنگ سے دغا کی ابو المنصور خان نے اس موقع پر بہت افسوس کے ساتھ یہ مصرع پڑھا ؎

طفل دامن گیر ما آخر گریبان گیر شد

---

[1] یہ قول مولف سیر المتاخرین کا ہے ۱۲

بیحد تنگ تھے انہوں نے اس حکم کو بہت غنیمت جانا اور صفدر جنگ کے نوکروں کو
مع قلعدار کے قلعہ سے نکالدیا اس کا کوئی آدمی قلعہ میں باقی نہ رہا جبکہ یہ سانحہ شہر
میں مشہور ہوا تو ہر ایک منصب دار اور بادشاہی امیر تیار ہو کر قلعہ میں آگیا
یہاں تک کہ ایک بھاری جمعیت قلعہ میں اسی رات فراہم ہوگئی اور قلعہ کے دروازوں
کا انتظام کر لیا صفدر جنگ کو اس وجہ سے بہت ملال ہوا۔ اور تین دن تک یہ خبر
شہر میں اڑتی رہی کہ صفدر جنگ انتظام الدولہ کی حویلی پر حملہ کرینگے اور انکے دروازے
پر صبح سے شام تک سپاہ ہنگامہ آرائی کے لیے جمع رہتی تھی اس عرصے میں انتظام الدولہ
کی حویلی پر بہت سے ہواخواہ جمع ہو گئے اور منصبداروں کی ایک بھاری جماعت
قلعہ شاہی کی حفاظت کے لیے بھی تیار ہو گئی اس لیے اب حملہ کرنا صفدر جنگ کے
قابو میں نہ رہا۔ یہ بیان تاریخ مظفری کے موافق ہے

عالمشاہی میں یوں لکھا ہے کہ ایک دن آدھی رات کے وقت صفدر جنگ نے
تمکین خواجہ سرا کو مسلح جماعت کے ساتھ قلعہ میں بھیجا اُسنے نواب ناظر اور آفرون خان
سے کہا کہ اس وقت ایک ضروری بات بادشاہ سے بالمشافہ عرض کرنی ہے نواب ناظر
نے فراست سے اُسکے ارادۂ فاسد کو تاڑ لیا اور جواب دیا کہ ہم غلاموں کو ایسے
بے وقت بادشاہ کو تکلیف دینے کی مجال نہیں دونوں میں سخت کلامی اور حجت
ہوئی نواب ناظر نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا جنھوں نے تمکین کو مع اسکی جمعیت
کے دیوانخانے سے نکالدیا۔ صبح کو یہ بات تمام میں پھیل گئی۔ بادشاہ نے دیوان عام
میں آکر دربار کیا اور حکم دیا کہ صفدر جنگ کے آدمیوں کو یہاں سے نکالدو چنانچہ
تعمیل ہوئی۔

وزیر کے ہان جانے پر آمادہ نہوا۔ تو عماد الملک میر بخشی کو جو انتظام الدولہ کا بھانجا
تھا وزیر نے انتظام الدولہ کے پاس بھیجا کہ تم اپنے ماموں کا اطمینان کر کے یہان
لاؤ۔ مغرب کا وقت تھا کہ عماد الملک انتظام الدولہ کی حویلی پر پہونچا دونون
ماموں بھانجون مین مشورہ ہوکر ایک معذرت نامہ انتظام الدولہ نے وزیر کو
بطائف الحیل کے ساتھ لکھ کر بھجوا دیا۔ اب انتظام الدولہ نے وزیر کے شر سے بچنے
کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ اپنے ایک خواجہ سرا کو جو دو ہزار پیادہ و سوار کا افسر تھا
ایک عرضی بادشاہ کے لیے دی جس کا مضمون یہ تھا کہ آج شب کو حضور کی خدمت مبارک
مین کچھ عرض کرنا ہے امیدوار ہون کہ تسبیح خانے مین حاضر ہونے کی اجازت بخشی جائے
قدیم سے یہ دستور تھا کہ جب مجرائی رخصت ہو جاتے پھر اگر کسی کو ضرورت قلعہ مین
حاضری کی پیش آتی تو قلعدار سے کہتا۔ اور وہ اول عرضی اُس شخص کے اندر آنے کی
اجازت حاصل کرنے کے لیے بادشاہ کو پیش کرتا اگر اجازت ہو جاتی تو ایک یا دو آدمیون
کے ساتھ اُس کو قلعہ مین بلا لیا جاتا۔ اُس وقت مین موسوی خان چار سو آدمیون کے ساتھ
وزیر کی جانب سے قلعہ مین نائب تھا اور وہ اس قاعدے سے ناواقف تھا اُسنے
بغیر عرض کرنے اور اجازت لینے کے خواجہ سرا کے لیے قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ اور
وہ تمام ہمراہیون کے ساتھ قلعہ مین گھس گیا دربار مین جس قدر خواجہ سرا اور
خدمتگار اور ناظر حاضر تھے اُنھون نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آج تک ایسی گستاخی
کبھی نہین ہوئی کہ کوئی بغیر اجازت اقدس کے قلعہ مین قدم رکھ سکے اس وجہ سے
بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ انتظام الدولہ کے خواجہ سرا اور وزیر کے نائب
کو یہان سے مار کر نکالدو اور کوئی عذر مت سُنو بادشاہی نوکر قلعہ دار کی مداخلت سے

سے صفدرجنگ کو پیام دیا کہ توپخانہ اور عمل خانہ ہمارے اختیار پر چھوڑ دو کار وزارت اپنے متعلق رکھو۔ صفدرجنگ نے بادشاہ کے تیور بدلتے ہوئے دیکھ کر دربار کی آمدورفت موقوف کردی احمد شاہ نے تالیف قلب کے لیے دلجوئی کی اور ایک مرتبہ انکی حویلی پر جاکر عذرخواہ ہوئے گر کچھ مفید نہوا۔ وزیر نے اپنے کام کی سرسری کی تجویز ان دو باتوں میں سوچی کہ یا تو انتظام الدولہ کو عدم آباد بھیجدیا جائے۔ یا اُسکو اپنے ساتھ موافق کرلیا جائے۔ ایکدن انتظام الدولہ صفدرجنگ کی حویلی پر جانے کو تیار ہوا اگر یعقوب خان کا انتظار تھا یہ یعقوب خاں اُس حیدر بیگ خان کا بیٹا تھا جسے امیرالامرا حسین علی خان کو سعادت خان برہان الملک کے ایما سے قتل کیا تھا یعقوب خان آیا اور تھوڑی سی دیر بیٹھ کر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جانے کیلیے اجازت مانگی انتظام الدولہ اس بات سے متعجب ہوا اور کہا کہ آج ہم وزیر کے ان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تم کس وجہ سے جلدی رخصت چاہتے ہو۔ اُسنے جواب دیا کہ وہاں کئی ہزار تیغ دھر آپکے انتظار میں ہیں جو میں آپ وہاں گئے وہ معاملہ آپ کے ساتھ بھی ہوگا جو نواب بہادر کے ساتھ ظہور میں آیا جب تک کہ آپ کا بندوبست ہوجائے وہاں جانا ہرگز مناسب نہیں اس بات نے انتظام الدولہ کے دل میں بہت تاثیر کی اور وزیر کے گھر جانے کا ارادہ فسخ کیا اور وزیر کی خدمت میں عذر کہلا بھیجا۔ وزیر کو اس وجہ سے اصرار پیدا ہوگیا اور اُنھوں نے کر رپیام دیا کہ آپ ضرور آئیے اور ایسے پیام وسلام کی کئی دن تک گرماگرمی ہی آخر وزیر نے علی قلی خاں یکھنگا کو کہ مرد دانا اور شیرین تقریر تھا اس بات پر مقرر کیا کہ جیسے سے انتظام الدولہ کو پھسلا کر اُنکو یہاں لائے۔ جب کہ اُسکی تقریر دل نے بھی کام نہ دیا اور انتظام الدولہ

تسلط حاصل کر لینے کی وجہ سے دل مین بہت دغدغہ رکھتے تھے۔ مگر جبکہ فیروز جنگ
کا انتقال ہو گیا تو وزیر کو فی الجملہ اطمینان حاصل ہوا۔ مگر انتظام الدولہ خانخانان
خلف قمر الدین خان وزیر محمد شاہ کو جو اقتدار دربارشاہی مین حاصل تھا وہ بھی
اُنکی نظرون مین کھٹکتا تھا۔ اب صفدر جنگ اس فکر مین پڑے کہ انتظام الدولہ
کو بھی بیچ مین سے اُٹھا دینا چاہیے اور یہ کام اُنھون نے انتظام الدولہ کو غفلت
مین ڈالکر انجام دینا چاہا اور اُسکی رضاجوئی کر کے یہ پیام دیا کہ مجھ سے تنہا سلطنت
کا بار عظیم نہین اُٹھ سکے گا جب تک کوئی لائق فائق تمھاری طرح آدمی مددگار ہے
تم میرے گھر کو اپنا گھر تصور کر کے بے تکلف یہان آؤ اور ہمارے شریک ہو کر سلطنت
کے کامون کا بوجھ اُٹھاؤ۔ انتظام الدولہ نے بھی جواب باصواب مناسب حال
کہلا بھیجا اور اس بات کی تحریک کی بُنیاد اصل مین یہ تھی کہ نواب بہادر کے مارے
جانے کے بعد بادشاہ وزیر الممالک سے دل مین متنفر ہو گئے تھے اور اُن کی توجہ
انتظام الدولہ کی طرف تھی اور یہ چاہتے تھے کہ صفدر جنگ سے کام نکالکر اُسکے سپرد
کیے جائین حالانکہ اس وقت مین انتظام الدولہ نے چوب چینی پینے کا بہانہ کر کے
دربار کی آمد و رفت کم کر دی تھی اس خیال سے کہ تمام قلعہ مین وزیر کا انتظام تھا۔
بادشاہ ایک دن اپنے جلسے مین یہ کہہ بیٹھے کہ غسل خانے اور دیوان خانے کی خدمت
دوسرے خانہ زادون کا حق ہے وزیر الممالک کے لیے دیوانی کل اور منصب وزارت
کم نہین۔ یہ جزوی کام وزارت کے علاوہ اُنکے پاس رہنا مناسب نہین بادشاہ
کی یہ تقریر وزیر تک پہونچگئی اور اُسی دن سے اُن کے مزاج مین بڑا خلل پیدا ہو گیا
آخرکار بادشاہ نے اپنی والدہ اور انتظام الدولہ اور شہاب الدین خان کے مشورے

پرورش پاکر خدمات انجام دے ہیں حضور کی شان کے شایاں یہ امر ہے کہ اسکو خلعت میر بخشی گری اور خطاب امیر الامرائی مرحمت کیا جائے۔ بادشاہ غضبناک ہوکر کہنے لگے کہ تم کو یہ نہین معلوم کہ یہ لوگ سلطنت کے مخرب ہیں انھوں نے سلطنت کے پرزے ڈھیلے کرنا چاہے تھے۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ شجاع الدولہ کو خلعت میر بخشی گری دیا جائے تم ہمارے خیرخواہ ہوکے ہماری رضا کے خلاف یہ بات کیوں عرض کی۔ صفدر جنگ نے کہا میری کیا مجال تھی کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات عرض کرتا لیکن کیا کروں کہ میر شہاب الدین کا باپ دکن کی روانگی کے وقت اسکا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیکر روانہ ہوا تھا اور فدوی نے اسکو اپنا فرزند اقرار دیا ہے مجھے یقین ہے کہ تمام تفضلات شجاع الدولہ کے حال پر میری خاطر سے ہیں اسلیے امیدوار ہون کہ میر مذکور کو بھی غلام کا فرزند تصور کرکے خلعت میر بخشی گری عطا ہوجائے بادشاہ نے صفدر جنگ کی خاطر سے خلعت امیر الامرائی کا اسکو مرحمت کیا تواریخ میں یہانتک لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ کی ماں نے شہاب الدین کو گھر مین طلب کرکے اس سے دوپٹہ بدلی تھیں،

صفدر جنگ کا انتظام الدولہ کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش مین کامیاب نہونا۔ بادشاہ کا صفدر جنگ سے توپخانے کی خدمت نکال لینا۔ بادشاہ اور صفدر جنگ مین علانیہ مخالفت ہونا

صفدر جنگ جاوید خاں کے مارے جانے اور فیروز جنگ کے دکن کو جانے اور وہانٔ

تھی اور اُس پر نہایت مہربانی کرتے تھے۔ فیروزجنگ کے واقعۂ وفات کے بعد نظام الدولہ
نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہاب الدین کو قید کرکے اُس کا گھر ضبط کرلین۔ بادشاہ
بھی اِس صلاح پر آمادہ ہوگئے۔ عاقبت محمود خان کشمیری شہاب الدین کا اتالیق
جلد ہی سے راجہ لچھمی نراین کے پاس آیا اور بادشاہ کے ارادے سے باغولے نظام الدولہ
واقف کیا اُسنے صلاح دی کہ شہاب الدین کے لیے یہی بہتر ہے کہ وزیرالممالک
صفدر جنگ کی خدمت مین پہونچکر تمام حال اُن سے عرض کرے۔ یقین کلی ہے کہ
وہ بخوبی تدارک کردینگے مین یہان سے دربار کو جاتا ہون تم اُدھر سے اُسے لیکر آو۔
عاقبت محمود خان شہاب الدین کو ساتھ لے کر صفدرجنگ کے دربار مین گیا اور
لچھمی نراین بھی وہان پہونچ گیا۔ جب شہاب الدین یہان آیا تو صفدرجنگ نے
اپنی عدم حاضری کا تعزیت کے لیے عذر بیان کرنا شروع کیا۔ شہاب الدین نے
کہا کہ مین خود آپکے پاس تعزیت کے لیے حاضر ہوا ہون کیونکہ آپکے بھائی نے قضا
کی سوائے اِسکے کہ میرا چچا مرگیا مجھے کوئی اور غم نہین۔ آپکو خدا سلامت رکھے
آپ میرے مربی موجود ہین۔ نواب کی آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے اور شہاب الدین
کو گلے سے لگاکر تسلّی کی اور فرمایا تم اطمینان سے اپنی حویلی مین بیٹھے رہو مین تم کو
شجاع الدولہ سے زیادہ سمجھون گا۔ ایک آنکھ میری تم ہوا ور دوسری شجاع الدولہ
ہے یہ بات کہکر شہاب الدین کو رخصت کردیا اور خود سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت
مین پہونچے اور عرض کیا کہ آصف جاہ نے محمد شاہ کے عہد مین خدمات نمایان کی ہین
اور فیروزجنگ بھی ہمیشہ مراسم غلامی بجالاتا تھا۔ اب شہاب الدین اُس کا بیٹا
بھی اس بات کا اُمیدوار ہے کہ اپنے باپ دادا کی طرح حضور کے سایۂ مرحمت مین

ایک ہی سال کے حادثے ہیں اس لیے فساد عظیم دونوں کی تاریخ ہو سکتا ہے۔ صفدر جنگ کے اس فعل سے بادشاہ دل میں بہت برہم ہوئے مگر بظاہر کوئی خفگی ظاہر نہ کی بلکہ زیادہ عزت کرنے لگے اور موقع کے منتظر تھے۔ لیکن جبکہ نواب قدسیہ بیگم والدہ بادشاہ نے نواب بہادر کے قتل پر ناخوشی ظاہر کی تو صفدر جنگ نے کہلا بھیجا کہ اس معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں حکیم عبد الشافی خان نے بادشاہ کا یہ پیام مجھے دیا تھا کہ جاوید خان کا رفع اور قتل کرنا بہتر ہے۔ انھوں نے حکیم عبد الشافی کو علیحدہ کر دیا اور حکیم اکمل خاں کو معالج قرار دیا۔

فیروزجنگ کی وفات کے بعد نواب صفدر جنگ کا اُسکے بیٹے کو امیر الامرائی کا منصب دلانا اور ضبطی سے اُسکے گھر بار کو بچانا

فیروز جنگ آخری ذی القعدہ ۱۱۶۵ ہجری میں اورنگ آباد پہونچ گیا اور ۷ ذی الحجہ سنہ مذکور کو دکن ہی میں مرگ مفاجات سے مرگیا اُس کے تابوت کو اُس کے رفقائے دلی میں پہونچایا اور اُس کا متروکہ نقد و جنس جو کروڑ روپے سے زیادہ کا سمجھا گیا تھا اُسکے بیٹے شہاب الدین خاں کے حوالے کر دیا۔ شہاب الدین خاں کا باپ جب سے راہی دکن ہوا تھا وہ صفدر جنگ کے حضور میں حاضر ہوا کرتا تھا اور اپنے حقیقی ماموں انتظام الدولہ خان خاناں سے زیادہ تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اس وجہ سے صفدر جنگ کے دل میں شہاب الدین خاں کی طرف سے بہت گنجائش ہو گئی

شال بند ھوا کر کھڑا کر دیا۔ اور بڑی تیاری کی۔ نواب بہادر نے اس تیاری کو اپنی نہایت خاطر داری پر حمل کیا اور وقت پر جانے کو تیار ہوا۔ بعض دوستون نے منع کیا۔ اُسنے کسی کا کہنا نہ مانا اور بے تامل سوار ہوکر وزیر کے گھر پہونچا۔ وزیر نے چند قدم پیشوائی کرکے کمال گرمجوشی ظاہر کی اور مُکلف کھانا کھلایا۔ بعد فراغت طعام کے وزیر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لے کر اُمور ملکی مین مشورے کے بہانے سے خلوت مین گئے بعض نے یہان تہ خانہ لکھا ہے۔ جون ہی کہ پردہ اُٹھایا اور اندر قدم رکھا۔ وزیر اول دو تین حرف کنائے کے زبان پر لائے اور پھر نواب بہادر کو بادشاہی معاملات مین دخل دینے پر چند باتین سختی سے کہکر ابھی بیٹھے بھی نہ تھے کہ رفع حاجت کے بہانے سے اپنے زنانے مین چلے گئے۔[1] اُس وقت علی بیگ خان اور دوسرے مُغل اندر آئے اور نواب بہادر کو علی بیگ خان نسقچی[2] نے جسکا خطاب شتاب جنگ ہے چھُری سے ہلاک کیا اور سر کاٹ کر دروازے کے باہر ڈالدیا اُسکی سواری کی جلو کے سوار و پیادے یہ حال دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور دو تین دن کے بعد اُسکی لاش متصل روضۂ مُقدس شاہ مردان جہان اُن کے پنجۂ مبارک (اور بقولے قدم مبارک) کا نقش تھا دفن کردی گئی[3] اور فرح بخش مین شیو پرشاد نے کہا ہے کہ نواب بہادر کا سر کاٹکر دریاے جمنا مین پھینکدیا جو حویلی کے تلے بہتا ہے۔ مرآت آفتاب نما مین اس واقعہ کا مادہ تاریخ فساد عظیم لکھا ہے اور ہم سابق اس سے بیان کر چکے ہین کہ طبقات الشعرا مین یہ مادہ افاغنہ کے کوہ کماؤن مین پناہ لینے کی تاریخ بتایا ہے بہر صورت دونون

---

[1] مرآت آفتاب نما ۱۲

[2] و [3] دیکھو تاریخ مظفری ۱۲

اُسے اس عروج کو پہونچکر اُمرا کی ہمسری شروع کی۔ وزیر الممالک اس بات سے نہایت دل تنگ ہوے۔ اور نواب بہادر کی طرف سے دل مین بہت بغض رکھنے لگے گو ظاہر میں اُسکی خاطر کرتے تھے۔ نواب بہادر اُمورات سلطنت پر بالکل مسلّط تھا بادشاہ کے زبانی احکام وہی جاری کرتا تھا۔ انھیں دنوں عبد المجید خان مجد والدولہ دیوان خالصہ مرگیا نواب بہادر نے چاہا کہ اُس کا مال و اسباب ضبط سرکار ہوجائے وزیر کی مرضی تھی کہ اس بارے مین معافی کا حکم جاری ہو اس معاملے میں گفتگو نے بہت طول پکڑا اور اُس کا گھر ضبط ہوگیا۔ اور نفاق و غبار دونوں کے دلوں میں بہت بڑھ گیا صفدر جنگ نے جبکہ یہ سوچا کہ میری موجودگی پر بھی میری بات نہ چلی تو اُنھون نے وہ بُری طرز اختیار کی جو دلّی کے گلی کوچون میں طشت از بام ہوگئی یعنی اُنھوں نے نواب بہادر کے قتل کر لینے کی ٹھان لی تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ صفدر جنگ نے اپنے اِس ارادے کی تکمیل کے لیے اوّل سورج مل جاٹ کو بھاری فوج کے ساتھ ممالک محروسہ کا بندوبست کرنے کے حیلے سے اپنے پاس بلایا کہ اگر کوئی بادشاہی ملازم یا نواب بہادر کا رفیق شورش کرے تو راجہ اُسکا تدارک کرے۔ بعد اسکے نواب بہادر کو پیام رفع آزردگی کا دیکر اُسکے دل کو بھی الحملہ اپنی طرف سے مطمئن کر لیا جب اُس کو اِس طرح غفلت میں ڈالدیا تو بتقریب تصفیہ دعوت کے لیے اُسکو اپنے گھر بلایا اور یہ دعوت ۲۶[له] شوال یوم جمعرات ۱۱۶۵ھ ہجری کو داراشاہ کی حویلی میں پچی بھون نامی مکان میں ترتیب دی وزیر نے اپنے معتمدین کو اس حویلی میں احتیاطاً جا بجا متعین کر دیا اور اندر اور باہر اپنے آدمیوں کو

[له] دیکھو مرات آفتاب نما

نے آزردہ ہوکر کہلا بھیجا کہ ہم ہلکر کو بموجب تمھارے لکھے کے بہت سے روپون کے وعدے پر ہمراہ لائے ہین اب اُسکا تقاضا ہے یہ کہکر کثرت بے دماغی سے شہر مین بھی نہ گھسے۔ شہر کے باہر جمنا کے کنارے قیام گزین ہوے۔ امیر الامرا نواب غازی الدین خان فیروز جنگ خلف کلان نظام الملک آصف جاہ ناصر جنگ کے ۱۷ محرم سنہ ۶۴ ۱۱ ہجری کو مارے جانے کی وجہ سے صوبہ دکن کی خدمت و سند کا مستدعی تھا اور امرا دربار بدون پیشکش کے منظور نہ کرتے تھے۔ اب اس وقت مین اُس نے موقع پاکر بادشاہ و اُمرا سے عرض کیا کہ اگر بلا پیشکش دکن کی صوبہ داری بندے کو عنایت ہو تو جس طرح سے ہوسکے گا ہلکر کو راضی کرلونگا بادشاہ و امرا نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور صوبہ داری دکن کی سند لکھدی۔ فیروز جنگ اپنے بیٹے شہاب الدین خان کو جو عماد الملک کے نام سے مشہور ہوا اور اُس وقت اُس کی عمر سولھا سال کی تھی لیکر صفدر جنگ کے پاس آیا اور اُنکے سپرد کرکے ماہ شعبان سنہ ۶۵ ۱۱ ہجری مین خود دکن کو چلا گیا۔ ہلکر کو ساتھ لے گیا بعد جانے فیروز جنگ اور ہلکر کے وزیر الممالک غرۂ رمضان سنہ مذکور کو داخل شہر ہوے۔ صفدر جنگ نواب بہادر جاوید خان کے اقتدار سے نہایت آزردہ تھے۔ خاصکر اپنی آزردگی کا یہ بہانہ قائم کیا تھا کہ اس شخص نے ابدالی سے صلح کرلی اور بادشاہ سے لاہور و ملتان اُن کو دلادیا اور منجملہ وجوہ رنج کے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بادشاہ نے نواب بہادر اور اپنی والدہ کی ترغیب سے اپنے ماموں مان خان قوال کو ششش ہزاری[له] منصب اور معتقد الدولہ بہادر خطاب عطا کیا۔ اور اسباب امارت عمدۃ الملک کی حویلی سے مرحمت کیا

له دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

صفدر جنگ کا جاوید خان خواجہ سرا کے ساتھ دغا کرکے اُس کو قتل کرڈالنا

سیر المتاخرین اور خزانۂ عامرہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ احمد شاہ بادشاہ دہلی کو شاہ دُرّانی
کے حملے نے ہلادیا۔ اُمرائے حضور نے صفدر جنگ کو کہ اپنے صوبۂ اودھ میں تھے نہایت
الحاح سے متواتر تحریر کیا کہ ملہار راؤ ہلکر اور سیندھیا کی فوج کو ساتھ لے کر
بہت جلد دلی میں آجائیں اور دشمن کی مدافعت میں کوشش کریں۔ وزیر لکھنؤ سے
فوج لے کے اور وہاں سے مرہٹوں کو بہت سے روپے کے وعدے پر ہمراہ لے کر
براہ اٹاوہ دلی کی طرف روانہ ہوے۔ مگر وہ ابھی دلی نہ پہونچے تھے کہ احمد شاہ دُرّانی
پنجاب پر پورے قابض ہوگئے اور اُنھوں نے ایک ایلچی اس غرض سے روانہ کیا
کہ شاہ ہندوستان سے اس صوبے کو حسب ضابطہ حاصل کریں۔ احمد شاہ دُرّانی
کی درخواست اُس نقصان کے خوف سے فی الفور منظور ہوگئی جسکو نادر شاہ کے
ہاتھوں سے اُٹھایا تھا اور اب تک اُسکی یاد باقی تھی اور جبکہ صفدر جنگ مرہٹوں کو لیکر
ماہ رجب سنہ ۱۱۶۵ ہجری میں دلی پہونچے تو اُنھوں نے اس انتظام یعنی پنجاب کی
تفویض کو کامل پایا۔ اُنھوں نے پنجاب کی تفویض کو ایسی شکایت کا بہانہ ٹھہرایا
جسکو بادشاہ کی بڑی بے عزتی کا باعث بتایا تھا اور حقیقت میں تو رہی کے بہانے
اور وجوہ تھے چنانچہ اُن میں سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب وہ روہیلکھنڈ میں گئے تھے
تو اُن کی غیبت میں دربار میں جاوید خان نامی خواجہ سرا مخاطب بہ نواب بہادر
کو حاصل ہوا تھا جسپر احمد شاہ اور اُنکی ماں دونوں نہایت مہربان تھے صفدر جنگ

اور محمود خان کو رخصت کیا۔ محمود خان کو خلعت ہفت پارچہ عنایت کیا بعد ازان اُسکے والد کا ملک بحال کر دیا اور اُسکو قائم جنگ کا خطاب بھی دیا۔ اور حافظ رحمت خان کو بھی خلعت دیا جسکے ساتھ مالاے مروارید اور جیغہ اور سرپیچ مرصع اور شمشیر اور سپر اور گھوڑا زیور نقرئی کے ساتھ اور فیل سامان نقرئی اور زربفت کی جھول کے ساتھ تھے محمود خان اور حافظ رحمت خان کو خلعت دینے کے بعد وزیر نے تانتیا کو سند اس بات کی دی کہ تا ادلے نذرانہ شاہی نواب احمد خان سے کے نصف ملک پر قبضہ کرلے۔ کیونکہ صفدر جنگ، مرہٹون کے تیس لاکھ روپے کے مقروض تھے اور بعض کہتے ہین کہ اسّی لاکھ روپے کے اور یہ قرضہ بابت اُس نوکری کے تھا جو اُنھون نے اس زمانے مین کی تھی۔ بار اس قرضے کا احمد خان کے دوش پر ڈالا گیا۔ اور اُس کی ادا کی ضمانت کے واسطے منجملہ ۳۳ محال کے ملک فرخ آباد کے ساڑھے سولھا محال مرہٹون کے قبضے مین کر دیے گئے۔ صفدر جنگ کو بجز اس خوشی کے کہ اپنے دشمن کو تباہ کیا ہے اور کچھ حاصل نہوا۔ محمود خان و تانتیا رخصت ہوکر جانب فرخ آباد روانہ ہوے اور حافظ رحمت خان آنولے کو چلے گئے۔

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ پٹھانون کے ممالک کی لوٹ سے مرہٹون کے ہاتھ دو کروڑ روپے لگے تھے اور کروڑ روپے وزیر سے بابت مدد ہی جو ٹھہرے تھے وہ ملے اور پچاس لاکھ روپے وزیر نے انعام کے دیے اور پچاس لاکھ روپے پٹھانون سے ملے۔ یہ شخص تاریخی واقعات اور روپے کے معاملات سے کتنا ناتجربہ کار معلوم ہوتا ہے۔

اور تمکو اپنے ساتھ شاہجہاں پور تک لیجائینگے اور کہا کہ احمد خان اور روہیلوں سے
کہدو کہ وہ ہمارے لشکر کے کوچ سے دو دن بعد اپنے وطن کو روانہ ہوں حافظ صاحب
روہیلوں کو مطمئن کرکے دوسرے دن صبح کو چارسو جوانوں کے ساتھ صفدر جنگ
کے لشکر میں آگئے اُسی دن صفدر جنگ کا کوچ شروع ہوا اور بعد چند روز کے
وہ دریاے گنگا کے کنارے پر پہونچے اور یہان اُنھون نے ملہار راو اور آپا سیندھیا
کو قنوج جانے کا حکم دیا۔ خود محمود خان اور حافظ رحمت خان کو لیے ہوے لکھنؤ
کی طرف روانہ ہوے۔ اُن سے صفدر جنگ نے کہا کہ جب معاملے کی تکمیل ہوجائیگی
تو میں تمکو رخصت کردونگا موجب حکم کے مرہٹے دریاے گنگا کو عبور کرکے قنوج مین
مقیم ہوے لیکن گنگا دھر مع دس ہزار سوار کے محمود خان کے ساتھ رہا وزیر کی
روانگی کے دو روز بعد نواب احمد خاں اور نواب سید سعد اللہ خان دامن کوہ
سے نکلکر اُس مقام پر خیمہ زن ہوے جہان وزیر کی فوج قائم تھی اور منزل منزل
کوچ کرکے آنولے مین پہونچے احمد خان چند روز یہان ٹھہر کر فرخ آباد کو چلا گیا۔
صفدر جنگ نے راہ مین حافظ صاحب کی بہت خاطر کی دونوں وقت اُن کو
دعوت بھیجتے اور اکثر اپنے دسترخوان پر بھی شریک طعام کرتے اور کہتے تھے کہ مین نے
افغانستانیوں میں ایسا لائق آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ جب شاہجہان پور پہونچے
تو صفدر جنگ سے حافظ صاحب نے رخصت چاہی کہا کہ ابھی ٹھہرو اور شاہجہانپور
سے آگے کو روانہ ہوے اور اُس پر صفدر جنگ زیادہ مہربانی کرنے لگے اور راستے
میں اُن کو برادر کے لفظ کے ساتھ مخاطب کرتے اور بعد اُس کے جب کبھی حافظ صاحب
کو خط بھیجتے اُس میں یہی لفظ لکھتے۔ موہانے میں پہونچکر وزیر سے حافظ صاحب

زندہ رہینگے۔ ملہار راؤ نے یہ صلاح پسند کی اور اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو احمد خان کے خیمے مین بٹھا کر محمود خان کو وزیر کے پاس پہونچا دیا۔ میرے نزدیک اس واقعہ کے متعلق آروِن صاحب کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے اسلیے کہ اُنھون نے حسام الدین کی تاریخ سے لیا ہے اور وہ محاصرۂ الہ آباد و جنگ روہیلکھنڈ و محاصرۂ کمایون کے موقعون پر احمد خان کے ساتھ موجود تھا اور اُسنے حالات بہت مفصل اور دلچسپ اور چشم دید لکھے ہین۔

روہیلکھنڈ گزیٹیر مین بیان کیا ہے کہ اس عہدنامے پر صلح کی گئی کہ روہیلون کی جانب سے پچاس لاکھ روپے ہرجہ جنگ کے ادا کیے جائین اور پانچ لاکھ روپے سالانہ خراج کے بے قیل و قال اُگل کرتے ہین اس عہدنامے پر سب ایلیسون نے دستخط کیے اور عہدنامہ مکمل ہوکر مرہٹون کے سپرد کیا گیا کیونکہ صفدر جنگ نے ہنگام فوج کشی اتنے روپون کے دینے کا اُنسے وعدہ کیا تھا مرہٹون کو یہ سند دیکر اقرار لیا گیا کہ ہنگام ضرورت پھر مدد دینا پڑے گی۔ مگر وہ اس بار ایسے پریشان معلوم ہوتے تھے کہ شاید دوبارہ روہیلکھنڈ کی جانب مُنھ نکرین۔ عہدنامۂ صلح کیا کے مرتب ہو جانے کے بعد صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام سے ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھوایا کہ روہیلے کبھی کسی وقت مین پرگنہ پورنپور اور سنہا پر قبضہ نکرنے پائین اس عہدنامے پر دستخط ہونے کے بعد حافظ رحمت خان اور محمود خان پٹھانون کے مورچون کو واپس آئے اور صفدر جنگ کا مُہری عہدنامہ لوگون کو دکھایا۔ دوسرے روز حافظ صاحب نواب سید سعد اللہ خان کے حکم سے صفدر جنگ کے پاس گئے اور اُنسے کہا کہ اب یہان سے کوچ کرنا چاہیے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ ہم کل صبح یہان سے روانہ ہونگے

صفدر جنگ کے پاس بھیجے گئے یہ شاہ جی میاں بڑے نیک خصلت اور عقل و دانش میں ارسطوے زمانہ اور بہادری و مردانگی میں یگانہ اور راقعہ کے پیر دادے تھے اور حضرت سید علی بابا کی اولاد میں تھے جو سادات ترمذ سے ہیں اور سید معصوم کے والد ہیں اور بریلی کے تو محلے والے سیدوں کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اس بات پر صلح ہوگئی کہ احمد خاں پچاس لاکھ روپے بابت خرچہ جنگ دے چنانچہ احمد خاں نے اُسکی ادائی کے واسطے ایک تمسک لکھ دیا۔ صفدر جنگ نے وہ تمسک بعوض اُن روپیوں کے حوالے کردیا جو انکو اس فوج کشی اور امداد کے عوض میں دینا ٹھہرا تھا۔

عماد السعادت اور تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ میں بیان کیا ہے کہ ملہار راؤ خود نواب احمد خاں کے پاس گیا تھا۔ اُسنے احمد خاں سے کہا کہ میں تمہارے خیمے میں بیٹھا جاتا ہوں تم بے اندیشہ وزیر کے پاس چلے جاؤ احمد خاں نے کہا کہ یہ صلاح اور مشورہ طفلانہ ہے مجھے پسند نہیں کیونکہ ہندوستان میں وزیر کے قوی دو ہی دشمن ہیں ایک پٹھان دوسرے مرہٹے جب کہ میں وہاں جاؤنگا اور وزیر نے مجکو مرواڈالا تو تمکو میرے آدمی مارڈالینگے اس صورت میں وزیر کو عجیب راحت حاصل ہوگی ایک طرف مرہٹے بے سروپا ہو کر بھاگ جائینگے دوسری طرف پٹھان جنگل میں سرمارتے پھرینگے پس بہتر صلاح یہ ہے کہ ادھر سے میرا بیٹا محمود خاں وزیر کے پاس چلا جائے اُدھر سے تمہارا بیٹا کھانڈے راؤ محمود خاں کے عوض میرے لشکر میں آکر بیٹھ جائے۔ اگر محمود خاں سلامت لوٹ آیا تو کھانڈے راؤ تمہارے پاس پہونچ جائے گا اور اگر وزیر نے محمود خاں کو قید کردیا یا مارڈالا تو تم کھانڈے راؤ سے دست بردار ہوجانا انتہا یہ ہے کہ میرے اور تمہارے دو قطرۂ منی ضائع ہوجائینگے میں اور تم دونوں تو

کے پاس گیا اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد معاملے کی گفتگو شروع ہوئی۔ علی قلی خان نے پیغام بیان کیا اور کہا کہ مرہٹوں کا وکیل گنگادھر کل حاضر ہوگا۔ تانتیا دوسرے روز نواب احمد خان کے پاس گیا اور روہیلہ سردار جمع ہوئے ملا سردار خان کی یہ رائے ہوئی کہ معاملہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کی رائے پر چھوڑنا چاہیے اسپر احمد خان راضی ہوا اور علی قلی خان اور تانتیا کو بلا بھیجا اور اُنسے کہا کہ ہم ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو رضامند رکھنے کے لیے اپنا نصف ملک تا ادائے زرانۂ شاہی مکفول کرتے ہین۔ اور شرائط مجوزۂ سرداران مرہٹہ کی قبولیت کا خط تحریر کر دیا یہ خط تانتیا کے حوالے کیا ایک نقل یہ ہے کہ شرائط تانبے کے دو پتر و پر کندہ کی گئی تھین جنکو احمد خان اور مرہٹون نے باہم تبدیل کرلیا۔ معافی نواب احمد خان کے بیٹے محمود خان کے نام تھی اور اقرار تھا کہ جب تک خاندان بنگش کا ایک غلام بھی باقی رہیگا ان سب محال مین مرہٹون کی طرف سے کسی قسم کی دست اندازی نہوگی اور محمود خان اور حافظ رحمت خان مرہٹون کے لشکر کو روانہ ہوے اور جب اُسکے لشکر کے قریب پہونچے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا سوار ہوکر تھوڑی دور گئے اور محمود خان اور حافظ رحمت خان کی وزیر سے ملاقات کرائی اور شرائط صلح کی تکمیل ہوگئی یہ بیان آرون صاحب کی تاریخ کے مطابق ہے پس عالم شاہی کے مولف کا یہ کہنا کہ مرہٹے معاملے کا یکسو ہونا نہین چاہتے تھے تاکہ ان ملکون مین آنے اور مداخلت حاصل ہونے کا ذریعہ باقی رہے درست نہین معلوم ہوتا ہے۔

فرح بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ جب صفدر جنگ نے صلح کیلیے افغانون کے پاس وکیل بھیجے تو نواب سید سعد اللہ خان کی طرف سے سید احمد عرف شاہ جی میان

پیدا کر رکھا ہے کہ وہ اکثر مرگ مفاجات سے ہلاک ہوتے ہیں چونکہ جان ہر شخص کو عزیز ہے
اس سبب سے اُسمیں بڑا خوف پھیل رہا ہے۔ اب جو وہ احمد شاہ درانی کی آمد سنیں گے
اور بھی پریشان ہونگے اور بھاگنا شروع کردینگے۔ اب وزیر کا کام یہ ہے کہ اس امر کا
انصاف کریں ہمارا کام فقط مان لینا ہے۔ وزیر دریاے حیرت میں ڈوب گئے کیونکہ
وہ ایسے خطرناک موقع پر حیلہ کرنے سے معذور تھے اس واسطے صلح کی طرف مائل
ہوے اور بڑے غور و تامل کے بعد اُنھوں نے کہا کہ میں نے اس کا تصفیہ تمھاری راے پر
چھوڑا جو تمھاری راے میں آئے سو کرو مرہٹوں نے کہا کہ اب تلوار میان میں کرنی چاہیئے
اور علی قلی خاں کو واقعہ کے لشکر میں بھیجنا چاہیے کہ وہ جاکر کہے کہ وزیر نے بتعمیل حکم
بادشاہ جنگ سے دست بردار ہوے ہیں تمکو بھی لازم ہے کہ صلح کرلو احمد خاں کو
کُل ملک موروثی اُس کا دیا جاتا ہے اس شرط سے کہ اُسکی عوض وہ تیس لاکھ روپے
بطور مدرانے کے داخل کرے اور جب تک یہ روپیہ ادا ہو نصف ملک مکفول رہے
یہ شرائط وزیر نے منظور کیں اور مرہٹوں سے کہا کہ کوئی معتمد آدمی علی قلی خان کے ساتھ
ہو ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے اپنے دیوان تانتیا گنگا دھر کو منتخب کیا اور دونوں ایلچی
روانہ ہوے۔ وزیر سے پوشیدہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے تانتیا سے یہ کہدیا کہ
تم احمد خاں سے موقع مناسب پر ہماری طرف سے کہدینا کہ جو شرائط علی قلی خان پیش کرے
تم بلا رد و کد منظور کرلینا کیونکہ اس وقت یہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور ہم تمھارے
بہر حال ہوا خواہ ہیں اور اپنے بیٹے کو ہماری ذمہ داری پر وزیر کے لشکر میں بھیجدو
یہ دونوں پٹھانوں کے لشکر میں پہونچے علی قلی خاں نے کہا کہ ہم دونوں ایک ساتھ
ملاقات کریں مگر گنگا دھر نے کہا کہ تم آج ملاقات کرلو میں کل جاؤنگا علی قلی خاں احمد خاں

تجدید شرائط عہدنامہ و تکمیل صلح

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ وزیر کے لشکر سے محصورین کو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا تھا بلکہ محاصرین دقت مین آگئے تھے کیونکہ نہ اُن کو چارہ مل سکتا تھا اور نہ غلّہ آسانی سے میسّر آتا تھا۔ نمک۔ تمباکو اور چراغ کا تیل کبریت احمر کے حکم مین تھا۔ روہیلے کہ پہاڑی آدمی تھے اور پیادہ چلنے کے عادی تھے پہاڑون پر جاتے غلہ لاتے اور آرام سے کھاتے بلکہ تجارت بھی کرتے اور کبھی جنگل کے درختون کی آڑ پکڑ کر مخالف پر باڑھ بھی مار جاتے تھے۔ صفدر جنگ نے تبرداروں اور بیلدارون کو حکم دیا کہ جنگل کے درخت کاٹنا شروع کرین جب بڑے بڑے درخت کٹکر گر پڑے تو اور راستہ بند ہونے لگا اور پہلے سے زیادہ روہیلون کو آڑ ہو گئی اور اُنکے لیے یہ قدرتی مورچہ تیّار ہونے لگا۔ محاصرے کی مُدّت کو تین ماہ کا طول ہو گیا۔ صفدر جنگ بھی طول محاصرہ اور مرہٹون کی دراز دستی سے مُلول ہو گئے۔ اور اسی زمانے مین کہ ۱۱۶۵ ہجری تھے احمد شاہ دُرّانی نے دوبارہ ہندوستان پر چڑھائی کی اور پنجاب پر پورے قابض ہو گئے۔ مغرب کے بعض راجون نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو لکھا کہ احمد شاہ دُرّانی قوم افاغنہ کی مدد کو آتے ہین اس خبر نے مرہٹون کو بڑے تردد مین ڈالا اور وہ سب مشورے کے واسطے مجتمع ہوے اور متفق الرائے ہو کر وزیر کے پاس گئے اور اُنکو ملامت کر کے کہا کہ تمنے احمد شاہ دُرّانی کی آمد ہم سے ذکر نہ کی اور اس خبر کو ہم سے مخفی رکھا اور انھون نے یہ بھی کہا کہ یہ تو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری اور تمھاری سپاہ نے مہم کی صعوبت دیکھ کر دل ہار دیا ہے اور عاجز ہو گئی ہین سوا اسکے پہاڑ کے پانی نے اُن مین ایسا اثر

حوالے کیے جب نواب احمد خان نے اُن خطوں کو دیکھا اُسے حسام الدین کو طلب کیا۔ حسام الدین کو خبر پہونچ چکی تھی کہ قاصد کو پٹھانوں نے گرفتار کرلیا ہے اور نواب کے روبرو لائے ہیں جب حسام الدین روبرو نواب کے آیا نواب نے اُس سے مخاطب ہوکر پوچھا یہ معز الدین کون شخص ہے جس سے تم خط وکتابت رکھتے ہو اُسے جواب دیا حضور میرا بھائی ہے تب نواب نے پوچھا کہ اُسے کیا لکھا تھا حسام الدین نے جواب دیا جو کچھ تحریر کیا تھا حضور کے روبرو ہے اسکے اعادے کی ضرورت نہیں ہے رستم خان بنگش و حاجی سردار خاں و مستجاب خاں اس وقت حاضر تھے انکی طرف متوجہ ہوکر احمد خاں نے کہا کہ یہ حسام الدین بڑا عالی نسب ہے اپنے حق نمک خوب ادا کیا دیکھو اسنے کیا جواب اپنے بھائی کو لکھا ہے تب احمد خاں نے وہ خط بآواز بلند پڑھکر سنایا انھوں نے سنکر حسام الدین کی بڑی تحسین و آفرین کی۔ نواب احمد خاں نے حسام الدین کی طرف پھر کر کہا کہ جو کچھ تم سے مجھے اُمید تھی وہی تمسے کیا انشاءاللہ بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ میں تمھیں اس صداقت شعاری کا عوض دونگا بعد ازاں حافظ رحمت خاں و ملّا سردار خاں و دوندے خاں و فتح خاں و سید احمد کو بلاکر نواب نے تمام حال کہا۔ سید احمد نے عرض کیا کہ میرے ماتحت کے لوگ دامن کوہ سے لے کر پیلی بھیت تک متعین ہیں میں اُن کو حکم بھیجدونگا کہ اگر کوئی پٹھان بارادہ گریز لشکر سے نکلے اُسکو فوراً قتل کرڈالو اور اُس کا اسباب ضبط کرلو اب یہ تمام روہیلہ سردار رخصت ہوے اور احمد خاں نے حاجی سردار خاں کو حکم دیا کہ قاصد کو لشکر سے نکالدو فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔

بالفرض یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ وزیر تھوڑے عرصے مین احمد خان پہ غالب آکر اُسکو اسیر یا قتل کرینگے تو اب مین آپ سے پوچھتا ہون کہ اگر وزیر احمد خان کے ہاتھون سے خوف مین ہوتے اور مین تمکو لکھتا کہ تم وزیر کو چھوڑ کر ہماری طرف آکر اپنی جان بچاؤ تو کیا آپ کی حمیّت اس بات کو قبول کرتی کہ باوجود سردار و سیّد ہونے کے جان بچاکر آبرو خاک مین ملا دیتے۔ مین سمجھتا ہون کہ آپ وزیر کا ساتھ چھوڑنا پسند نکرتے ''ہرچہ برخود نمے پسندی بر دیگرے مپسند'' مجھے آپ معاف رکھیے کہ ایسی نادانی کی تحریر مین منظور نہین کر سکتا ہون'' یہ جواب بھائی خان کے حوالے ہوا۔ اور وہ لیکر صاحبداد خان کے خیمے مین آیا اور اُسنے بھی جواب خط کا دیا۔ اور تحریر کیا کہ ''مین نے تمھارے پروانے اور خطوط تقسیم کر دیے جو کچھ اُس کا نتیجہ ہوگا اُس سے بعد کو اطلاع دیجائے گی مین قاصد کو رکھ نہین سکتا ہون کہ اس مین خود آفت مین پڑ جاؤنگا۔ اسلیے قاصد کو واپس بھیجتا ہون'' قاصد یہ دونون خط لیکر اپنے لشکر کی طرف واپس روانہ ہوا۔ روہیلہ چور جو نواب سید سعد اللہ خان اور نواب احمد خان کے لشکر کو دق کیا کرتے تھے دُزدی و رہزنی مین طاق تھے۔ اب اُنھون نے یہ شیوہ اختیار کیا تھا کہ توپخانے کی داہنی و بائین جانب پوشیدہ رہنے لگے۔ جب رات ہوتی وزیر کے لشکر مین جاتے اور گھوڑا اور اونٹ اور سامان جو کچھ ملتا لوٹ لاتے اور اُسکو بیچکر پھر اپنے مقام معہود مین مخفی جا بیٹھتے تھے اتفاقاً یہ قاصد اُنکے قریب سے ہوکر گذرا۔ اُنھون نے اُسکو گرفتار کر لیا۔ اور نواب احمد خان کے روبرو لائے۔ نواب نے قاصد کو سامنے بُلاکر پوچھا تم کس غرض سے لشکر مین آئے تھے اُس نے جان کے خوف سے کل حال بیان کر دیا اور دونون خط جو اُس کے پاس تھے

کا مضمون یہ تھا کہ میں نے وزیر سے تمھاری سفارش کی ہے اور وزیر نے فرمایا ہے
کہ سب کے موافق مرتبے کے نوکری و منصب عطا ہوگا اور میں نے مضبوطی کے واسطے
تنقہ وزیر کا مُہری لکھوالیا ہے۔ اسلیے تم کو لازم ہے کہ فوراً آؤ اور ہاتھ سے جلنے آ دست والے
اور اپنے خط اکھٹا رکھ کر وزیر کے ایک قاصد کے ہاتھ اپنے خاص نوکر بھائی خاں
کے ساتھ احمد خاں کے لشکر کو روانہ کیے۔ صاحب داد خان خشک و محبوب عالم
دونوں شمشیر خاں چیلے کے پاس نوکر تھے اور یکجائی کے سبب دونوں میں بڑی دوستی
ہوگئی تھی۔ گویا ایک جان دو قالب تھے۔ اور اس بھروسے پر محبوب عالم نے اسقدر
جسارت کی تھی۔ بھائی خان مذکور صاحبداد خان کے خیمے پر پہونچا اور کل خطوط
وغیرہ کاغذات اسکے حوالے کیے اور وہاں سے حسام الدین کے خیمے کی طرف چلا
اور پہونچکر معز الدین کا خط حسام الدین کو دیا اور جواب مانگا حسام الدین نے کھولکر
اس خط کو پڑھا۔ اور یہ جواب دیا۔

"آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ میں نواب احمد خاں کی ملازمت میں ہونے سے خوف
میں ہوں یہ تصور آپ اپنے دل سے دور رکھیے۔ نواب احمد خان کے پاس کم و بیش
ایک لاکھ جوان ہیں اور یہ سب کے سب بڑے بہادر کفن بردوش۔ لڑنے اور جان دینے پر
تیار ہیں۔ بلکہ جان سے ہاتھ دھو کے بیٹھے ہیں اور اس پر کمربستہ ہیں کہ یا تو فتح حاصل کریں
یا میدان میں مریں۔ آپ خود خیال کر سکتے ہیں کہ جو شخص مرنے پر آمادہ ہو اسکا مارنا
آسان نہیں۔

ہر کہ دست خویش از جاں شست | خود بماند دشمن خود را کشت
مردہ نے یاد نجات از دست مرگ | زندہ ہا در انتظار جملہ پشت

محبوب عالم تب رخصت ہو کر منشی کے پاس آئے جب یہ پروانے تیار ہو چکے وزیر کی خدمت
مین بغرض منظوری پیش ہوے۔ بعد ازان میر قدرت علی کے خیمے مین محبوب عالم کے
حوالے کیے گئے ایک شخص حسام الدین نامی گوالیار کا رہنے والا احمد خان کی رفاقت
مین تھا۔ اُسکا مکان شہر گوالیار کے باہر غوث پور مین تھا اُسکے دادا مخدوم ابو الحسن ولی
حضرت محمد غوث گوالیاری کے ہمشیرہ زادے اور داماد تھے۔ اِس حسام الدین کے
ایک چچا کا بیٹا میر معز الدین نام ولد شاہ خطیر الدین گوالیاری بادشاہ کا نوکرا ور
اس وقت وزیر کے لشکر مین حاضر تھا۔ میر قدرت علی اُسپر بہت اعتماد رکھتا تھا اور
اُسکی بڑی عزت کرتا تھا۔ سبب اِس کا یہ تھا کہ میر قدرت علی سید حسن دانشمند
وائی پوری کی اولاد سے تھا اور یہ سید حسن دانشمند میر حمید الدین کا خلیفہ تھا جو
محمد غوث گوالیاری کے نام سے مشہور تھے۔ اتفاقاً میر معز الدین قدرت علی کے خیمے
مین آیا اور میر محبوب عالم و معز الدین سے میر قدرت علی کے توسط سے دوستی پیدا
ہو گئی عین گفتگو مین محبوب عالم کو یہ معلوم ہوا کہ معز الدین حسام الدین کا چچازاد بھائی
ہے اور نہایت دوست بھی ہے محبوب عالم نے معز الدین سے کہا کہ تم حسام الدین کو
لکھ بھیجو کہ تمنے احمد خان کی نوکری کیون اختیار کی ہے وہ تھوڑے عرصے مین یا تو
قتل ہو جائیگا یا گرفتار ہو گا اسلیے مصلحت یہی ہے کہ فوراً وہان سے یہان چلے آؤ۔
اور کل اسباب اپنا وہین چھوڑ دو یہان مہیا ہو رہے گا۔ جس وقت تم یہان پہونچوگے
اُسی وقت وزیر سے ملاقات ہو جائے گی اور تمکو جاگیر و منصب حاصل ہو گا۔
میر معز الدین نے اِس مضمون کا خط لکھ کر محبوب عالم کے حوالے کیا۔ اور محبوب عالم نے
بھی جتنے اُسکے دوست و آشنا مؤشمس آباد کے تھے اُن سب کے نام چٹھیان لکھین اُن

سے وزیر کے یہاں نوکر ہو گیا تھا اُسکی ذہانت کی وجہ سے وزیر اُسکی صلاح کی بڑی قدر کرتے تھے ایک روز وزیر نے اُس سے کہا کہ میں نے افغانوں کے زیر کرنے کی بہت کوشش کی مگر کلام مجید کا مضمون اس موقع پر راست آتا ہے کہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ تم عقیل آدمی ہو بتلاؤ کیا تدبیر ہے جس سے میں اپنے دشمن پر فتحیاب ہو سکوں۔ سید نے جواب دیا کہ اس کج اندیش کے ذہن میں ایک تدبیر ہے مگر چونکہ کمترین ملازمان قدیم میں سے نہیں ہے اور اس خیال سے بھی کہ شاید غلامان حضور کے پسند نہو عرض نہ کیا۔ وزیر نے جواب دیا کہ ملازمان قدیم سے زیادہ تم پر اعتبار ہے جو کچھ خیال تمھارے دل میں ہو بلا تکلف بے خطر بیان کرو تب سید مذکور نے دریافت کیا کہ آیا حضور کی منشا فقط احمد خاں کے قتل یا گرفتاری کی ہے یا کل قوم افغاناں کا قلع و قمع ملحوظ خاطر ہے۔ وزیر نے کہا کہ دشمن میرا احمد خاں ہے۔ مگر چونکہ دوسرے بھی اُسکے شریک ہیں اسلیے مجھے تمام قوم افغانوں کا استیصال کرنا پڑا تب اُسنے پوچھا اگر دوسرے پٹھان احمد خاں کو چھوڑ کر حضور کے دربار میں حاضر ہوں تو اُنکے واسطے کیا تجویز ہو گی اُنھوں نے کہا اُنکے مرتبے و عزت کے مطابق اُن کے ساتھ سلوک کیا جائے گا جو ذی رتبہ ہیں اُنکو رتبہ و جاگیر ملے گی اور باقی داخل لشکر کیے جائینگے اب سید نے عرض کیا کہ اگر حضور کی ایسی تجویز ہے تو کمترین کی گذارش یہ ہے کہ ہر ایک شخص کے نام ایک ایک پروانہ مدستخط و مہر خاص لکھوا دیجیے اور یہ پروانے محکو عنایت ہوں اور ساتھ اسکے ایک حکم بھی جیسا مناسب رائے عالی ہو مجھے ملے وزیر نے سید مذکور کو حکم دیا کہ ہمارے منشی کے پاس ہمارا حکم لیجا کر حسب تجویز سید موصوف عالم پروانے تیار کرے اور جب سب تیار ہو چکیں سید موصوف کے حوالے کرے۔ یہ عدالت علی و سید

خدا نے میری دعا قبول کی اب تم اپنے بہادر سپاہی میرے تابع کردو تاکہ وزیر کو اُن کے فریب کا مزہ چکھادون۔ کھانڈے راؤ نے جواب دیا کہ جب وزیر فقط اپنے ہی بھروسے پر رہ جائینگے تو وہ آپ اپنے کیے کی سزا پائینگے۔ اب تمکو لازم ہے کہ فوراً یہان سے نکل چلو وہ سب سوار ہوکر چلے اور مرہٹے کے لشکر کو بائین جانب چھوڑکر دامن کوہ کی طرف روانہ ہوے جب وہ پٹھانون کے کیمپ قریب پہونچگئے تو کھانڈے راؤ نے اکر اپنے اپ سے مفصل حال کہا۔ کھانڈے راؤ کے واپس آنے کے بعد ملہار راؤ اور آپا سیندھیا وزیر کے پاس گئے اور کہا جب تمکو دغا منظور تھی تو ہمکو درمیان مین ڈالنے کی کیا ضرورت تھی اور کسی قدر سخت کلامی سے گفتگو کی وزیر نے نرمی سے جواب دیا کہ تمھارا کیا خیال ہے کہ بغیر دریافت حال اس قدر سختی سے بات چیت کرتے ہو جو اصل حال ہے وہ علی قلی خان سے جو نواب احمد خان کا بڑا دوست ہے دریافت کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ جب علی قلی خان وہان آیا وزیر نے اُس سے کہا کہ انسے کیفیت مفصل بیان کرو۔ اُسنے کہا کہ اس خیال سے کہ وزیر کے سپاہیون کو افغانون سے عداوت قلبی ہے مبادا وہ اُنکو کچھ ضرر پہونچائین اسلیے مین نے وزیر سے مشورہ لیکر ایک ہزار مغل سوارون کا پہرہ مہمانون کے خیمون کے گرد کر دیا تھا۔

وزیر کے حکم سے افغانون کے لشکر مین محبوب عالم کی سازش اور اُس کا کھل جانا

جب صلحنامے کی اول کوشش مین ناکامیابی ہوئی تب دوسری تدبیر کیگئی ایک شخص شمس آباد کا رہنے والا محبوب عالم نام بڑا ذی علم اور عقیل تھا یہ میر قدرت علی کی سفارش

نے کہاکہ میرے والد کی ماں قوم مغل سے تھی اور باپ پٹھان تھا چنانچہ جب وہ اصل مغل ری
کی طرف جاتا ہے تو بہادری سے میدان میں آتا ہے اور جب نسل مادری کی طرف رُخ کرتا
ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے اس جواب سے وزیر خاموش ہوگئے کیونکہ وہ خود قوم مغل سے
تھے۔ اسکے بعد وزیر نے اظہار اُداور آیا سیندھیا کی طرف مخاطب ہوکر کہاکہ میں نے
ابھی کچھ کھایا نہیں ہے آپ براہ عنایت اا محمود خاں سے رخصت ہوجیے۔ یہ سُن کر
دونوں سردار اپنے لشکر کو روانہ ہوے۔ وزیر تب محمود خان و حافظ رحمت خاں کو لیکر
اپنے خاص خیمے میں گئے اور خاصہ طلب کیا نقار اللہ خان نے مہمانوں کے واسطے
کھانا بھیجا۔ جب کھانے سے فارغ ہوے وزیر نے اسمٰعیل خاں کو حکم دیا کہ ہمارے سراچے
کے داہنی جانب اُنکے واسطے خیمہ استادہ کرے۔ جب خیمے کھڑے ہو چکے تو محمود خاں و
حافظ رحمت خان وزیر سے رخصت ہوے۔ جب ایک گھنٹہ رات گئی وزیر کے حکم
سے ایک ہزار مغلوں نے ان دونوں شخصوں کے خیموں کو گھیر لیا۔ جب محمود خاں اور
حافظ رحمت خاں کے نوکروں نے یہ حال دیکھا ہر ایک نے فرداً فرداً جاکر اپنے مالکوں سے
اطلاع کی مرہٹوں کے جاسوسوں نے معلوم کیا کہ کچھ دغا کا ارادہ ہو رہا ہے اس لیے
نہایت متردد ہوکر اپنے سرداروں کو خبر دی۔ کھانڈے راؤ یہ خبر سنتے ہی بلا اطلاع
اپنے والد کے وزیر کے لشکر کو گیا اُسنے دیکھا کہ ایک ہزار مغل سپاہی مہمانوں کے خیمے
کے گرد ہیں فوراً اُسنے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ان نالائقوں پر حملہ کرکے انکو منتشر کردو
یہ حکم سُنکر مغل بھاگ کھڑے ہوے۔ سراچے میں پہونچکر کھانڈے راؤ نے دیکھا کہ محمود خاں
و حافظ رحمت خاں مسلح بہ ارادہ مقابلہ کھڑے ہیں۔ کھانڈے راؤ کو دیکھ کر محمود خاں
نے مسکرا کر کہاکہ میں خدا سے دعا مانگتا تھا کہ میں کسی صورت سے وزیر تک پہونچ جاؤں

حافظ رحمت خان ٹھہر گئے۔ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے سبب پوچھا تب محمود خان نے کہا کہ آپ آگے جا کر وزیر سے اجازت لیجیے مین یہ چاہتا ہون کہ میرے سب ہمراہی ملاقات کے وقت موجود ہون وہ گئے اجازت مطلوبہ لائے اور اسمعیل خان کو حکم ہوا کہ دروازے پر جا کر کھڑا ہو تاکہ محمود خان کے آدمیون کی روک نہو۔ مرہٹے محمود خان و حافظ رحمت خان کو وزیر کے خیمے مین لے گئے یہان وہ منتظر ملاقات کے بیٹھے تھے۔ اِس سرایچے مین تین صحن تھے۔ محمود خان اول صحن سے گذر کر اپنے ہاتھی سے اُتر کر پالکی مین سوار ہوا دوسرے سردار پہلے ہی دروازے سے ہاتھی سے اُتر کر پالکی مین سوار ہوے تیسرے دروازے پر محمود خان نے توقف کیا اور اپنے ہمراہیون کو اندر جانے کا حکم دیا جب سب اندر پہونچگئے اُسکے بعد وہ اندر جا کر ٹھہرا تب ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے آگے بڑھکر اُسکو پالکی سے اُتارا اور اُسکے ساتھ چلے۔ محمود خان لب فرش پہونچکر آداب بجالایا وزیر نے کہا مرحبا اور دونون ہاتھ پھیلا کر گلے سے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا یہ رسم مغلون کی تھی کہ بوقت ملاقات وہ جسکو زیادہ عزیز رکھتے اُسکی پیشانی کو بوسہ دیتے وزیر نے آگے بڑھکر اپنی داہنی جانب کی مسند پر محمود خان کو بیٹھنے کو کہا محمود خان نے اُس وقت چند اشرفیان ہاتھ مین لیکر نذر گذرانین۔ وزیر نے نہایت لطف و مہربانی سے نذر واپس کی۔ لیکن محمود خان نے اصرار کیا تب اُنھون نے تبسم کر کے نذر قبول کی۔ اس کے بعد محمود خان بیٹھا وزیر نے اُس کا ہاتھ لیکر اپنے سینے سے لگایا اور نہایت شفقت سے بات چیت کرنے لگے۔ اِدھر اُدھر کی باتون کے بعد وزیر نے کہا پٹھان بھاگا نہین کرتے ہین تمھارا باپ کیون اتنی دور بھاگ گیا ہے۔ محمود خان نے جواب دیا اسکی وجہ یہ ہے کہ میرا باپ دو غلہ ہے وزیر نے پوچھا اُسکے کیا معنی محمود خان

احمد خان کے بیٹے کو وزیر کے لشکر مین لانے کے واسطے بھیجا آیا سید عیاے
احمد خان سے کہلا بھیجا تھا کہ اپنے بیٹے کو بھیجنے مین کوئی عذر نہ کرنا اس کھانڈے راو
مع ہمراہیوں کے نواب احمد خان کے مورچے کے قریب پہونچا اُسکے آنے کی خبر
نواب احمد خان کو پہونچی اُس نے اُس وقت محمود خان کو طلب کیا اور کچھ اُس
کے کان مین کہا اور دو سو سواروں کو اُسکے ساتھ کیا اور نواب سید سعد اللہ خان
نے حافظ رحمت خان کو بھیجا جب کھانڈے راو نے انکو آتے دیکھا اپنے ہاتھی سے
اُتر پڑا اور بغلگیر ہوا۔ بعد ازاں جب پھر سوار ہو گئے تو کھانڈے راو نے اپنا ہاتھی
محمود خان کے ہاتھی کے پیچھے رکھا اور اس طرح سے مرہٹوں کی لشکرگاہ مین
پہونچے۔ ملہار راو اور آپا سید عیا اور تانتیا گنگا دھر اور دوسرے سردار پیشوائی کو
آئے جب وہ سامنے پہونچے اُتر پڑے اور محمود خان اور حافظ رحمت خان سے بغلگیر
ہوے۔ بعد ازاں ملہار راو نے انکو ایک خیمے میں لیجا کر ایک مسند پر بٹھایا اور مرہٹہ سردار
گرد بیٹھے اُس وقت وکس کے تحائف پیش کیے گئے۔ چند اشیا تو محمود خان نے قبول
کین باقی گھوڑا و ہاتھی وغیرہ اُس نے واپس کر دیے۔ بعد ازاں سرداران مرہٹہ
وزیر کے لشکر مین گئے۔ اور کہا سردار ذی مرتبہ صاحبزادے کو لانے کے واسطے روانہ
کرو۔ نواب سالار جنگ اور علی قلی خان کو جانے کا حکم ہوا۔ سرداران مرہٹہ اُنکے ہمراہ
واپس آئے۔ جب مناسب فاصلے پر پہونچے۔ صف باندھ کر کھڑے ہوے اُنکے آنے
کی خبر سنکر محمود خان اور حافظ رحمت خان لشکر سے نکلے اُنکو آتے دیکھ کر نواب سالار جنگ
آگے بڑھا اور جب قریب پہونچا اپنے ہاتھی سے اُتر پڑا اور اُن سے بغلگیر ہوا تب
یہ سب باہم وزیر کے لشکر میں پہونچے۔ جب تھوڑا فاصلہ باقی رہا محمود خان اور

ہونا چاہئے مگر کسی حال مین مجھے یہ منظور نہین ہے کہ محمود خان دشمن کے لشکرگاہ مین
جائے۔ حافظ رحمت خان کو اختیار ہے کہ چاہین جائین یا نہ جائین کیونکہ اُن مین
اور وزیر مین مخفی اتحاد ہے۔ احمد خان نے سردار خان کو جواب دیا کہ مین تمھاری صلاح
کو بدل پسند کرتا ہون اور اسپر عمل کرون گا بعدازان نواب احمد خان اپنی لشکرگاہ
مین واپس آیا اور دوسرے روز علی قلی خان سے کہا گو مجھے خود تمپر اعتماد کامل ہے
مگر روہیلہ سردار مرہٹون کی وساطت کے بغیر میرے بیٹے کے بھیجنے مین رائے نہین
دیتے ہین یہ سُن کر علی قلی خان نے جواب دیا کہ واللہ روہیلہ سردار نہایت
ذی ہوش اور دُور اندیش ہین یہی میری خواہش تھی جو اُنھون نے صلاح دی
میری جو مُراد صلح سے تھی وہ حاصل ہے کیونکہ میری غرض صرف تمکو صلح کی طرف
راغب کرنیکی تھی نواب احمد خان نے جواب دیا تمھاری دوستی میرے دلپر گویا پتھر کی
لکیر ہے بعد اس ملاقات کے علی قلی خان رخصت ہوکر اپنے لشکر مین آیا اور وزیر سے
ملاقات کی کُل ماجرا مفصل بیان کیا اور کہا مین نے احمد خان کو صلح پر راضی کرلیا
ہے مگر شرط یہ ہے کہ صلحنامہ بتوسط ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے ہونا چاہیے اسلیے
کھانڈے راؤ محمود خان و حافظ رحمت خان کو لانے کے واسطے بھیجا جائے۔ وزیر
نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو طلب کرکے کہا کہ نواب احمد خان کے بیٹے کے یہان
لانے کی تدبیر کرو جب وہ یہان آئے گا ہم کوئی تصفیہ کرلینگے ان دونون سردارون
نے منظور کیا مگر یہ کہا کہ ایسی کوئی بات نہونے پائے کہ پھر ہمکو وزیر سے مخاصمت
پیدا کرنا پڑے۔ وزیر نے باوجود اپنے مرتبے کے مجبور ہوکر قسم کھائی کہ اس سے
میرا ارادہ دغا کا نہین ہے۔ تب ملہار راؤ نے اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو نواب

کے خیمے میں گیا۔ دوستانہ گفتگو کے بعد معاملات کا مدعا درمیان آیا۔ علی قلی خان نے بادشاہ کا دستخطی شقہ جو نواب احمد خان کے نام تحریر تھا نکالا۔ احمد خان نے اس شقے کو سر پر رکھا تعظیم کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور دلی کی طرف منھ کر کے آداب بجا لایا۔ بعد ازاں شقہ کھول کر پڑھا اس کا مضمون بجز خاص خاص سرداروں کے کسی اور سے ظاہر نہ کیا شرائط صلح شروع ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد معلوم ہو گیا کہ بادشاہ نے صلح کر لینے کا حکم دیا ہے۔ احمد خاں نے شقہ شاہی کو پڑھ کر پوچھا آخر اس سے بادشاہ کی منشا کیا ہے۔ علی قلی خان نے کہا کہ تم اپنے بیٹے محمود خاں اور نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام حافظ رحمت خان کو میرے ہمراہ بھیجدو تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ گو وزیر نے حکم شاہی کی بجا آوری میں کوتاہی کی مگر احمد خاں نے خود فرمان شاہی الامر فوق الادب سمجھ کر اطاعت کی اور اپنے بیٹے محمود خاں اور نواب سید سعد اللہ خان کے خاص سردار کو وزیر کے لشکر میں بغرض صلح بھیجدیا۔ اس میں وزیر کی بھی آبرو رہے گی اور مراتب شاہی بھی ملحوظ رہینگے۔ احمد خان نے جواب دیا کہ اس امر میں بغیر مشورہ اپنے سرداروں کے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ احمد خان فی الفور سوار ہو کر نواب سید سعد اللہ خاں کی فرودگاہ میں آیا اور حافظ رحمت خان اور دوسرے سرداروں کو طلب کر کے امر مذکور میں صلاح پوچھی۔ ملّا سردار خاں جو اُن سب میں عمر میں زیادہ تھا بولا کہ علی قلی خان کی کیا بساط ہے۔ نواب احمد خاں نے پوچھا تمہاری اس سے کیا غرض ہے ملّا سردار خاں نے جواب دیا کہ معاملہ صلح ایسے شخص کے توسط سے ہونا چاہیئے جو خود کچھ قوت اور اختیار رکھتا ہو۔ اگر ضرورت پڑے تو تعمیل شرائط میں مجبور کرے اور درصورت فسخ معاہدہ مقابلہ پیش آسکے اس کا مطلب یہ تھا کہ صلح نامہ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے توسط سے

علی قلی خان نے بادشاہ کا زبانی پیام یعنی احمد شاہ دُرّانی کی آمد کی خبر بیان کی۔
وزیر نے کہا کہ اگر صلح کی درخواست میری طرف سے ہوگی تو اس مین تمام عمر
کے واسطے میری توہین ہوگی پس کس صورت سے صلح کرنی چاہیے۔ علی قلی خان نے
جواب دیا کہ مجھ مین اور احمد خان غالب جنگ مین قدیم سے رابطۂ اتحاد ہے اگر تمھاری
مرضی ہو تو مین احمد خان سے ملاقات کرکے اُس کو صلح کی طرف مائل کرون۔ وزیر
اس تدبیر سے بہت محظوظ ہوے۔ علی قلی خان نے احمد خان کو ایک شوقیہ خط اس
مضمون کا بھیجا کہ مجھے تمھاری ملاقات کی کمال آرزو ہے۔ احمد خان نے یہ خط پڑھکر
حافظ رحمت خان اور دوسرے سردارون روہیلہ سے ملاقات کی اور خط کا مضمون
کہا سب نے یہی صلاح دی کہ چونکہ علی قلی خان آپ کا دوست ہے اسلیے ملاقات
مُناسب ہے۔ نواب احمد خان نے جواب لکھا کہ آپکے استفسار کی کیا ضرورت تھی
آپ کا گھر ہے جب یہ جواب پہونچا علی قلی خان نے وزیر سے کہا۔ وزیر نے اُس سے قسم لی
کہ ہرگز اشارہ صلح کا میری جانب سے نہ متصور ہو۔ علی قلی خان نے کہا کہ تم خاطر جمع
رکھو کیونکہ مین سمجھتا ہون کہ تمھاری توہین عین بادشاہ کی اہانت ہے جب علی قلی خان
نواب کے توپخانے کے قریب پہونچا تو احمد خان کا بیٹا محمود خان استقبال کو آیا۔ جب
محمود خان وہان پہونچا۔ دونون باہم بغلگیر ہوے۔ اور ایک ہاتھی پر سوار ہوکر احمد خان
کے خیمے کی طرف روانہ ہوے۔ نواب اُٹھکر لب فرش تک استقبال کو آیا اور اُس سے
بغلگیر ہوا۔ ہاتھ مین ہاتھ دیے ہوے مسند تک گئے بہت دیر تک باہم دوستانہ گفتگو
ہوتی رہی بعد ازان علی قلی خان کو ایک خیمے مین پہونچایا جو خاص اُسی کے آرام
کے واسطے ایستادہ تھا اور کھانا ہر قسم کا تیار کراکے بھیجا گیا۔ شام کو احمد خان علی قلی خان

غرض ملہار راؤ اور آپا سیندھیا نے وزیر کو اس حرکت بزدلی سے جو بالکل منافی اسکے مرتبے کے تھی باز رکھا اور وزیر واپس آکر پھر اپنی سابق جگہ مین قیام پذیر ہوے۔ روز مرہ کے حملے توپون سے ختم ہو گئے کیونکہ اُنکی گاڑیان اور مسالہ پٹھانون نے جلا دیا تھا۔ ان جوانمردیون کے باعث پٹھانون کا گیا ہوا رعب لوگون کے دلون میں بیٹھا جاتا تھا۔ مرہٹوں کے دل محاصرے سے ایسے اُکتا گئے کہ انکو لڑائی تو زیادہ کرنی پڑتی تھی اور غنیمت کچھ ہاتھ نہ آتی تھی اسکے علاوہ موسم کی تبدیلی اور آب وہوا کی خرابی نے دونوں فریقوں کی صحت میں نقصان پیدا کرنا شروع کر دیا۔

فائدہ میں نے جو مسالا لکھا ہے اور مصالحہ نہین لکھا تو وجہ اسکی یہ ہے کہ اُردو کے محاورے کے اعتبار سے اول درست ہے نہ دوم۔ منیر کی ؔ رباعی ہے

ہے قحط مین مشکل اک نوالا کھانا رکھتا ہے نہ گھی نہ کچھ مسالا کھانا
ہر لقمۂ خشک حلق مین پھنستا ہے تیار ہوا ہے کیا اُبالا کھانا

ابو المنصور خان صفدر جنگ اور پٹھانون مین علی قلی خان کے توسط سے عہد وپیمان کی تجویز اور اُس مین ناکامیابی

وزیر کو اس ہجوم مشکلات سے دن رات تردد رہتا تھا اس وقت علی قلی خان وزیر کے لشکر میں بادشاہ دہلی کا شُقہ لیکر داخل ہوا۔ یہ شقہ خاص بادشاہ کا دستخطی تھا جس مین یہ تحریر تھا کہ احمد خان سے فوراً صلح کر لینی چاہیے۔ یہ شقہ وزیر کے حوالے کر کے

فاتحہ خیر پڑھکر دشمن کی طرف چلے دونون جانب سے پشیتربان اور بندوق سرہوے
اور ایک گھنٹہ تک اسی طرح لڑائی ہوتی رہی آخرالامر پٹھان بڑھکر دشمن پر جا پہونچے
اور تلوار چلنے لگی افغانون نے اس سختی سے حملہ کیا کہ اتیتون نے تاب نہ لاکر ہٹنا شروع
کیا اس وقت اندر گر کا چیلہ اتیتون پر حکمران تھا جب اُسنے دیکھا کہ ناگون اور اتیتون
نے منھ پھیر لیا تو وہ گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور اُن کو مجتمع کرنا چاہا اور اپنے خاص خاص
ہمراہیون سے کہا کہ تلوار لے کر حملہ کرو اُنھون نے اُسکے حکم کی تعمیل کی اور خوب جانبازی
سے لڑے اُنمین سے بہت سے مارے گئے اور باقی منتشر ہوگئے۔ تب خود اتیتون کا سردار
شمشیر بدست سامنے آیا اور ایک پٹھان فقط تلوار لیکر اُسکے مقابل ہوا۔ تھوڑی دیر لڑکر
پٹھان نے اُسکو مار لیا اور اُس کا سر تن سے جدا کر لیا۔ جب اتیتون نے دیکھا کہ اُنکا سردار
قتل ہوا بھاگ کھڑے ہوے راجہ اندر گر یہ برگشتگی طالع دیکھ کر میدان جنگ سے پھرا۔
پٹھانون نے وزیر کے لشکر تک اُسکا تعاقب کیا اور غروب آفتاب کے وقت وہان پہونچے
بعد غروب اس قدر تاریکی ہوئی کہ ایک دوسرے کو شناخت نکر سکتا تھا۔ نواب احمد خان نے
فوراً قاصد روانہ کیا اور حکم دیا کہ سب تعاقب سے واپس آئین پٹھانون نے وزیر
کی توپون کی گاڑیون مین آگ لگا دی اور مع مال غنیمت اپنے لشکر مین واپس آئے
جب وزیر نے اندر گر کی شکست کی خبر سُنی نہایت افسردہ خاطر ہوے اور اپنے
خیمے سے نکلکر ہاتھی پر سوار ہوے اور کاشی پور کی طرف بھاگے۔ جب ملہار راؤ اور
آپا سیندھیا کو وزیر کے گریز کی خبر ملی بہت سی فوج لیکر اُن کا تعاقب کیا اور
کاشی پور پہونچکر اُنکے سدّراہ ہوے اور وزیر کے پاس پہونچکر بولے کہ شکست تو
اندر گر کو ہوئی آپکی اس بزدلی کا کیا باعث ہے اُسنے اپنے غرور کی واقعی سزا پائی۔

کے روبرو گیا اور حملہ کرنے کا حکم پایا قبل حملہ کرنے کے راجہ امدر گرنے وزیر سے درخواست
کی کہ مغل اور شیرچے کو حکم ہو کہ اول وہ داؤں کا حملہ نجیب خاں اور سید احمد کے
مورچے پر کریں تاکہ کل پٹھان اُس طرف متوجہ ہوں اور نجیب خاں کی مدد کو جائیں
احمد خان کی جانب خالی چھوڑیں اور کوئی پٹھان اُس کا معاون نہ رہے اُس وقت
مین اُسپر حملہ کرونگا وزیر نے اسکے حسب لخواہ حکم دیا راجہ امدر گرنے بڑھکر نشیب میں
مقام کیا اور منتظر موقع کا ہوا اور مغلوں نے نجیب خان کے مورچے پر حملہ کیا لڑائی
شروع ہوگئی۔ مغلوں نے حتے المقدور بڑی جوانمردی کی مگر نجیب خان نے بھی
خوب دلجمعی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنے دوستوں سے کہا کہ ابھی گولہ باری موقوف
کرو جب دشمن قریب آئے تو تلوار سے مقابلہ کرنا نجیب خان نے بخشی سردار خاں
اور دوندے خاں سے کہلا بھیجا کہ اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر آئیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے
خاص حملہ میری طرف کیا گیا ہے۔ حافظ رحمت خان یہ دیکھ کر کہ نجیب خان پر حملہ
ہوا سوار ہو کر نواب احمد خاں کے پاس پہونچے مگر قبل انکے پہونچنے کے نواب احمد خاں
ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے مورچے کو جاچکا تھا۔ حافظ رحمت خاں نے نواب سے کہا
کہ آج خاص حملہ نجیب خان کے توپخانے کی طرف ہے نواب نے جواب دیا کہ
نجیب خاں پر فقط دھوکے کا حملہ ہے اصل حملہ مجھپر قوم اتیت کے ہاتھ سے ہوگا۔
اسلیے تم اپنے مورچے کو جاؤ اور اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ سب ہوشیار رہیں
ڈیڑھ گھنٹہ دن رہے اتیتوں کی فوج میدان میں آئی۔ پٹھان تمنداروں نے
اپنی سپاہ کی صف بندی کی اجازت چاہی نواب احمد خاں نے اُنسے کہا کہ فاتحہ
پڑھ کر جنگ کا ارادہ کرو افغانوں نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور

میدان جنگ سے کاشی پور کی طرف بھاگ جانا

مرہٹون کا اُنکا تعاقب کرکے روک لینا

وزیر نے اس خبر کو اپنے معتمدون سے بھی مخفی رکھا۔ دوسرے روز اُنھون نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور گنگا دھر تانتیا اور سورج مل جاٹ کو طلب کیا اور کہا دو مہینے تو گذر گئے اور ہنوز روز اول ہے تم ذرا بھی آگے نہ بڑھے اور نہ کچھ مدد دی۔ آپا سیندھیا نے سب سے پہلے جواب دیا کہ ہم میدان کی لڑائی لڑتے ہین نہ خارستان اور قلعہ و خندق کی۔ راجہ اندر گر گوشائین نے کہا کہ تمھارا دشمن میدان مین ہے نہ وہ قلعہ مین ہے نہ خندق مین فقط پانی سد راہ ہے دو گوشون مین مشرق و مغرب کی طرف پانی نہین ہے۔ مشرق کی طرف نجیب خان اور سید احمد خان کا توپخانہ ہے اور مغرب کی سمت نواب احمد خان ہے اگر کوئی شخص تھوڑی بھی تکلیف کرے تو ایز فتح حاصل کر سکتا ہے۔ آپا سیندھیا نے کہا کہ تم بھی تو نواب وزیر کے نوکر ہو تھین اتنی تکلیف کیون نہین کرتے ہو۔ اندر گر نے کہا کہ کل مین نواب احمد خان کے مورچے پر حملہ کرون گا اور بے مدد اُسپر قبضہ کر لون گا وزیر کے اقبال سے احمد خان کو زندہ گرفتار کر لاؤن گا۔ یا اُسکا سر نیزے پر لاؤنگا سرداران مرہٹہ نے جواب دیا اس سے بہتر اور کیا ہے سب سردار رخصت ہو کر اپنے اپنے مقام کو گئے آپا سیندھیا نے نواب احمد خان سے کہلا بھیجا کہ کل راجہ اندر گر تمپر حملہ کریگا اور مجھے اُمید ہے کہ وہ یا تو مارا جائے گا یا شکست کھائے گا۔

جب رات ختم ہوئی اور آفتاب مشرق سے طلوع ہوا راجہ اندر گر پندرہ ہزار سوار و پیادہ کی جمعیت سے کہ سب اتیت اور ناگے تھے بان اور بندوق سے مسلح ہو کر وزیر

متعین تھا اس مضمون کا آیا کہ جاسوسوں نے بادشاہ سلامت کو خبر دی ہے کہ

احمد شاہ دُرّانی اپنے ہم قوم افغانوں کی مدد کو آتا ہے۔ اور دُرّانی مذکور نے افغان کوہستانی کو اطلاع دی ہے کہ میں آتا ہوں سب کے سب دریائے سندھ کے کنارے مجتمع ہو کر میرے منتظر رہیں۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ جب بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو نہایت متردد ہو کر میر درجنگ سے کہا کہ صفدر جنگ میری تمام فوج اور ہر مقام سے رمیندار دن کو لے کر بیہودہ جنگ کرنے گیا ہے اب تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا ہے کہ وہ احمد خاں اور روہیلوں پر غالب آیا یا فتحیاب ہونے کی کچھ امید بھی ہے اب ہم کیا کریں میر درجنگ نے آداب بجا لا کر التماس کیا کہ جو کچھ غلام سمجھتا تھا وہی پیش آیا۔ کمترین نے حضور عالی کو پیشتر سے آگاہ کر دیا تھا۔ چونکہ حضور نے اس امر میں جاوید خاں سے صلاح لی تھی اس لیے اب اُس سے پوچھا چاہیے کہ کیا کرنا چاہیے۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا یہ تو سچ ہے مگر خطا انسان سے ہوہی جاتی ہے تمکو یہ لازم نہین ہے کہ مشورہ دینے سے انکار کرو۔ تب میر درجنگ نے کہا کہ صفدر جنگ کے نام ایک شُقّہ روانہ ہونا چاہیے کہ احمد شاہ دُرّانی اس طرف آتا ہے اِسلیے تمکو لازم ہے کہ احمد خان سے صُلح کر لو اور یہ صلاح دی کہ جلی قلمی خان جنکا اس قاصدی پر بھیجا جائے۔

راجہ اندرگر گوشائین کے اٹیتون کا نواب احمد خانِ پر حملہ۔ اندرگر کا شکست پانا وزیر کا اندرگر کی شکست سے نہایت شکستہ خاطر ہو کر

اور سیر بھر گوشت ایک اشرفی کو فروخت کرتے اور فروخت کرنے کی یہ ترکیب تھی
کہ دور سے پٹھانون کو گائے کا گوشت دکھایا جاتا وہ قیمت اوپر سے ڈالدیتے
بیچنے والا قیمت لیکر ہٹ جاتا خریدار پہونچکر گوشت اُٹھا لیتا اور پٹھانون کے لشکر مین
رسد کی اتنی کمی تھی کہ رفتہ رفتہ ایک گائے اور بھینس ایک ایک پیسے کو وزیر کے
لشکریون کے ہاتھ فروخت کرنے لگے یہ بیان غلط ہونے مین اتنا واضح ہے کہ اس کی
تردید کی بھی ضرورت نہین۔

جنگل بہت گھنا تھا اور رستہ نہایت ناہموار تھا اس وجہ سے وزیر کا بڑا توپخانہ
بہت دیر مین پہونچا ہر روز دن نکلے وزیر ہاتھی پر سوار ہوکر خود تو پیچھے رہتے اور
مرہٹون کو لڑنے کے واسطے آگے کرتے تھے اور اپنا توپخانہ پٹھانون کے توپخانے
کے مقابل لاتے تھے اُنکے توپخانے کا گولہ اتنا بلند جاتا تھا کہ پٹھانون کے توپخانے کے
اوپر سے گذر کر پیچھے کے میدان مین جاکر گرتا تھا اس کوس بھر کے میدان مین اولے
کی طرح گولے برستے تھے صبح سے شام تک توپین چلا کرتی تھین اور شام کو واپس آتے
تھے وزیر کا توپخانہ تھوڑی دیر بعد آتا تھا اور رات ہونے نہین پاتی تھی کہ وزیر
اپنی توپین بنظر احتیاط اپنے لشکر کے قریب کھچوا لیجاتے تھے ہر روز اسی طرح جنگ
ہوتی تھی دو مہینے یہی حال رہا مگر افغانون کو اس سے بھی کچھ ضرر نہوا۔ پہاڑ سے ایک نالہ
جاری تھا یہ اور بھی وزیر کی تدبیر مین حارج تھا۔ پٹھان اس نالے سے نہر کاٹ لائے
تھے اور اُس کا پانی اپنے لشکر کے گرد پہونچایا تھا۔ ملہار راؤ اور سورج مل جاٹ نے
بہت کوشش راستہ معلوم کرنے کی کی مگر بے سود ہوئی۔

اس وقت وزیر کے پاس ایک خط اُنکے کارندے کے پاس سے جو دربار شاہی مین

سامان خرید کیا اور شکر حدا بجا لائے اور کھانے پکانے مین مصروف ہوے۔
جب وزیر گنگا پار ہوے تو انھوں نے ملہار راؤ کو سخت تاکید کی کہ اپنا لشکر لیکر دشمن کا تعاقب کرے لیکن مرہٹہ سردارون نے بہ ایفاے اپنے قول کے توقف اور عذر کیا کہ تانتیا گنگا دھرا ور مُغل افغانون کے تعاقب میں گئے ہین اسلیے مناسب ہے کہ انتظار کیا جائے کہ دشمن کس طرف کا ارادہ رکھتے ہین جب معتبر خبر مل جائیگی تو اُس وقت کوچ یلغار کرنا مناسب ہوگا تھوڑے عرصے میں خبر ہوئی کہ پٹھان دامن کوہ کی طرف گئے مرہٹوں نے بہ تعجیل تمام کوچ کیا۔
عماد السعادت اور تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ و سلطان الحکایات مین لکھا ہے کہ صفدر جنگ آنولے میں پہونچے تو وہاں نواب سید سعد اللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان مرحوم کو اُنھوں نے قتل کروایا اور دو روز آنولے میں ٹھیر کر بہ عجلت تمام وزیر پٹھانوں کے تعاقب میں کوچ کیا۔ لیکن قتل نواب سید سعد اللہ خان کی حکایت محض غلط ہے اُس کا انتقال تو سنہ ۱۱۷۸ ہجری کو سل کی بیماری سے ہوا تھا جیسا کہ فرح بخش مولفہ شیو پرشاد میں مفصل مذکور ہے بہر صورت مرہٹوں کی فوجیں تعاقب کرتی ہوئیں پٹھانون کے قیام گاہ کے تین کوس قریب جا پہونچین یہاں اُنھون نے مقام کیا۔ اور وزیر نے اپنا لشکر موضع چلکیا میں ڈالا۔ اور پٹھانوں کے اُس طرف کے تمام راستے سد کر لیے تاکہ بھوک دپیاس کی شدت سے مجبور ہو کر قبضے مین آجائیں۔ مگر پٹھانون کی پس پشت پہاڑ کی جانب سے انکو رسد پہونچنے کا عمدہ ذریعہ میسر تھا۔ عماد السعادت میں لکھا ہے کہ پٹھانوں کے پاس پہاڑ سے جو رسد آتی تھی وہ اُنکی جماعت کثیر کو کافی نہ تھی اس لیے گوشت کھا کر بسر کرتے تھے وزیر کے لشکر کے غریب آدمی یہاں سے گوشت لے جاتے

بھی جنگ کر سکتے ہین مگر غذا بہم پہونچانا نہایت ضرور ہے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ الموڑے کا راجہ اپنی دامن کوہ کی ریاست کے ناظم سید احمد کو نہایت عزیز رکھتا ہے اور سید موصوف ہماری قوم کا بھی خواہ ہے اگر آپ سید کو کچھ تحفے تحائف دیگر راجہ کے پاس بھیجین اور اُس سے درخواست غلے کی بہم رسانی کی کرین تو بہت مناسب ہوگا۔ نواب احمد خان نے اِس تجویز کو پسند کیا۔ حافظ رحمت خان احمد خان سے رخصت ہو کر سیدھے سید کے پاس گئے۔ سید مذکور نجیب خان کے قریب توپخانے مین تھا اور جو تجویز کیا تھا اُس سے بیان کیا۔ سید کو نواب احمد خان کے پاس بُلا لائے نواب نے اُس کو خط و تحائف دیے اور الموڑے کی طرف رخصت کیا۔ سید کے پہونچنے سے قبل وزیر کا وکیل مہدی جنگل کی راہ سے راجہ الموڑہ کے پاس آیا وزیر کا پیغام یہ تھا کہ ہمارے دشمنون نے دامن کوہ مین پناہ لی ہے۔ ہم تمھاری دوستی سے امید رکھتے ہین کہ اُن کو رسد نہ پہونچنے پائے بعوض اسکے نواب سید سعد اللہ خان کا تمام ملک تمھاری ریاست مین شامل کر دیا جائیگا جب سید مع تحائف وہان پہونچا اور نواب احمد خان کا خط دیا۔ الموڑے کے راجہ کے وزیر نے صفدر جنگ کے وکیل کو رخصت کیا اور کہا کہ یہ انسانیت سے بعید ہے جو ہمارے یہان آکر پناہ لے ہم اُس پر کھانا بند کرین۔ اُسنے فوراً اپنے کارندون کو حکم دیا کہ جو گانؤن والے پٹھانون کے لشکر سے قریب ہین اُنسے کہو جلد غلہ لاد کر اُن کے لشکر مین پہونچائین اور سید کو جواب دیکر رخصت کیا سید یہان پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ ہزارون پہاڑی غلہ سر و پشت پر لیے ہوے نمودار ہوے اور بیچنا شروع کیا پٹھانون نے اِس غلّے کو نعمت عظمےٰ تصوّر کیا۔ بیچارے بھوکون مر رہے تھے۔ اُسکو بہت غنیمت جانا جاتا جسکو درکار

گلستان رحمت اور حلیفہ غیاث الدین مؤلف منتخب العلوم کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ پٹھان آنولے سے نکلکر مقام چلکیا میں پناہ گزین ہوے تھے اور مولوی قدرت اللہ شوق نے طبقات الشعرا میں حارانے کاظم خاں شیدا کے حالات میں لکھا ہے کہ جب ابوالمنصور خاں صفدر جنگ سے پٹھانوں نے سہرم ہو کر جنگل چلکیا داس کوہ کماؤں میں پناہ لی تھی تو شیدا نے اس واقعہ کی تاریخ فساد عظیم (۱۱۶۵) سے نکالی تھی اور ماثر الامرا و سیر المتاخرین و خزانہ عامرہ مین ذکر کیا ہے کہ کوہ مداریہ جو کوہ کماؤں کی ایک شاخ ہے افاغنہ نے پناہ لی تھی اور عماد السعادت میں بیان کیا ہے کہ گنگوڑ کے ٹیلے پر پناہ لی تھی۔ اس جنگل مین تین طرف سے دشوار گذار خارستان تھا اور ایک طرف جدھر سے راہ تھی افغانون نے عمیق خندق کھود دی اور برج بنائے اب یہ مقام بہت مستحکم او بے گذر ہو گیا کہ افغانوں پر یکایک حملہ کرنا سخت دشوار اور خطرناک تھا پٹھانون نے اس جنگل کے وسط مین اپنی لشکرگاہ قائم کی اور توپیں قرینے سے کھڑی کرکے ڈھیروں سے کس دیں مدت تک یہ مقام سنگر کے نام سے مشہور رہا۔ لطائف اللغات میں لکھا ہے کہ سنگر بفتح سین مہلہ و سکون نون و فتح کاف فارسی وسکون رائے مہلہ وہ احاطہ جو لشکر کے آس پاس حفاظت کے لیے تیار کرتے ہیں عربی میں اس کو حصار کہتے ہیں۔

باوجود اس سب کے پٹھان نہایت مضطر تھے کہ کہیں سے سامان رسد کا انتظام نہ تھا اور کھانا اُنکے پاس بالکل نہ تھا تھوڑے عرصے تک اُنھوں نے نیشکر پر بسر کی اور کہیں سے کوئی سامان مُہیا نہوا۔ نواب احمد خاں نے حافظ رحمت خاں کو خطاب کرکے کہا کہ قادر مطلق نے ہمکو جلنے کے امن تو ایسی عطا کی ہے کہ جہاں سے ہم شاہ ہفت اقلیم سے

جائے امن تلاش کرو احمد خان نے اس خط کو پڑھکر نواب سید سعد اللہ خان اور اُن
کے سرداروں سے سب حال کہا اور قاصد کو سات اشرفیاں دیکر رخصت کیا افغان
فی الفور جانب کوہ روانہ ہوے اور دوسرے روز جنگل مین پہونچ گئے۔ شیو پرشاد
کی فرح بخش مین یون لکھا ہے کہ ملہار راؤ وغیرہ نے افغانون کے ساتھ اس قدر
سلوک کیا کہ دو تین دن کا توقف اپنے کوچ مین کیا کہ افاغنہ خیریت سے جنگل مین
پہونچ گئے اگر مرہٹے تعاقب کیے ہوے چلے آتے تو افاغنہ مین سے کوئی بھی صحیح وسالم
وہان تک نہ پہونچ سکتا۔ اور منتخب العلوم مین کہا ہے کہ ملہار راؤ نے دوندے خان
کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو یہان سے چلے جاؤ ورنہ یہان تباہ ہو جاؤگے
تمھارے تمام خاندان خراب ہو جائینگے اُنھون نے جواب دیا کہ اگر ہم نے یہان سے
کوچ کیا تو تم ہمارا تعاقب کروگے اسلیے ہمکو یہان ہی شہید ہو جانا بہتر ہے۔ ملہار راؤ
نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم جنگل مین نہ پہونچ جاؤگے ہم تعاقب نہین کرینگے تمام افغان
چلکیا پہونچ گئے یہ مرہٹون کا احسان سمجھنا چاہیے جیسا کہ یہان کے مورخون کا بیان
ہے اور انگریزی مؤرخون کا قول ہے کہ روہیلون کا تعاقب کاہلی اور تساہلی سے
اس وجہ سے کیا گیا کہ مرہٹون کی فوج بیشتر لوٹ مار کی فکر مین ادھر اُدھر بھٹکتی
پھرتی رہی۔

افغانون کا دامن کوہ کماؤن مین پناہ لینا

پٹھانون کے پناہ لینے کے مقام مین اختلاف ہے ہملٹن کے بیان کے موافق اُن لوگون
کا مقام گڑھوال کی پہاڑی پر مقام لال ڈانگ مین تھا اور مستجاب خان مؤلف

نے کہاں کے ارادے سے مجھے پیشتر ہی اطلاع کردی ہوتی تاکہ دوسری تدبیر کی جاتی
بے جنگ کیے ہوئے ہٹنا بڑی خراب بات ہے دنیا بھر میں کوئی اس کو پسند کرے گا
روہیلوں نے سر نیچا کرلیا اور کچھ نہ بولے۔ بعد ایک لحمہ کے کہنے لگے جو کچھ ہوا سو ہوا۔
بہت سی گفتگو اور سوال و جواب کے بعد روہیلوں نے کہا کہ ہماری فوج دل ہار گئی
ہے اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ آنولے کو واپس جاویں اور وہاں اپنے خاندان
کے لوگوں کو مجتمع کرکے پہاڑ کو چلیں اور آپ کو بھی یہی صلاح دیتے ہیں نواب احمد خان
نے اس بات کو قبول کیا ایک گھنٹہ قبل از غروب سب کے سب آنولے میں پہونچے
نواب احمد خاں نے شہر کے باہر ایک باغ میں قیام کیا اور یہاں ۹ گھنٹہ مقام بھی
کیا۔ جب صبح ہونے لگی تو نواب سید سعد اللہ خان کو بلا بھیجا اور پہاڑ کی طرف روانہ
ہوئے دوسرے لوگ تمام رات گھر کے کام میں نقد روپیہ جمع کرتے میں اور مدفون
کرنے میں اور باں اور توپخانے کے کام میں مشغول رہے پھر گھروں کو چھوڑکر اپنے
عیال ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور گھروں میں آگ لگا دی پہر رات گئے اپنے ہمراہ
اپنے خیمے استادہ کیے دوسرے روز پھر روانہ ہوکر مرادآباد میں پہونچے اور یہاں
چھ گھنٹہ ٹھہر کر کاشی پور کی طرف چلے جو مرادآباد سے تیس میل شمال میں ہے اسوقت
ایک جاسوس آیا سید جیا کے پاس احمد خاں کے نام خط لے کر آیا۔ اُس میں لکھا تھا کہ
جب دریہ نے سنا کہ اعداء پہاڑ کی طرف ہٹے جاتے ہیں اُنھوں نے اپنی فوج کو حکم دیا
کہ فوراً آمدی پار ہوکر تیز کوچ کرتے ہوے دشمن کے متعاقب جائیں اور کہیں مقام نہ کریں
گنگادھر تانتیا کمیت تیس ہزار سوار دمعل قزلباش اس تعاقب کے واسطے معین ہوا
ہے وہ پہونچا ہی چاہتے ہیں اسلیے تمکو لازم ہے کہ بہت جلد پہاڑ کی طرف روانہ ہوکر

جب افغان سرداروں نے وزیر کی آمد سُنی سب نے مجتمع ہوکر صلاح کی آخر یہ بات
قرار پائی کہ سیدھے قلعہ بنگڑھ عرف یوسف نگر کی طرف کوچ کر جائیں - یہ مقام
پرگنہ بدایون میں آنولہ اور بدایون کے درمیان میں ہے - بازید خان حاکم توپخانہ
طلب ہوا کہ اپنی سب توپیں بطور حیلہ سر کرکے روانہ ہوجائے - بہ تعمیل اس حکم کے
توپخانہ روانہ ہوا - اس نئی تجویز کی اطلاع سپاہیوں کو نہیں دی گئی جب توپخانہ
روانہ ہوگیا کُل فوج میں پریشانی پھیل گئی ایک سپاہی کے بھی حواس بجا نہ ہے
فقط عہدہ دار اور خاص خاص لوگ تو البتہ اس خوف سے محفوظ تھے جب عہدہ داروں
نے سپاہ کا یہ حال دیکھا تو متردد ہوکر کہنے لگے کہ ہم کو بے جنگ شکست ہوگئی نواب
احمد خان مع اپنی فوج کے نواب سید سعد اللہ خان کی فوج سے نصف کوس پر تھا انہیں
کو اصلا خبر نہ تھی کہ یہاں کا کیا حال ہے آفتاب طلوع ہونے پایا تھا کہ نواب سید
سعد اللہ خان اور اُنکے مدار المہام وغیرہ نواب احمد خان کے پاس پہونچے اور
سارا حال اُس سے کہا - احمد خان نے اپنے سرداروں کو طلب کیا اور شادل خان
اور سعادت خان کو حکم دیا کہ تم فوراً روانہ ہو جاؤ اور پُل توڑ ڈالو اور نا وین
سُورج پور گھاٹ بیجاؤ وہاں پُل تیار کرو میں آج اُس مقام سے دریا کو عبور کرونگا -
اور دوسرے سرداروں کو حکم دیا کہ تم مسلح ہوکر تیار رہو - جب وہ خود نواب سید
سعد اللہ خان کے لشکر کی طرف چلا اور اُسکو ساتھ لے کر ایک کھُلے وسیع میدان
میں مقام کیا تب سرداران روہیلہ نے نواب سے ملاقات کرکے اپنی فوج کا حال کہا
کہ توپخانے کے روانہ ہوجانے سے اُنکے دلوں میں ہراس پیدا ہوگیا ہے اور سب کے سب
بھاگنا چاہتے ہیں اور جب یہ حال ہے تو ہم میدان میں کیسے جنگ کرسکتے ہیں احمد خان

تو اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان دریا حائل ہے دونوں جانب سے
توپیں چلنے لگیں جن مرہٹوں کا نازک حالت میں راستہ کھولدیا گیا تھا وہ پٹھانوں
کے لشکر کے گرد جمع ہوے مگر قریب نہ آسکے قریب ایک ہفتہ تک یہی حال رہا مگر دریا کو
عبور کرنے کی صورت نہ نکلی اور خوراک جو سپاہی اپنے ساتھ لائے تھے وہ بھی ختم کو پہونچی
روہیلہ سرداروں نے نواب احمد خاں سے صورت حال بیان کی اور کہا کہ اس وقت
یہی مناسب نظر آتا ہے کہ آگے چلکر سورج پور میں مقام کرنا چاہیے۔ سورج پور پرگنہ کمپل
میں ایک گھاٹ ہے اور فرخ آباد سے بیس میل اور سنگی رامپور سے چالیس میل کے
فاصلے پر واقع ہے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ ہم کو ناؤیں بھی مل سکینگی اور ہم دریا سے
بہ آسانی بہ سمت لشکر ملہار راؤ کی طرف بڑھینگے۔ کیونکہ اس وقت ملہار راؤ کے پاس تھوڑی سی
فوج تھی اس لیے پل کی مرمت میں تضیع اوقات کرنا خوب نہیں اور کوچ کے وقت
یہ مشہور کرینگے کہ ہم لیے رام گنگا کے پل کی طرف ستے کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کے واسطے واپس
جاتے ہیں اور تازہ رسد بہم پہونچا کر اپنے قدیم موقع پر آکر جنگ شروع کردینگے۔ نواب
احمد خان نے اس تجویز کو پسند کیا اور افغانوں نے کوچ کیا جب وہ چلے مرہٹے پیچھے سے
توپیں داغتے رہے لیکن تعاقب نہ کیا جب وزیر نے افغانوں کی کوشش کا مذکور سنا تو اپنے
بھتیجے محمد قلی خاں کو اسی طرف سے مالک اپنے صوبوں کا کرکے اور نقار الدحان کو اُس
کے ساتھ مقرر کرکے جلد کوچ کیا اور گنگا کو مہدی گھاٹ سے اُتر کر ۹ محرم ۱۱۶۵ ہجری
مطابق ۱۷ نومبر ۱۷۵۱ء کو ملہار راؤ سے مقام سی رام پور جاملے۔ مہدی گھاٹ پرگنہ
قنوج میں فرخ آباد سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جب وزیر وہاں داخل ہوئے
کل توپیں سلامی میں سر ہوئیں انکی آواز سے پٹھانوں کے لشکر میں بڑا انتشار پیدا ہوا

کو حکم بھیجو کہ مرہٹون کی راہ جو اُنھون نے بند کر دی ہے کھولدین - حافظ رحمت خان
نے جواب دیا کہ لڑائی کے وقت دوندے خان کسی کا حکم نہین سنینگے - ہان اگر آپ خود
وہان تک چلنے کی تکلیف کرین تو شاید وہ مانین اور مین آپکے ساتھ چلتا ہون - افغانون
کی فوج کی یہ ترتیب تھی دوندے خان کے عقب مین کمک کے واسطے بہادر خان اور
مُلّا سردار خان تھے اُنکے پیچھے فتح خان خانساماں تھے اور اُسکے بعد نواب سید سعداللہ خان
اور حافظ رحمت خان یہ دونون ہاتھی پر سوار تھے - انکے پیچھے نواب احمد خان تھا -
احمد خان اور حافظ رحمت خان بڑھکر دوندے خان کے پاس گئے اور مرہٹون کی
درخواست سے اُنکو مطلع کیا اور کہا کہ اُنھون نے اپنے اقرار پر قسم کھائی ہے -
دوندے خان نے جواب دیا کہ اس وقت تو مرہٹے خواہ مخواہ مصالحت کی درخواست
کرینگے کیونکہ اُنکی حالت نہایت نازک ہو رہی ہے تین طرف تو اُنکے ندی حائل ہے -
اور چوتھی جانب ہم نے راہ بند کر دی ہے اب اُن کا ایسا حال ہے کہ بلا تصدیع اور
بے تضیع اوقات اُن کو ہم بہ آسانی شکست فاش دے سکتے ہین ایسے موقع کی قسم محض
لغو ہے - نواب احمد خان نے جواب دیا جو کچھ تم کہتے ہو سب صحیح ہے مگر مذہب اسلام مین
امان مانگنے والے کو امان نہ دینا جائز نہین بلکہ سخت برا ہے - اور اگر وہ جھوٹی قسم کھائینگے
خدا اُن کو سزا دیگا - دوندے خان نے مجبور ہو کر منظور کیا اور اپنی فوج کو حکم بھیجا کہ
رستہ کھولدے سپاہ وہان سے ہٹ گئی اور دشمن کے واسطے راستہ کھولدیا - نواب
احمد خان اور نواب سید سعداللہ خان نے اس مقام پر اپنے خیمے نصب کرائے دوسرے روز
افغان نادون کے پل پر پہونچے جو وزیر نے سنگی رام پور پر بندھوایا تھا مسلمانون کے
پہونچنے سے قبل مرہٹون نے پل کو توڑ ڈالا تھا جب نواب احمد خان اور روہیلے وہان پہونچے

پل بنایا گیا یہ ندی روہیلکھنڈ میں بہتی ہوئی قنوج کے قریب فرخ آباد سے چالیس میل جنوب
ایک جاسے گنگا میں داخل ہوتی ہے۔ جب مرہٹوں کو معلوم ہوا کہ دشمن روہیلوں
اور دوسرے افغانوں کو ساتھ لیے حملہ کرنے کو بڑھتا ہے تو اُنھوں نے کھانڈے راؤ
ولد ملہار راؤ کو بیس ہزار فوج کے ساتھ اُس سے جنگ کرنے اور بھگا دینے کے لیے گنگا پار
بھیجا تب احمد خاں اور روہیلہ سرداراپنے پُل پر سے رام گنگا کو پار ہوئے اور اپنے
سپاہیوں کو سخت تاکید کی کہ دریا سے دُور مت جانا اُسی کے کنارے کنارے چلنا ایک
مقام پر دریا بصورت ہلال کے بہتا ہے یہاں مرہٹوں نے احمد خاں کو روکنے کے ارادے
سے مقام کیا تھا دوندے خاں جو پیش لشکر میں تھے اُنھوں نے دشمن کے مقام کو دیکھا
اور خیال کیا کہ اب ہم دریا کے کنارے کنارے نہیں بڑھ سکتا ہوں لہذا اُنھوں نے
کوچ موقوف کر کے دریا کے گھماؤ کے دونوں گوشوں یعنی مشرق و مغرب پر ایسا مورچہ
لگا دیا اس تدبیر سے اُنھوں نے دشمن کے بیٹھنے کی راہ مسدود کر دی جب کھانڈے راؤ
نے راہ ہر طرف سے مسدود پائی اور دیکھا کہ پٹھانوں نے آمد و رفت بند کر دی ہے
تو پیغام صلح کا بھیجا۔ قاصد نے آکر نواب احمد خاں سے یوں بیان کیا کہ ہم بادشاہ ہند
کے حکم سے اس جنگ میں شریک ہوئے ہیں مگر ہم دل سے دریر کی طرف سے نہیں لڑتے
ہیں۔ محض وقت کا نباہ کرتے ہیں اس وقت جو کچھ ہمارے اور تمھارے درمیاں باہم کسی طور پر
طے پا جائے گا ہم قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ جبکہ جنگ کا دن شروع ہوگی تو ہم تمکو بذریعہ
تحریر اطلاع دینگے۔ جب یہ پیغام احمد خاں نے سنا تو حافظ رحمت خان کو طلب کیا اور
اُن سے مرہٹوں کی درخواست ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میرے باپ محمد خاں اور مرہٹوں
میں سابق میں اتحاد بھی تھا بعد اسکے اُس نے حافظ رحمت خاں سے کہا کہ دوسرے علی

مگر مجبوراً وزیر کی خدمت مین حاضر ہونا پڑا۔ علاوہ اسکے بیس ہزار سوار و پیادے اُس کے ساتھ تھے طنطنہ بھی کسی قدر رکھتا تھا پرتاب گڈھ سے کوچ کرکے وزیر کے لشکر مین پہونچا۔ جب وزیر کے خیمے مین داخل ہوا تو وزیر اُسکی مزاج پرسی کرکے اُٹھ گئے اسوقت علی بیگ خان جارجی نے پہونچکر راجہ کو پکڑ لیا وہ علی بیگ خان کو چپٹ گیا اُسکے پاس ہتھیار نہ تھے اسلیے علی بیگ خان کے رخساروں کا گوشت دانتوں سے کاٹ کر تھوک دیا سکہ تمام عمر اُس جگہ گڑھا رہا آخر کار راجہ مارا گیا اُس کا سر کاٹ کر سراپردے کے باہر پھینکدیا اُسکی فوج جابجا بھاگ گئی۔ نواب صفدر جنگ بھی فوج کے آدمیون سے مزاحم نہ ہوے بعد اسکے نواب وزیر فیض آباد کو گئے۔ اُدھر پٹھانون مین نواب احمد خان اور روہیلہ سردارون کے مشورے سے یہ بات قرار پائی تھی کہ بالفعل کوہ کمایون کے دامن مین پناہ گزین ہونا چاہیے۔ چنانچہ دوسرے روز نواب احمد خان۔ نواب سید سعد اللہ خان۔ حافظ رحمت خان۔ بخشی سردار خان۔ فتح خان خانسامان اور دوندے خان وغیرہ روہیلہ سردار مع اپنی فوجون کے پہاڑ کی طرف روانہ ہوکر مرادآباد پہونچے ایسا اتفاق ہوا کہ یہان چند روز مقام کرنا پڑا۔ جبکہ ان سردارون کو یہ خبر ملی کہ وزیر سنگی رام پور مین مرہٹون کو چھوڑ کر اپنے صوبون کو گئے ہین تو روہیلہ سردارون نے احمد خان سے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنولے کو واپس چلین۔ چونکہ بارش قریب ہے ہم بے کھٹکے آرام کرینگے اور اپنے ہم قومون کو ہر طرف سے بلائینگے اور مرہٹون سے جنگ کرینگے۔ یہ صلاح سب نے پسند کی وہ آنولے کو واپس آئے روہیلے اپنے مکان کو چلے گئے۔ اور احمد خان شہر کے باہر خیمہ زن ہوا۔ جب ۱۷۵۱ء کا موسم برسات ختم ہوا تو جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ پٹھانون کی طرف کشتیان جمع کی گئین اور رام گنگا پر

جنگِ روہیلکھنڈ

احمد خاں جبکہ آدلے میں داخل ہوا تو یہاں روہیلہ سردار اُسکی ملاقات کو آئے
روہیلکھنڈ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ وزیر نے روہیلکھنڈ کے بڑھنے کے اثنا میں اسد پور سے
روہیلوں کے حاکم کے نام ایک تحریر اس مضمون کی بھیجی تھی کہ پچھلے تین سالوں کا خراج
جو تمھارے ذمے واجب الادا ہے وہ شاہی خزانے میں داخل کرو اس تحریر کے پہونچنے
پر نہ تو روہیلوں نے کوئی جواب بھیجا نہ کچھ سامان جنگ تیار کیا بڑی بے پروائی کے ساتھ
اُس کا کچھ خیال نہ کیا نہ یہ بات ذہن میں آئی کہ اس جھگڑے میں نواب سید سعد اللہ خاں
کے شریک ہونے سے ہماری تمام جماعت اس فوج کشی کی مخالف مانی جائیگی لیکن
اِس تحریر کے دیکھنے کے بعد یہ اثر ضرور ہوا کہ اپنی تھوڑی سی جماعت لے کر نواب سید
سعد اللہ خاں کی خبرگیری کے خیال سے اُنکی طرف روانہ ہوئے انکے پہونچنے سے پہلے
صفدر جنگ نے اسلام نگر پرگنہ بدایوں کے قریب احمد خاں بنگش اور اُسکے ہمراہیوں
پر اچانک حملہ کرکے ایسی شکست فاش دی کہ کسی کے پاؤں میدان میں نہ جمے ۔
روہیلوں اور بنگشوں کی تعداد ملکر قریب بارہ ہزار آدمیوں کے تھی اور آخر میں کچھ
اور زیادہ ہوگئی تھی ۔لیکن عماد السعادت و تاریخ شاہیہ نشاپوریہ میں بیان کیا ہے کہ
ساٹھ ہزار سپاہ احمد خاں کی تھی اور نوے ہزار سپاہ روہیلوں کی تھی ۔

نواب وزیر افواج مرہٹہ و جاٹ کو پٹھانوں کے تعاقب پر مقرر کرکے خود صوبہ اودھ کو
چلے گئے اور وہاں سے الہ آباد پہونچے اور وہاں ٹھہر کر اودھ کو لوٹے اور گومتی کے کنارے
پر مقام کیا راجہ پرتھی پت کو پرتاب گڑھ سے بلایا اگرچہ راجہ کو وزیر سے بیحد خوف تھا

روز روشن کے روشنی ہو گئی فوج کے جن آدمیون نے تمام عمر کبھی ایسا غوغا یا آتش زدگی نہ دیکھی تھی خوف زدہ ہو کر بھاگے سردار اور نامور لوگ تو البتہ اپنی اپنی جگھون مین قایم رہے۔ ان سردارون نے فوج کا خوف دیکھ کر نواب کے پاس جاکر سب حال کہا۔ نواب نے پوچھا کیا صلاح ہے انھون نے جواب دیا کہ دریا پار ہو کر بھاگ نکلنا چاہیے۔ پہلے تو اُسنے انکار کیا مگر بالآخر یہ دیکھ کر کہ کوئی دوسری صورت نہین ہے وہ گریز پر راضی ہوا اور اپنے بھائیون (مرتضےٰ خان۔ خداہندہ خان۔ اعظم خان۔ منور خان۔ صلابت خان۔ اور شائستہ خان) اور سردارون مین سے خاص خاص (مثل رستم خان بنگش۔ عنایت علی خان۔ مہتاب خان۔ شادل خان۔ منگل خان۔ سعادت خان اور مستجاب خان) کو ساتھ لے کر قلعہ سے نکلا اور شب کی تاریکی مین جانب مشرق دریا کے کنارے کنارے چلا مرہٹے بھاگتے ہوے پٹھانون کے عقب لشکر پر بمقام شکار پور آ پہونچے۔ یہ مقام فتح گڈھ سے پانچ میل ہے۔ نواب کمرول گھاٹ تک برابر ہٹتا چلا گیا جو اس مقام سے ۱۵یا ۱۶ میل اوپر واقع ہے اور یہان اُسکا ہاتھی کالا پہاڑ نامی دریا پیر نکلا رمضانی اُس کو ہانکتا تھا۔ بہت سے جوان نواب کے پیچھے گھوڑے پیرائے جلنے کی کوشش مین ضائع ہوے۔ نواب امرت پور کی راہ سے شاہجہانپور پہونچا اور وہان سے آنولے مین داخل ہوا۔ جب نواب احمد خان کے فرار ہونے کی خبر پھیلی اُسکے سپاہیون اور افسرون کے دلون پر جوابتک دُور دراز کے مورچون پر تھے خوف طاری ہوا اور ہر شخص اپنی اپنی جان بچانے لگا۔ بعض تو جھاؤ مین دریا کے کنارے چھپ رہے اور بعض نے گھوڑے دریا مین ڈالدیے اس امید پر کہ پیر نکلینگے مگر وہ سب ڈوب گئے۔

جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ جو اُسوقت دریا کے کنارے فوج پر حکومت کرتے تھے ایسے موقع پر تھے کہ صاحبزادون کو روک سکین۔ جواہر سنگھ نے چاہا کہ سدراہ ہو لیکن رانا نے منع کیا کیونکہ رانا غضنفر جنگ کے خاندان کا خیرخواہ تھا دلیر خان جو نواب مظفر جنگ کا مشہور چیلہ تھا اُس کا چچا تھا رانا نے جب اس طرح جواہر سنگھ کو سدراہ ہونے سے ممانعت کی تو صاحبزادے بخیریت قریب غروب آفتاب نواب احمد خان کے پاس حاضر ہوے۔

اپنے ہمراہیون کی بے دلی کی وجہ سے نواب احمد خان کا اپنے حصار کو چھوڑ کر شہر آنولہ کو چلا جانا

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ بہادر خان مارا گیا اور نواب سید سعد اللہ خان آنولے کو واپس گئے تو سب لوگ لشکر مین مثل بید کے لرزنے لگے۔ نواب احمد خان اپنے ہاتھی پر سوار ہو کر توپخانے کے قریب آیا اور ہر ایک آدمی سے کہا کہ ہماری لڑائی کچھ نواب سید سعد اللہ خاں کی کمک پر منحصر نہ تھی اگر مدد نے چاہا تو کل توپخانہ بڑھا کر سنگی رامپور کو جا کر دریے سے مقابلہ کرونگا اور بعد ازان ہر سردار کو پوشیدہ بُلا کر کہا خبردار ہوشیار رہنا بہلی پہر رات رہے دشمن پر شب خون مارونگا اس قسم کی دلاوری کی باتیں کر کے وہ اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اُسنے پل کو توڑنے کا حکم دیا۔ اب محاصرے کو ایک مہینہ اور گیارہ روز ہوچکے تھے۔ پہر رات رہے مرہٹون اور جاٹوں نے نواب سید سعد اللہ خان کے خیموں میں آگ لگا دی اور شعلہ اس قدر بلند ہوا کہ احمد خان کی لشکر گاہ میں مثل

شکار کو گھیر لیتے ہین اور تیر اور گولیان اُنپر برسانا شروع کین اُنھون نے بھی تلوارون
اور برچھون اور نیزون سے بعض کو زخمی بعض کو قتل کیا جب تک بہادر خان کے
جسم مین جان رہی تلوار ہاتھ سے نہ چھوڑی اور اپنے نام کے موافق کام کیا۔ کوئی اُس
کی مدد کو نہ آیا آخر گھوڑے سے گر کر جان بحق تسلیم ہوا۔ دشمنون نے اُسکا سر کاٹ لیا
اور جو کچھ سپاہی باقی رہ گئے اُنھون نے بھاگ کر جان بچائی۔ جب نواب سید سعد اللہ خان
نے سُنا کہ بہادر خان قتل ہوا اُنھون نے فتح خان خانسامان سے پوچھا کہ اب کیا صلاح
ہے بہادر خان سے سب سردار عداوت رکھتے تھے آنولے سے چلتے وقت حافظ رحمت خان نے
مخفی فتح خان سے کہدیا تھا کہ بہادر خان ضرور جنگ مین لگے ہوگا ایسی تدبیر کرنا کہ
کوئی شخص اُسکو مدد نہ دینے پائے اور وہ مغلوب ہو کر مارا جائے اور اِس صورت سے
اِس خار کو دُور کرنا کیونکہ یہی نواب سید سعد اللہ خان کو مدد دینے کا باعث ہوا ہے۔
اگر کہین احمد خان وزیر پر غالب آیا تو بیشک تخت کا دعوے کریگا۔ کیونکہ پھر کوئی اُس
کے مقابلے کو باقی نرہیگا اور اُس وقت قائم خان کے انتقام مین تمام روہیلون کو
ملک سے نکالدیگا جب نواب سید سعد اللہ خان نے فتح خان سے صلاح پوچھی تو اُنھون نے
موقع پاکر کہا کہ سب سے بہتر تو یہی ہے کہ آنولے کو واپس چلو۔ نواب سید سعد اللہ خان
نے جواب دیا کہ جوانمردی مانع ہے کہ نواب احمد خان کو دشمن کے مُنھ مین چھوڑدین
فتح خان نے جواب دیا کہ احمد خان کی کامیابی کی کوئی صورت نہین ہے وہ بھی تھوڑے
عرصے مین آنولے کو آئے گا وہان جو کچھ صلاح ٹھہرے اُسپر عمل کرنا۔ نواب سید سعد اللہ خان
فتح خان کی باتون مین آگئے اور آنولے کی طرف پھر گئے۔ نواب مُنوّر خان و محمود خان
نے جب نواب موصوف کو پھرتے دیکھا تو احمد خان کے پاس واپس آئے۔ رانا بھیم سنگھ

اُسکی جگہ سے دور کردیتے ہین تاکہ مدد اُس کو نہ پہونچ سکے۔ دوسرے روز نواب سید سعداللہ خاں اور منّور خاں اور محمود خان آمادۂ جنگ ہوئے اور ابھی فوجون کی صف باندھکر دشمن کی طرف بڑھے وزیر سید سعداللہ خان کے آنے سے نہایت خوفزدہ ہورہے تھے اُنھون نے ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور سورج مل جاٹ کو بعوض منتوسے کے طلب کیا یہ تجویز ہوئی کہ فوج دریا پار نواب سید سعداللہ خاں سے لڑنے کے واسطے بھیجدی جائے اِس سے قبل کہ نواب سید سعداللہ خان اور احمد خان متفق ہوے پائین سنگی رامپور کا پل جو خراب ہورہا تھا ماہ جمادی الآخرے اکو اُسکی مرمت کرائی گئی۔ پٹھانوں نے بہت مزاحمت کی مگر گولون کی بوچھار سے پُل کے قریب نہ آسکے۔ پھر کھانڈے راؤ اور تانتیا گنگا دھر جمعیت پچاس ہزار سپاہ کے دریا پار ہوے جواہر سنگھ ولد سورج مل جاٹ اور رانا بھیم سنگھ زمیندار گوالیار مع چالیس ہزار پیادہ وسوار کے اُنکی کمک کو پہونچے اور روہیلون پر حملہ شروع ہوا پہلے بہادر خاں کے سپاہیون نے بانوں کا مینہ برسانا شروع کیا بعد اِسکے بندوقین سرکیں رفتہ رفتہ اُنھون نے بندوقین سدکیں اور تلواریں کھینچ کھینچ کر ہندووں پر حملہ آور ہوے اور اُنھوں نے بی الفورتیتر بتر کر دی بہادر خان نے احمد خان کی نصیحت فراموش کرکے دریا کا کنارہ چھوڑا اور دشمن کے متعاقب بڑھا۔ بہادر خان کے ساتھ فقط دو یا تین ہزار آدمی تھے یہانتک پیچھا کرتے ہوے گئے کہ قلب لشکر کے مقابل جا پہونچے دشمن نے دیکھا کہ فقط ایک ہاتھی ہے اور تھوڑے سے جوان ہیں اور اُسکے پیچھے کچھ کمک بھی نہیں مُڑ کر چارون طرف سے بہادر خاں کو گھیر لیا بہادر خان ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اُسکے جوان بھی تلواریں کھینچ کر اُسکے ہمراہ ہوے اور دشمن کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن ہندوؤن نے اس طرح گھیر لیا تھا جیسے

نظر آئی۔ نواب سید سعد اللہ خان کے ساتھ بارہ ہزار جوان تھے۔ احمد خان کے ہمراہی
اِس کمک کو آتے دیکھکر فرط خوشی سے توپین داغنے لگے۔ سید اسد علی شاہ بہت سے
آدمیون کے ساتھ دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوے تھے۔ نواب سید سعد اللہ خان کی فوج کو
آتے دیکھ رہے تھے۔ جب شاہ صاحب کی نظر اس فوج پر پڑی ایک کیفیت اُن پر طاری
ہوئی۔ اور اس حالت مین فرمایا مقتول ہوے اور مغلوب ہوے۔ جب وہ کیفیت زائل
ہوگئی کہنے لگے کہ انکی خوشی وخرمی خدا کو خوش نہ آئی اور دیکھینگے کہ کل کیا پیش آتا ہے۔
۳ جمادی الاخرے ۱۱۶۳ہجری کو نواب سید سعد اللہ خان نے اپنے خیمے دریاے
گنگا کے بائین کنارے استادہ کرائے اور احمد خان نے اُنکے واسطے ہر قسم کا کھانا مستجاب خان
ورکزئی کے ہاتھ بھیجا اور نواب احمد خان نے نواب سید سعد اللہ خان سے کہلا بھیجا کہ
کہ کل دریا اُتر آؤ کیونکہ فوجون کا متفق ہونا بہت ضرور ہے یہ پیغام نواب سید سعد اللہ خان
کو پہونچا۔ لیکن اُنھون نے کہا کہ مین اپنے خاص خاص سردارون سے مشورہ کرکے جواب
دونگا تب اُنھون نے بہادر خان اور فتح خان کو طلب کرکے اُنسے احمد خان کا پیغام کہا۔
بہادر خان نے جواب دیا کہ قوم افغانان کے سردار کے سامنے بے سوغات جانا مناسب
نہین احمد خان کو جواب بھیجنا چاہیے کہ انشاء اللہ کل آپکے ہوا خواہ آپکے دشمنون یعنی
وزیر اور سرداران جاٹ اور مرہٹہ کے سر بطور تحفہ پیش کرینگے۔ نواب سید سعد اللہ خان
چونکہ نوعمر اور ناتجربہ کار تھے اُنھون نے وہی پیغام بھیجدیا۔ احمد خان نے جواب دیا خیر
جیسا تم خیال کرتے ہو ویسا ہی کیجیو مگر ایک بات کا ضرور دھیان رہے کہ کسی حال مین
دریا کا کنارہ نہ چھوڑنا اور اگر مرہٹے مُنھ موڑین تو اُن کا تعاقب نہ کیجیو اور اپنے سپاہیون کو
اُنکے تعاقب سے باز رکھیو کیونکہ یہ اس قوم کی عادت ہے کہ اس قاعدے سے اپنے دشمن کو

مرہٹہ سرداروں نے کہا کہ کوئی معتبر شخص واسطے طے کرنے اس معاملے کے نواب احمد خان کے پاس بھیجنا چاہیے۔ نواب عبرت خاں نے اپنے بھائی الف خاں کو اس کام کے واسطے منتخب کیا۔ الف خاں نے نواب احمد خاں کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ دس لاکھ روپیہ اور سانڈی پالی آپکو دینا تجویز ہوا ہے جوں ہی یہ بات احمد خاں نے سنی اُس نے کہا کہ اگر وزیر دس کروڑ روپیہ میرے بھائیوں کے خونبہا میں دیں تو میں قبول نہ کروں گا اور اگر وزیر کے میں بیٹے قتل ہوں تب بھی راضی ہونگا اُسے صلح کو نامنظور کیا اور کہا کہ اس یہ معاملہ تلوار پر طے ہوگا اور یہ مصرع پڑھا۔ مصرع

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

دشمنوں کو یہ تصور کرنا چاہیے کہ میں مجبور ہوں کیونکہ میں ہر وقت اُن سے میدان میں لڑنے پر مستعد ہوں۔ وزیر کو جو ہم نے رکدی ہے وہ ایک تمثیل ہوگئی ہے سو صبح کل ہی ہے جو تاب مقاومت نہ لاکر وزیر کے ساتھ بھاگ گیا انشاء اللہ تعالیٰ بعد فتح اُنکو معلوم ہوگا کہ ذی عزت اور نامور لوگ کس طرح عمل کرتے ہیں جبکہ تقدیر آرائی لڑائی پر ہے تو صلح کیا ہوگی اگر فتح حاصل ہوئی تو میری خواہش پوری ہوگی۔ اگر میں بدقسمت نکلا تو قادر مطلق کی مرضی تسلیم ہے۔ مگر جوں غصہ جنگ کے بیٹوں کا عوض نہ کے درجت مکروہ نگا یہ کہکر اور الف خاں کو خلعت و شمشیر و اسپ دیکر رخصت کیا الف خاں کے جانیکے بعد قاصد نے آکر خبر دی کہ کل نواب سید سعد اللہ خاں دریائے گنگا کے کنارے مقام کرینگے۔ حکم ہوا کہ محمود خاں اور منور خاں اُن کی پیشوائی کو جائیں۔ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل دونوں سردار نواب سید سعد اللہ خاں کے استقبال کو گئے۔ دوسرے دن نواب سید سعد اللہ خاں کی فوج طبل بجاتی ہوئی اور تلواریں کھینچتی ہوئی احمد خاں کی سپاہ کو

ہو سکتی ہے۔ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا اور دوسرے سردار وہان سے اُٹھے اور
دوسری جگہ جاکر مجتمع ہوے اور نواب غیرت خان اور ہمّت خان کو بُلوا بھیجا مرہٹون
نے اُنسے یہ کہا کہ ہم یہ نہین چاہتے ہین کہ احمد خان بالکل مٹ جائے یا وہ اپنے ملک سے
بھگا دیا جائے یا میدان مین اپنی جان دیوے۔ چونکہ ہماری منشا ہے کہ وزیر اور
احمد خان مین صلح ہوجائے اسلیے ہم آپ سے درخواست کرتے ہین کہ آپ شرائط تجویز کرین
تب اُن دونون پٹھانون نے جو جو ظلم وزیر کے ہاتھ سے احمد خان کے خاندان پر پہونچے
تھے بیان کیے اور مرہٹون کو بھی ملامت کی کہ تم مین اور غضنفر جنگ مین جو اتحاد تھا
وہ تم بھول گئے۔ مرہٹون نے تسلیم کیا کہ بے شک ہم سے سابق مین دوستی تھی مگر ہم مجبور ہین
کہ شاہ ہند کا فرمان ہمارے نام اِس مضمون کا جاری ہوا ہے کہ وزیر کے ماتحت ہون اور
ابتک ہمنے بالکل بے پروائی سے جان بوجھ کر جنگ کی ہے۔ تب غیرت خان اور ہمت خان
نے کہا کہ بادشاہ نے سخت بُرا کیا جو ایسا سلوک غضنفر جنگ کے خاندان سے کیا اور بہت
سے اعتراض کیے بعد اس قیل و قال کے پوچھا اب تجویز کیا ہے ملہار راؤ نے کہا کہ اسوقت
آپ تشریف لے جائین ہم باہم سردارون سے مشورہ کرتے ہین جو کچھ طے پائیگا اُس سے
آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ دونون پٹھان رخصت ہوکر اپنے خیمون مین آئے اور مرہٹے
مشورہ کرنے لگے آخر الامر یہ طے پایا کہ وزیر دس لاکھ روپیہ بطور خونبہا غضنفر جنگ کے
بیٹون کے ادا کرین اور علاوہ ملک موروثی کے وزیر اپنے دو محال سانڈی و پالی احمد خان
کے حوالے کردین۔ جب اُنھون نے ان شرائط کی اطلاع وزیر کو کی اُنھون نے منظور کرلیا
تب سرداران مرہٹہ نواب غیرت خان و ہمت خان کے پاس گئے اور اُن سے شرائط مجوزہ
بیان کی۔ اُنھون نے ان شرائط کو احمد خان کے حق مین بہت مناسب تصور کیا اب

آپا سیندھیا کے لشکر میں گئے اور نواب سید سعد اللہ خاں کے کوچ کا حال بیان کر کے کہا کہ
تمھاری صلاح کیا ہے لہار راؤ اور آپا سیندھیا نے اپنے خاص خاص سرداروں کو
بلایا اور اُسسے کل حال بیان کر کے مشورہ پوچھا جملہ سرداروں نے باستثنا آپا سیندھیا
کے جو در پردہ احمد خاں کا دوست تھا کہا کہ ہم بالکل وزیر کی تجویز پر ہیں ہم سے
پوچھنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ ہمیں جو حکم ہوگا اُسکے بجالانے پر مستعد ہیں تب
وزیر نے آپا سیندھیا کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تمھاری خاموشی کا کیا باعث ہے اُسنے
جواب دیا کہ عیاں راچہ بیان جو کچھ ماجرا اتنک گذرا ہے اُس سے سب واقف ہیں
یہ لوگ جنگ کرنے سے کچھ عاجز ہیں میں راو تانتیا تو بالکل عداوت پر آمادہ تھا گر
اُس کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ وزیر کے لشکر میں گو کہ چیدہ فوج ہے گر اُس کی
جو کچھ حالت ہے اُس سے وزیر خود واقف ہیں۔ احمد خاں دونوں کی فوج پر غالب
رہا ہے اور جب نواب سید سعد اللہ خاں اُس سے متفق ہو جائیں گے تو افواج متفقہ کو
شکست دینا مشکل ہوگا وزیر نے سرداران مرہٹہ سے یہ بھی بیان کیا کہ حافظ رحمت خاں
لکھتے ہیں کہ نواب سید سعد اللہ خاں بہادر خاں کے اغوا سے احمد خاں کی مدد پر آمادہ
ہوئے ہیں بعد اس مذکور کے حافظ مسطور صلاح دیتے ہیں کہ قبل اس کے کہ نواب سید
سعد اللہ خاں بیوکیں احمد خاں سے صلح کر لینی چاہیے اب تمھاری کیا صلاح ہے
اُنھوں نے جواب دیا اس سے کیا بہتر ہے۔ اس سے دونوں جانب کی جانیں بچینگی۔ وزیر
نے کہا کہ اب یہ پوچھنا ہے کہ اس عہد و پیمان کی ابتدا کیونکر ہونی چاہیے اگر ہماری جانب
سے کوئی تحریک ہوگی تو اُس سے ہماری کسر شان ہے۔ آپا سیندھیا نے کہا کہ میری رائے
میں نواب غیرت خاں اور ہمت خاں کے ملانے سے کہ یہ بھی پٹھان ہیں یہ وقت رفع

لفظ بہ لفظ اپنی ماں سے بیان کی اور پوچھا کہ مین حافظ رحمت خان کی بات سنون یا بہادر خان کا شریک ہون ماں نے کہا کہ ایسے اُمور مین ہم مستورات سے مشورہ لینا کیا مناسب ہے جو تمھارا دل قبول کرے سو کرو۔ میری رائے مین یہ آتا ہے کہ حافظ رحمت خان وزیر کی جانبداری کی وجہ سے منع کرتے ہین اور بہادر خان اپنی عزت و ناموس کے واسطے یہ عزم کرتا ہے۔ یہ گفتگو اپنی ماں سے سُنکر نواب سید سعد اللہ خان باہر آئے اور اپنے خاص خاص سردارون کو طلب کیا اور کہا کہ احمد خان کی درخواست مدد کو نامنظور کرنا بڑی نامردی کی بات ہے جو ہو سو ہو کل مین روانہ ہوونگا۔ جس کا دل چاہے میرے ساتھ چلے اور دوسرون کو اختیار ہے تب اُنھون نے بہادر خان کو بُلاکر یہ حکم دیا کہ میری فوج مین حکم سنادو کہ جو جو اپنے تئین میرے ملازم جانتے ہین تیاری روانگی کی کرین نہین تو سب کو برطرف کردونگا۔ بہادر خان نے یہ حکم سُنا دیا۔ سوائے حافظ رحمت خان۔ دوندے خان اور بخشی سردار خان کی فوج کے باقی سب روانگی پر آمادہ ہوے اور فتح خان خانسامان بھی ہمراہ ہوے اور دوسرے دن کوچ ہوا۔ جب فتح گڑھ کے محاصرے کو ایک مہینے سے زائد عرصہ گذر گیا تب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نواب سیّد سعد اللہ خان قریب آپہونچے اس خبر سے وزیر اور ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کو نہایت تردد پیدا ہوا۔ ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خان کو لکھا کہ میرا دعوے احمد خان سے تھا تم اُسکی مدد کو کیون آئے تم اپنے مُلک کو لوٹ جاؤ اور اطمینان کے ساتھ رہو۔ تم سے مجھے کوئی تعرض نہین حافظ رحمت خان نے وزیر کو تحریر کیا کہ گو مین نے نواب سیّد سعد اللہ خان بہادر کو بہت روکا مگر اُنھون نے نہ مانا اور احمد خان کی مدد کو روانہ ہوے ہین اِس لیے میری صلاح یہ ہے کہ جس خوبی سے ممکن ہو احمد خان سے صُلح کرلو۔ کیونکہ صلح ہر حال مین عداوت سے بہتر ہے۔ دوسرے روز وزیر ملہار راؤ اور

ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا تھا کہ اُسکے ننگ و ناموس کے اب ہم شریک ہون بی بی صاحبہ
سب کی طرف سے مایوس ہو کر نواب سید سعد اللہ خاں کے محل میں گئیں اور بیگمات کو
سمجھا کر نواب سید سعد اللہ خان کو آمادہ اعانت کیا۔ پٹھانوں کی بہادری کی داستان
اور ننگ و رفاقت کے قصے ایسی طرز سے بیان کیے کہ نواب سید سعد اللہ خان مدد کو آمادہ
ہو گئے اور نواب موصوف نے حافظ رحمت خاں۔ دوندے خاں۔ ملا سردار خاں۔
بہادر خاں جیلہ نواب سید علی محمد خاں اور فتح خاں خانساماں کو طلب کیا حافظ رحمت خاں
اسوجہ سے کہ دربے سے اور اُنسے اتحاد تھا خاموش بیٹھے رہے اور دوسرے سرداروں کی
خاموشی کی وجہ سے کچھ نہ بولے نواب سید سعد اللہ خاں نے حافظ رحمت خاں سے پوچھا
کہ تم بولتے نہیں تب حافظ رحمت خاں نے کہا کہ آخر آپ کا ارادہ کیا ہے اُنھوں نے
جواب دیا کہ جو سب سرداروں کی رائے ہوگی وہی میری رائے ہے حافظ رحمت خاں نے
جواب دیا کہ اس لڑائی مین کسی جانب شریک ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر فتح حاصل ہوئی
تو اس میں سراسر نفع احمد خاں بنگش کا ہے اور خدانخواستہ اگر ہزیمت ہوئی تو تمام تہمت
اور بلا ہمپر نازل ہو جائیگی۔ بہادر خاں چونکہ شجاعت کے باعث سے سب روہیلہ
سرداروں مین مو در کھتا تھا تُول اُٹھا پھر لے سردار و دستار کے عوض نمامہ برقع کیوں نہین
اوڑھ لیتے ایسی نامردی کے الفاظ کسی پٹھان کے منھ سے نہ نکلے ہونگے۔ اور نواب سید
سعد اللہ خاں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اگر کوچ کا حکم ہوگا تو کل مین اپنا رسالہ لیکر
بغیر حکم روانہ ہو جاؤنگا اور جس پٹھان کو اپنے نام اور آبرو کا خیال ہوگا اُسکو ساتھ ہونیکا
اختیار ہے یہ کہکر وہاں سے رخصت ہوا اور تیاری میں مصروف ہوا۔ نواب سید
سعد اللہ خان محل میں گئے اور جو گفتگو حافظ رحمت خاں اور بہادر خاں مین ہوئی تھی

حافظ رحمت خان وغیرہ سرداران روہیلہ کو بھی بطلب امداد تحریر کیا اور یہ لکھا کہ گو ہمارے اور تمھارے درمیان مین مناقشہ ہے لیکن باہمی جھگڑے طے ہوتے رہینگے لیکن یہ ضرور نہین کہ غیر کے ہاتھ سے ضرر روا رکھا جائے امید ہے کہ آپ فوج مدد کے واسطے روانہ کرینگے تاکہ ہم اُس غنیم پر جو ہم دونون کا دشمن ہے حملہ کرین - نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام حافظ رحمت خان نے عذر کیا کہ ابھی تمکو قائم خان کے خون کا دعوے باقی ہے تاوقتیکہ اُسکا تصفیہ نہوجائے ہمکو اپنے آدمی تمھارے قبضے مین کرنے سے خوف آتا ہے اس بیان کو دیکھکر ہمکو وہ بات تعجب مین ڈالتی ہے کہ جو گل رحمت مین لکھا ہے کہ حافظ صاحب نے اس سے قبل پرمول خان اور دور خان کی ماتحتی مین ایک فوج نواب احمد خان کی مدد کو روانہ کی تھی جو رام چھٹونی کے مقام پر اُسکے شریک ہوکر وزیر سے لڑی -

اس واقعہ کو شیو پرشاد نے فرح بخش مین یون بیان کیا ہے کہ جب احمد خان کو معلوم ہوا کہ سرداران روہیلہ میرے ساتھ شریک نہین ہوتے تو قائم جنگ کی خون کی معافی کا ایک محضر تیار کراکے بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کے ہاتھ آنولے کو بھیجا منتخب العلوم مین بھی بیگم کے آنے کا ذکر ہے اور روہیلکھنڈ گزیٹیر مین غلطی سے لکھا ہے کہ احمد خان روہیلون سے مدد حاصل کرنے کیلیے آنولے کو خود آیا تھا -

بہرصورت محضر کا مضمون یہ تھا کہ ہمنے قائم خان کا خون معاف کیا آج سے تاقیامت اُسکا دعوے ہم نکرینگے - بی بی صاحبہ حافظ رحمت خان - دوندے خان بخشی سردار خان اور فتح خان خانساماں وغیرہ اکثر امرا کے مکانون پر گئین اور سب سے بڑی منت وزاری کے ساتھ کہا کہ ایسے سخت وقت مین احمد خان کی مدد کرنی چاہیے - سرداران مذکور چونکہ جہاندیدہ و جنگ آزمودہ تھے رفاقت و اعانت سے صاف پہلوتہی کی اور کہدیا کہ قائم خان نے

میرے لوگ بھاگنے پر آمادہ ہیں ایک تو وہ سابق کی شکست کی بدنامی سے عقلے ہوا تھا اور اس وقت وہی آثار پیدا ہے۔ وہ گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور چلایا کہ پیچھے ہٹنے سے جان دریا ستر جاتا ہوں لیکن اُس کے نوکر اُسکو سوار کرا کے سردار لشکر کو واپس لائے جب مرہٹوں نے شکست کھا کر بھاگنا شروع کیا تب منصور علی خاں اور دوسرے سرداروں نے اپنے اپنے گھوڑے منگائے اور سوار ہو کر اُن کے تعاقب میں باغ کے شرقی کونے تک گئے یہاں سے انھوں دیکھا کہ مرہٹے نہایت پریشانی سے اپنے لشکر میں پہونچے۔ منصور علی خاں اور سب سردار باغ کے مشرقی کنارے کو داہنے ہاتھ پر چھوڑ کر گھوم کر باغ کے بائیں گوشے کی طرف آئے اور یہاں مقیم ہوئے نواب احمد خاں اُسوقت اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر توپخانے کے قریب آیا اور تمنداروں سے کہا کہ مورچہ چھوڑ کر مت جایا کرو اور خندق سے آگے اپنی فوج کو مت لیجایا کرو آیندہ مرہٹے تمکو زیادہ تکلیف دینگے۔ منصور علی خاں اپنے موقع قدیم پر آیا احمد خاں نے اُسکی بہت تعریف کی سب سرداروں کو حکم ہوا کہ اپنے اپنے مورچے پر ہوشیار ہو اسکے بعد احمد خان اپنے مقام گاہ کو واپس آیا۔

نواب سید سعد اللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان کا احمد خان کی مدد کیلیے فرخ آباد کو جانا اور اپنے مدار المہام کی بدولت شکست اُٹھا کر آنولے کو واپس آنا

آروں صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ جب اوّل اوّل وزیر کے واپس آنے کی خبر مشہور ہوئی تو احمد خاں نے ہر جانب مدد کیلیے لکھا علاوہ دوسروں کے اُس نے

متفق ہوکر حملہ کیا پٹھان جو دشمن کے منتظر تھے اُنھون نے پہلے ایک باڑھ توپون کی سرکی اور بان چلائے بعد ازان تلوارین کھینچ کھینچ کر اُن پر جھپٹے اور بہت سے حملہ آورون کو تہ تیغ کیا جو باقی بچے اُنھون نے بھاگ کر قاسم باغ مین پناہ لی پٹھانون نے اُنکا تعاقب کیا اور باغ سے اُنکو بھگا کر خود قابض ہوگئے۔ داہنی طرف باغ کے مشرق مین کچھ کشادہ سطح زمین نشیب مین ہے یہان مرہٹون کی بڑی فوج کمین گاہ مین تھی جب مرہٹون نے دیکھا کہ وزیر کی فوج بھاگی اور پٹھان اپنا مورچہ چھوڑکر اُن کے متعاقب باغ تک بڑھ آئے ہین بہت سے مرہٹون کے سوار حملہ کرنے والے افغانون اور اُنکے توپخانے کے درمیان چلے آئے۔ یہ لشکر زیر حکم تانتیا کے تھا۔ جب احمد خان کے آدمیون نے دیکھا کہ دشمن نے ہماری واپسی کا رستہ روک دیا ہے باہم یہ کہا کہ یارو پہلے تیر دشمن کے گھوڑون کے پیرون پر چلاؤ اور تلوارین بھی پہلے گھوڑون ہی کے پیرون پر لگاؤ جب دشمن گرجاوین پھر اُنکو قتل کرلینا۔ باہم یہ راے قرار دیکر اسی طور سے مرہٹون پر حملہ کیا اور بہتون کو مار لیا آخر مرہٹے اُتر پڑے اور جنگ شروع ہوئی منصور علی خان صاحبزادہ یہ جنگ اپنے مورچے سے دیکھ رہا تھا یہ دیکھ کر اُس نے اپنی تلوار لی اور پیادہ پا دشمن کی طرف چلا اُسکے ہمراہی بھی فقط تلوار لیکر اُسکے آگے ہوے۔ منصور علی خان نے اپنے ساتھیون اور اُن لوگون کو جو اتفاقاً شریک ہوگئے تھے جب شمار کیا تو معلوم ہوا کہ قریب ایک ہزار آدمیون کے تھے یہ سب بڑھکر افغانون اور مرہٹون کے بیچ مین گھس پڑے۔ اُنھون نے دوسری جانب حملہ کیا اور اس موقع پر بائین یعنی مشرقی سمت سے دوسرے مورچے کے لوگ اُنکی کمک کو آپہونچے۔ عبد اللہ خان ورکزئی و ضابطہ خان خٹک و انور خان گوجر اور دوسرے افغانون نے ایسی شمشیر زنی کی کہ مرہٹون کے قدم اُٹھ گئے جب تانتیا نے دیکھا کہ

اُس سے اُڑ گیا اور دو ایک کو زخمی کیا یہ سب مر گئے۔ جب یہ خبر نواب احمد خان کو پہونچی
وہ پالکی پر سوار ہو کر وہاں آیا اور اُنکے کفن و دفن کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے خدا کی ذات
سے امید ہے کہ اُنکے انتقام مین دشمن کے چند لوگوں کو ضرور ہلاک کرون گا لاشوں کے
دفن کرنے کے بعد پٹھانوں کا دستہ محاصرے مین سے نکلا اور مرہٹون کے لشکر پہ
ٹوٹ پڑا تمام رات ایسی بہادری سے لڑے کہ مرہٹون کے قدم ہٹا دیے۔ جب صبح ہوئی
طبل بجاتے ہوے اور تلوارین کھینچے ہوے اور بہت سے مرہٹوں کے سر نیزوں پر
لیے ہوے اپنے لشکر میں واپس آئے۔

جب شاہ کو حملوں کی خبر دیر کو پہونچی اُنھوں نے مغل سرداروں اور قزلباشون
کو طلب کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ احمد خان باوجودیکہ محصور ہے تاہم اُسکی فوج
مین سے ہر شب کو کچھ سپاہی نکل کر مرہٹوں پر حملہ کرتے ہیں اور اُنکے سر نیزون پر لاتے ہین
آخر اس غفلت کا سبب کیا ہے مجھے بتلاؤ نہین تو مین تمھاری داڑھی پر تھوک دونگا
آج تم اُس حرف کے مقام پر جاؤ اور دشمن سے لڑو اور ان دو باتون میں سے کوئی
ضرور ہو یا دشمن کو شکست دے کر اور اُنکے سر لاکر میرے قدموں پر ڈالو یا اپنی جان دو
یہ سنتے ہی آکر مرہٹوں میں شریک ہوے اور تھوڑی دیر کے آرام کے بعد قاسم باغ کی طرف
اُس جانب بڑھے جہاں توپخانہ زیر حکم منصور علی خان تیرھویں بیٹے نواب محمد خان کے قائم
تھا اور توپخانے کے درمیان میں کوئی پناہ نہ تھی قطعاً ہموار زمین تھی شیر پہ باغ
سے نکلے اور ایک نیچی زمین مین پہونچ کر بھری بندوقیں چلانے لگے اور اسی طرح دوسرا حملہ
کرکے توپخانے کے قریب پہونچ گئے جب قزلباش سواروں نے دیکھا کہ شیر پہ توپخانے
کے قریب پہونچے وہ اپنے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور اُنکی مدد کو پہونچے اُن سنے

اور اپنے خیمے کو واپس گیا۔ تانیتا کی شکست کی خبر سُنکر وزیر مع جاٹ و مرہٹون و باقی فوج کے کوچ کرکے نواب کی خندق کے قریب آپہونچے۔ ملہار راؤ اور آپا سیندھیا و تانیتا کو قاسم باغ مین چھوڑکر خود آگے بڑھے اور سنگی رام پور مین پہونچے۔ یہ ایک گھاٹ دریاے گنگا کا دریاے مذکور کے داہنے کنارے پر قریب بارہ میل فتح گڑھ سے بڑھکر پرگنہ بھوجپور مین ہے یہان اُنھون نے اپنی لشکرگاہ قائم کی اور نورالحسن خان بلگرامی کو حکم دیا کہ کشتیون کا پل تیار کرے اور جب نواب احمد خان نے یہ خبر سُنی اُسنے اپنے بیٹے محمود خان کو حکم بھیجا کہ دو تین ہزار سپاہی متعین کردے تاکہ وزیر پل نہ بنوانے پائین اس نوجوان نواب زادے نے شیام سنگھ برادر شمشیر جنگ چیلہ کو اُس طرف بھیجا یہ سردار مع فوج کے اُس مقام پر گیا دیکھا تو آدھا پل تیار ہوگیا تھا اُسنے ایسے گولے اور بان اُنپر چھوڑنا شروع کیے کہ دشمن پل چھوڑکر بھاگ گئے اس مرتبہ تو اُنکو اس کوشش مین ناکامیابی ہوئی مگر دوسری بار پھر کام شروع کیا اور زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ ہر روز ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے لشکر سے نواب احمد خان کے لشکر پر طلوع آفتاب سے تا غروب برابر توپین چلا کرتی تھین اور ہر شام افغان اپنے خندقون سے نکلکر توپخانے پر حملہ کرتے تھے اور جو لوگ توپون کی نگرانی پر ہوتے تھے اُنکو بھگاکر دو ایک چھوٹی توپین اپنے لشکر مین کھینچ لاتے تھے تھوڑی دیر قبل از غروب جو لوگ خندقون مین پوشیدہ ہوتے تھے نکلکر اپنے کھانے پکانے یا کسی اور کام مین مشغول ہوجاتے تھے اور عہدہ دار نواب کی ملاقات کو جاتے تھے ایک روز وہ سب نواب کے خیمے کے قریب بیٹھے تھے دشمن نے سب کو ایک جا دیکھکر اپنی بڑی توپ کا مُنہ اُسی طرف رُخ کرکے سر کی اتفاقاً گولہ کاظم علی خان ولد شمشیر خان کے پہلو مین لگا یہ اُس وقت عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ علاوہ ازین نواب شادی خان نواب محمد خان کے سولھوین بیٹے کا بازو

ابھی نظر فوج پر پڑی اُنھوں نے باہم کہا کہ لہار راؤ اور سید ہیلے ہمکو اس فوج سے
لڑنے اور اس کا محاصرہ کرنے کو بھیجا ہے لیکن یہ نواب ایسا جری اور اُسکی فوج ایسی بہادر
ہے کہ اُسنے وزیر کی بیشمار فوج کو کھیل ڈالا ہے ایسے لوگوں کا بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے
مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ سنکر کہ کچھ توپیں یاقوت گنج میں رہ گئی ہیں جو شہر سے پانچ میل
اور فتح گڑھ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے آمنیا نے اپنے چند سوار اُس طرف روانہ کیے
انھوں نے چند گنواروں کو مجمع کیا اور توپیں اپنے لشکر کی طرف کھینچ لے چلے۔ جب قاسم باغ
کے قریب پہونچے جو قلعہ فتح گڑھ اور حسین پور سے نصف میل ہے یہاں پٹھان گڑھوں کے اندر
کمیں گاہ میں تھے فوراً مرہٹوں پر آپڑے اور گولیاں اور بان اُسپر چھوڑنا شروع کیے
بندوقوں کی آواز سنکر نواب احمد خان سوار ہو کر اپنے توپخانے کے پاس آ کھڑا ہوا اُس نے
اپنے رسالہ داروں کو حکم دیا کہ جن پٹھانوں پر گولیاں چل رہی ہیں انکی جا کر مدد کرو۔
شادل خان علرزی۔ سعادت خان آفریدی۔ محمد علیخان آفریدی۔ میان خان خٹک۔
عمر خان گوالیاری۔ نامدار خان برادر نواب غیرت خان۔ نور خان ولد جلیل خان۔
منگل خان تہروالا اور دوسرے افغان سردار مورچے کو چھوڑ کر پٹھانوں کی مدد کو پہونچے
آمنیا بھی اُسپر بڑھا کہ انکو لڑکر بھگا دیوے۔ جب دونوں فوجیں قریب ہوئیں بندوقیں
موقوف ہوئیں اور تلوار چلنے لگی پٹھانوں نے یہانتک سختی سے حملہ کیا کہ گردن پکڑ پکڑ کر
تلواریں چھین لیں آخر کار مرہٹے حملے کی تاب نہ لاکر بھاگے۔ جب اس فتح کی خبر احمد خان کو پہونچی
اُسنے شتر سوار کو بھیجا اور حکم دیا کہ آگے نہ بڑھیں یہیں سے واپس آئیں۔ سرداروں نے
یہ حکم سنکر توپیں جو واپس لی تھیں آگے روانہ کیں اور خود طبل فتحمندی کے ساتھ انکے پیچھے
ہو لیے نواب احمد خان نے ہر سپاہی کی بڑی تعریف کی اور سرداروں کو خلعت عنایت کیا

قرار دی۔ دوسرے روز توپخانہ پہونچا اور توپین لشکر مین داخل ہوئین۔ نواب خود خندقون اور غارون کی طرف جن کا مذکور ہوچکا ہے گیا اور وہان توپین زنجیرون سے باہم کس کر نصب کین۔ توپون پر اپنے بھائیون اور رسالہ دارون کو متعین کرکے خود لشکرگاہ کو آیا اور ناوؤن کا ایک پل تیار کرایا جس روز پل تیار ہوا نواب کا بیٹا محمود خان گنگا کی دوسری جانب یعنی بائین کنارے پر پہونچا اور شادل خان غلزئی بھی قادر چوک سے آیا اپنے پہونچنے سے دوسرے روز دونون نے نواب کی ملازمت حاصل کی۔

مرہٹون کا فتح گڑھ کی طرف آنا اور جب پٹھانون کے مقابلے مین آنا مغلوب ہوجانا

جب وزیر کو خبر پہونچی کہ نواب احمد خان الہ آباد سے واپس آیا ہے اور شہر کی حفاظت کی تیاری کررہا ہے تو اُنھون نے ملہار راؤ اور آپا کو طلب کیا اور پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے اُنھون نے جواب دیا کہ ہم آپکے مطیع حکم ہین۔ وزیر نے حکم دیا کہ اپنے کسی معتبر سردار کو ایک قوی فوج کے ساتھ احمد خان کے محاصرے کے واسطے بھیجدو کہ جاکر چارون طرف سے رستہ بند کردے اور کہین سے کھانا پانی یا چارہ اُسکو نہ پہونچنے پائے۔ بموجب حکم کے اُنھون نے تانتیا کو بجمعیت دس ہزار سوار فرخ آباد کی طرف روانہ کیا جب سوار شہر کے قریب پہونچے اُنھون نے دیکھا کہ سردار شہر چھوڑکر چلے گئے ہین اُنھون نے بہت سے گانؤن اور قصبون کو آگ لگادی جب مرہٹون کے سوار شہر مین پہونچے اور شہر کو مفلسی و پریشانی اور بھوک و پیاس مین مبتلا پایا تب لوٹ و غارت کی جو اُمید اُنکے دل مین تھی وہ سب جاتی رہی اب وہ اُس مقام کی طرف روانہ ہوئے جہان نواب احمد خان آمادۂ جنگ مقیم تھا جب

بہت سے باشندوں نے جب بی بی صاحبہ کو وہاں سے جاتے دیکھا اپنا گھر چھوڑ دیا۔ نواب
نے ہر سردار کو نام بنام طلب کیا اور اُنسے صلاح پوچھی کہ دشمن سے کس طرح مقابلہ کرنا چاہیے
تمام رئیس اور فوج کے سردار و تاجر و مہاجن اور بازار کے بڑے بڑے آدمی اور وہ لوگ
جو لائق و عاقل مشہور تھے نواب کے روبرو حاضر ہوے۔ انھوں نے عرض کیا کہ دشمن
کے ساتھ فوج بیشمار ہے اور نواب کی فوج اُسکے مقابلے میں گویا دال مین نمک کے برابر ہے
یہ سچ ہے کہ نواب کے آدمی تھوڑے تو ہیں مگر بہادر ہیں۔ لیکن بزرگون کا قول ہے کہ ایک شخص
حریف مقابل سے جنگ کر سکتا ہے اور نہ ایک ہزار سے اس مین شک نہیں کہ نواب
بادشاہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے مگر وزیر اس وقت سابق کی بدنامی اور شکست
کے داغ کو مٹانے کے واسطے ہندوستان کی تمام فوج ہمراہ لیکر آیا ہے جاٹ اور مرہٹے مور و ملخ
کی طرح ایک انبوہ کثیر کے ساتھ آئے ہیں لہذا مصلحت وقت یہی ہے کہ یہاں سے حسین پور
گھاٹ پر جو شہر سے تین میل مشرق کی طرف واقع ہے گنگا کے کنارے اُٹھ چلنا چاہیے وہاں
ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جہاں سے تھوڑی فوج بڑی فوج کا مقابلہ کر سکتی ہے اس قلعہ
کے گرد بڑا وسیع میدان ایک میل کا ہے اور اس وسیع میدان کے کنارے پر بڑے غار اور
خندقیں ہیں اس لیے اس مقام پر پڑاؤ ڈالنا خوب ہوگا۔ اس کا مذکور نہیں کہ شہر کا قلعہ
کیون بیکار ٹھہرا شاید اس وجہ سے کہ دشمن اطراف کی آمدورفت روکدیں اور رسد کی آمد
بند کر دین۔ مع ہذا گڑھ کے نیچے دریا بھی ہے جس مین کشتیاں بہ آسانی مہیا ہو سکتی ہین اگر
تا وقتیکہ دشمن پار ہو کر دوسرے کنارے پر قابض ہو یہ خوف نہین ہو سکتا ہے نواب نے
سرداروں اور رشتہ داروں اور مشیر کاروں کی یہ صلاح سُنکر اسی مشورے پر اتفاق رائے کیا
اور فی الفور گھوڑے پر سوار ہو کر مع لشکر دریاے گنگا کے مقام معینہ پر جا ہو نچا اور وہاں لشکرگاہ

اس مرتبہ دشمن کو زندہ نہ جانے دینگے اور ہمارے نزدیک اُسکی فوج کی یہ وقعت ہے
جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ مُرے کو مارنا کیا مشکل ہے نواب نے حاجی سردار خان کی طرف
مخاطب ہوکر پوچھا تم کیون خاموش ہو اُسنے جواب دیا کہ یہ لوگ میری بات سے خوش نہونگے
میری راے راجہ پرتھی پت کی راے سے موافق ہے اور مین سمجھتا ہون کہ اُسکی راے
بہت مناسب ہے۔

حسب صلاح سردارون کے فرخ آباد کی طرف کوچ کا حکم ہوا راجہ کو طلب کیا اور جو کچھ
مشورہ قرار پایا تھا اُس سے اُسکو اطلاع دی۔ راجہ نے پوچھا مجھے کیا حکم ہوتا ہے نواب
نے کہا کہ مین تمکو بالفعل اس ملک مین بطور اپنے نائب کے چھوڑے جاتا ہون اس لیے
تم اپنی زمینداری کو واپس جاؤ اور اودھ کے زمیندارون سے کہو کہ اپنے اپنے گھر دین
جا بسو راجہ کو اُس وقت خلعت مرحمت ہوا وہ رخصت ہوکر دریاے گنگا کو عبور کرکے اپنے
مُلک کو روانہ ہوا نواب کا بیٹا جو اودھ کے فتح کرنے مین مصروف تھا اور اُس کا ارادہ لکھنؤ اور
کاکوری کے شیخ زادون کو سزا دینے کا تھا جنھون نے سر اُٹھا کر پٹھانون کو نکالدیا تھا چونکہ
اُس وقت مین انتقام ممکن نہ تھا اسلیے یہ نوجوان نواب زادہ فرخ آباد کی طرف لوٹا اور سانڈی پالی
سے گذر کر دریاے گنگا کے کنارے اُس مقام پر پہونچا جسکی دوسری جانب فتح گڈھ
مین اُسکے باپ کی لشکرگاہ تھی نواب احمد خان الہ آباد سے روانہ ہوکر چھ روز کے عرصے مین
اپنی دارالریاست کو پہونچا۔ مگر اُسکے ساتھی جو محض زر آشنا تھے راستے سے اُس کا ساتھ چھوڑ
چھوڑ کر جاے عافیت مین پناہ گزین ہوے صرف وہ لوگ جنکو نام و مرتبہ کا خیال تھا ساتھ
رہ گئے۔ پہلے اُسنے بی بی صاحبہ اور اپنی دوسری رشتہ دار مستورات کو کسی موقع پناہ مین
پہونچا دینے کی فکر کی یہ سب بمشکل تمام وہان سے آنولہ و شاہجہان پور کو روانہ ہوئین شہر کے

وزیر کی شکست سے چھ ماہ کے بعد شادل خان کا بیٹا ہونا مرہٹوں کے مقابلے سے سنا۔
نواب نے راجہ پرتھی پت کو طلب کیا اور کہا کہ وزیر کو کمک دینے کے واسطے مجھے گھر کی طرف
جانا ضرور ہے انشاء اللہ انکو بار دیگر شکست دیکر واپس آتا ہوں اُسوقت اضلاع مشرق
قبضہ کرونگا راجہ پرتھی پت نے کہا کہ ایک صلاح ہے کہ بالفعل فرخ آباد کی طرف جانا بالکل
نامناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وزیر تو قریب پہونچ ہی چکے ہیں آپ کیسی ہی عجلت
کرینگے تاہم وقت پر پہونچنا مشکل ہے اور بالفرض آپ عین وقت پر پہونچے بھی تاہم فوج
چونکہ منتشر ہو جائے گی اُسکے مجتمع کرنے میں دقت ہوگی۔ لہذا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے
کہ آپ گنگا پار ہو کر صوبہ اودھ کو چلیں اور وہاں سے جانب مغرب روانہ ہوں اس میں
چند فوائد ہیں ایک تو شتاب زدگی کرنا نہ پڑے گی۔ فوج بھی منتشر ہوگی اور زمیندار لوگ
اودھ کے جو اپنے اپنے گھروں سے بعہد نول رعمل بھاگ گئے تھے وے ملکے مدد دینے اور
سامنے کرینگے دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سی زر آشنا فوج بھی کرنے کی فوج جو آپ کے
حکم میں جمع ہوئی ہے جب آپ فرخ آباد کو بعجلت روانہ ہونگے یہ سب ساتھ چھوڑ دینگے
نواب نے کہا میں اپنے سرداروں سے مشورہ کروں دیکھوں انکی کیا رائے ہے راجہ رخصت ہوا
نواب نے رستم خاں و منگل خاں ظفرگی و محمد خاں آفریدی و مستجاب خاں و کرم خاں و حاجی سردار خاں
و دیگر سرداروں کو طلب کیا جس وقت اُنھوں نے راجہ کی صلاح سنی کہا علیحدہ باہم مشورہ کرکے
جواب دینگے زائد لوگوں کی رائے تو یہ ہوئی کہ گنگا کو نہ اُترنا چاہیے۔ فقط حاجی سردار خاں
کی رائے اسکے خلاف تھی سب افغان سردار نواب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر
گنگا پار جائینگے تو شمس مالیقین یہ تصور کرینگے کہ ہم خوف سے بھاگ گئے ہم کو خوف نہ کرنا چاہیے
یہ وہی وزیر ہے جسے ہم ایکبار زک دے چکے ہیں اور اللہ کی مدد سے اور اپنی تلوار کے زور سے

اور یہ بیت پڑھی

تو برائے وصل کردن آمدی　　　یا برائے فصل کردن آمدی

قاصد وزیر کے پاس لوٹ گئے۔

وزیر کی دوبارہ فرخ آباد پر چڑھائی

وزیر نے اجازت کوچ کی طلب کی اور بادشاہ نے فتح پیچ عنایت کرکے رخصت کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج لیکر احمد خان پر چڑھائی کرو۔ اوائل جمادی الاولے ۱۱۶۴ ہجری مین صفدر جنگ اپنی اور مددگارون کی فوج لیکر دلی سے برآمد ہوے۔ عماد السعادت مین لکھا ہے کہ اس وقت صفدر جنگ کے ہمراہ دو لاکھ سپاہ اور ہزار کے قریب چھوٹی بڑی توپین اور ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے سردار تھے۔ صفدر جنگ نے دریاے جمنا کو عبور کرکے پہلا یہ حکم مرہٹون کو دیا کہ شادل خان فرخ آباد کے عامل کو کول کے نواح سے بھگا دینا چاہیے اور جب وہ فرخ آباد کی طرف بھاگے اُس کا تعاقب کرتے ہوے فرخ آباد کی طرف بڑھنا چاہیے ملہار راؤ اور آپا نے پنڈارون کو حکم دیا کہ احمد خان کے مُلک کو آگ لگائے اور ویران کرتے چلے جاؤ۔ بمجرد حکم کے لوٹنا شروع کیا اور چوبیس ہزار سوارون نے شادل خان حاکم کول و جالیسر کو جا گھیرا تھوڑے عرصے مین ملہار راؤ اور آپا سیندھیا خود وہان پہونچے اور حملہ شروع ہوا۔ اگرچہ شادل خان کے پاس بمقابلے غنیم کے فوج نہایت قلیل تھی مگر تاہم تھوڑے عرصے تک قدم جمائے رہا اور جہانتک ممکن تھا دشمن کا مقابلہ کیا ایک روز اپنی فوج کی خوب حفاظت کرکے اور دشمن کے بہت سے آدمی مار کر آخر کار گنگا پار ہوکر قادر چوک پہونچا یہ موضع پرگنہ اجھیانی ضلع بدایون مین واقع ہے وہان سے اُس نے کل حال احمد خان کو بمقام الہ آباد لکھ بھیجا اور مشرق کی سمت گنگا کے کنارے کنارے فرخ آباد کی طرف روانہ ہوا احمد خان نے

لچھمی رائے سے اس معاملے میں مشورہ کیا اُسے عرض کیا کہ مرہٹوں سے تو اس شرط پر خرچ جنگ ٹھہرا ہے کہ وہ جب بالکل پٹھانوں کا ملک فتح کرا دیں تو اُسوقت یہ رقم دیجائے گی جب آپ کا قبضہ اُس ملک پر ہوجائے گا تو کروڑ روپے کیا چیز ہیں فی الفعل جو کچھ روپیہ آپکے پاس موجود ہے اُس میں سے تھوڑا سا فوج کو دیکر باقی اپنے صرف میں لائیے نواب وزیر اس بات سے مطمئن ہوکر دلی سے روانہ ہوئے[1]

اور بعض کہتے ہیں کہ مرہٹے دلی میں آگئے تھے اور جب وہ اُس کے قریب آپہونچے تو ایک عُہدہ دار اُنکی پیشوائی کے واسطے بھیجا گیا۔ دوسرے رُوز ملہار راؤ اور آپا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوے اور خلعت مرحمت ہوا۔ وزیر نے سورج مل جاٹ کو بھی خلعت دلوایا۔

باوجود اس قدر مددگارون کے وزیر کا احمد خان کی فوج کو بزورِ مکر و تدویس فتح کرنے کی کوشش کرنا

کشف الاستار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وزیر نے مرہٹوں کو اپنی مدد کیلیے بلایا تو سید نور الحسن خان وغیرہ برادران شاہ حمزہ صاحب کی معرفت دو لاکھ روپیہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجے جن میں نصف زر نقد تھا اور نصف کی ہُنڈی سادر استدعا کی کہ احمد خان کے رسالہ دارون کو روپے کا لالچ دیکر احمد خاں سے منحرف کرکے ہمارے پاس بھیجوا دیجیے اور جو کچھ جسکے مناسب حال ہو وہ اُسے عطا کر دیجیے اگر سادل خاں بھی ہمارے پاس آجائے تو اُسکو ایک پرگنہ میر بنا دیں شاہ صاحب نہایت اہل دل تھے جواب دیا کہ اگرچہ افغان طامع اور حریص ہین روپیے کے لالچ میں اپنے دین و ایمان تک کی پرواہ نہیں کرتے انکو توڑ لینا آسان ہے لیکن یہ عادت ہم لوگوں کی نہیں ہے کہ ایسے معاملات میں دخل دیں

نے درنگ منظور بود۔ لکن بانتظار رسیدن آن کامگار روزے چند دگر ہم توقف لازم بود

الحاصل زود بیایند و زیادہ برین متوقف نشوند۔ ھ

اگر بسیر چمن سے ردی شدم بردار   کہ ہم چو رنگ حنا سے رود بہار از دست

غور کرنے کا مقام ہے کہ شہنشاہ دہلی کا وزیر اعظم ایک ایسی ادنی اسی ریاست کے ولی عہد کو جسکا باپ ۱۷۲۳ء میں راجہ بنا تھا اور جو اپنی اولوالعزمی سے وزیر کے ہم قوملن کی سلطنت مٹانے کی فکر مین تھا کس خوشامد کے لہجے مین لکھتا ہے اگر یہ حضرت بہ نسبت سورج مل جاٹ کے نصف محبت کا برتاؤ بھی پٹھانون سے رکھتے اور انکی بربادی و استیصال کے خیالی پلاؤ نہ پکاتے جو اصل دین اسلام اور ننگ و ناموس مین اور ہندوؤن کے نزدیک واجب الاستیصال ہونے مین اُن کے شریک تھے تو اپنی مذلت و خجالت کیون اُٹھاتے بلکہ انکی معاونت اور خدمت سے فائدہ حاصل کرکے سورج مل سے بدرجہا بڑے بڑے راجون کو اپنے سلام کا آرزومند اور اپنے حکم کا فرمانبردار پاتے۔

بہرصورت صفدرجنگ از سر نو جملہ سامان جنگ مثل توپ و بان و جزائل و گولہ بارود مہیا کرکے آمادۂ پیکار ہوے۔ مرہٹے جب دلی کے قریب پہونچے تو ملہار راؤ نے وزیر کے وکیلون کو رخصت دیکر صفدرجنگ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ ہمارا دارالحکومت مین آنا کیا ضرور ہے ہم بالا بالا فوج لیکر جاتے ہین اور یہ بھی چاہتے ہین کہ آپکی فوج لڑائی مین ہماری شریک نہ ہو بلکہ کوئی اس معاملے مین دخل نہ دے رام نرائن وغیرہ مرہٹون سے رخصت ہوکر وزیر کے پاس آئے اور وہ بھی روانگی کو آمادہ ہوے لیکن تمام خزانہ اُن کا ایک کروڑ روپے سے کم تھا اور سواے مصارف فوج مغلئی و ہندوستانی کے اُنکی ذات خاص کے مصارف بھی زیادہ تھے۔ ایک کروڑ روپے دینا مرہٹون کو ٹھہرے تھے اسلیے نواب کے دل کو فکر تھی کہ

پچاس لاکھ روپوں کے لیے چار لاکھ پٹھانوں سے لڑائی کریں جبکہ دو سردار دیہ کیونکر یقین ہے کہ ہم ضرور ائیر فتحیاب ہونگے ممکن ہے کہ ہمکو ہی شکست ہو جائے آخر ملہار راؤ ایک کروڑ پہ راضی ہو گیا کیونکہ وہ صفدر جنگ کو حاتم سے کم نہ جانتا تھا اُس نے آپا کو بھی راضی کر لیا اور اپنے حقیقی بھتیجے تکو کو بھی جو جسونت راؤ کا بھائی ہے ساتھ لیا عماد السعادت میں اسی طرح لکھا ہے۔ سیر المتاخرین میں بیان کیا ہے کہ ظاہرا پندرہ ہزار روپیہ یومیہ سورج مل کا اور ۲۵ یا ۳۰ ہزار یومیہ تا زمان جنگ مرہٹوں کا قرار پایا۔ اور گیان پرکاش میں بیان کیا ہے کہ مرہٹوں کے لاکھ سواروں کو جو ماتحتی آپا و ملہار راؤ تھے لاکھ روپیہ کوچ اور پچاس ہزار مقام دینے کا اقرار ہوا اور سورج مل خود اول سے شریک تھا لیکن یہ بات درست نہیں کہ سورج مل موجود تھا کیونکہ وہ پہلی لڑائی کے بعد اپنے وطن کو لوٹ گیا تھا وزیر نے پھر اُس کو بڑی منت اور خوشامد کے ساتھ اس جنگ عظیم میں شریک ہونے کو بلایا۔ صفدر جنگ نے جو خط اس موقع پر سورج مل کو لکھا تھا اُسکی نقل صفدر جنگ کے اُن قلمی خطوں سے جو بھرت پور سے ہاتھ آئے ہیں کرتا ہوں و ھو ہذا۔

فرزند وفادار بہادر من۔ قرار دادہ بود کہ از مہمات خود فراغ حاصل کردہ بعد دو ماہ در حضور برسم۔ مدت ہا متمادی بامید کہ ایفاے وعدہ ہنوز بعمل نیامدہ و این جانب جان و دل مشتاق حصوص دریں ولا کہ انصرام مہمات منظور خاطر و صلاح کارہاے سرکار برونمہ ہمت مساعت توقف در ورود دستاقتن آں وفادار موجب کمال نگرانی و انتظار ست۔ مخالفان تقاوت میا دکہ نسبت تعلق بدولت خداداد دست داده بود م حالا بحرت وغرور۔ در سر دارند و اجتماع ہم کف دور و نزدیک مشغول ہر چند عزیمت

پیش کیے گئے۔ بعد معمولی انکار کے اُسنے اُنکو قبول کیا بعدازان وہ حضور مین حاضر ہوے وزیر نے اپنا سر بادشاہ کے قدمون پر رکھدیا۔ بادشاہ نے سر اُٹھاکر چھاتی سے لگالیا وزیر نے عرض کیا کہ غلام نے بڑا گناہ کیا مگر ملتجی عفو ہے۔ بقول سعدی علیہ الرحمۃ ف

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بدرگاہ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

بادشاہ نے فرمایا کہ مین نے بعد غور تمھارا قصور معاف کیا اور عذر پذیرا کیا خلعت دہ پارچہ مع فیل و اسپ و شمشیر وزیر کو مرحمت ہوا وزیر نے اپنی فرزندرانہ نقد ادی دس لاکھ روپیہ پیش کی اور رخصت ہوکر پچاس ہزار روپیہ خیرات کرتے ہوے گھر کو روانہ ہوے۔

حسب استدعاے جاوید خان ملہار راؤ اور آپا سیندھیا کے نام ایک فرمان شاہی جاری ہوا اور ایک خط وزیر نے بھی دیا اور مرہٹون کے پاس یہ تحریرین لیکر راجہ مہا نرائن[1] جو وزیر کی سرکار کا مدار علیہ تھا اور رستر سکداس[2] اور جگل کشور[3] روانہ ہوے اور بابو راے وکیل مرہٹون کا بھی انکے ساتھ گیا۔ ان قاصدون کو کوٹے سے دو پڑاو اِسطرف اور وہان سے دوسو اٹھ میل جنوب مین مرہٹے ملے۔ اُنھون نے وزیر کے خط کا مضمون معلوم کرکے آپا نے دو کروڑ روپے طلب کیے رام نرائن نے پچاس لاکھ روپے کہے آپا نے اُس سے کہا کہ تمھاری نظرون مین پچاس لاکھ روپے زیادہ ہین ہم تو ایک معاملے مین اتنے لے لیتے ہین۔ ہماری نظر مین اس قدر روپیہ ہیچ ہے۔ ہمکو کیا ضرور ہے کہ

---

[1] دیکھو گیان پرکاش اور عماد السعادت آزاد ان صاحب نے رام نرائن کہا ہے اور سیر المتاخرین مین لچھمی نرائن آیا ہے ۱۲ [2] دیکھو گیان پرکاش ۱۲ [3] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

تا سیندھیا اور ملہار راؤ جو اس وقت راجپوتانے میں ہیں وہ اگر طلب کیے جائیں تو
حضور عالی کی نوکری کر لینگے۔ اور لیے انتفاع کی اُمید پر جو حکم اُن کو دیا جائے گا اُس
کی تعمیل وفاداری کے ساتھ عمل میں لائینگے۔ سورج مل جاٹ کی فوج بھی اگرچہ صفدر جنگ
کے ساتھ گئی تھی مگر اُسے نہ شکست پائی نہ منتشر ہوئی سوا اسکے نواب سید سعد اسد خاں کا
مدار المہام صفدر جنگ کا دوست ہے آخر الامر بادشاہ جاوید خان کی باتوں میں آگئے اور
حکم دیا کہ صفدر جنگ سے کہو کہ اُس کا قصور معاف ہو گیا ہے اور کل دربار میں حاضر ہو
جاوید خاں خوش خوش اپنے گھر کو گیا اور رات کو وزیر کے مکان پر پہونچا۔ پہلے دونوں
باہم بغلگیر ہوئے بعد ازاں جو گفتگو بادشاہ سے ہوئی تھی سب وزیر سے دُہرائی اب
جاوید خاں جگل کشور کو ساتھ لے کر اپنے مکان کو گیا اور اُس سے کہا کہ وزیر سے کہدیا کہ
کل دربار میں حاضر ہوں اور فی الفور ایک فرد نذرانے کی تیار کریں۔ تعداد نذرانے کی
عـــ لاکھ روپے سے کم ہو۔ جگل کشور نے واپس آکر وزیر سے کہا کہ عـــ لاکھ نذر مقرر
ہوئی ہے کہ جاوید خان سے ملاقات کے وقت دیا جائے جیسا کہ آرون صاحب کی تاریخ
میں لکھا ہے پھر یہ بات تاریخ مظفری کی کیسے قابل پذیرائی ہوگی کہ جاوید خان کو ستر لاکھ روپے
رشوت میں دیے ٹھہرے تھے جبکہ خود بادشاہ کی نذر کے لیے حـــ لاکھ روپے کی فرد تھی اور
نہ وزیر اُس وقت اس قابل تھے کہ ستر لاکھ دے سکتے۔ القصہ دوسرے روز علی الصباح
بادشاہ نے محل سے برآمد ہو کر دیوان عام میں سنگ مرمر کے فرش پر جلوس فرمایا۔ اُمراء
اور اراکین مع میر ترک حاضر ہوئے اور آداب بجا لا کر اپنے اپنے پائے پر کھڑے ہوئے اُس وقت
ناظر جاوید خاں کو حکم ہوا کہ وزیر صفدر جنگ کو بارگاہ سُلطانی میں حاضر کرے جس وقت
جاوید خاں وزیر کے مکان پر پہونچا تیس خوان جواہر و پارچہ ہائے قیمتی کے اُس کے روبرو

جن سے دل پر بڑا اثر پیدا ہو کہنے لگا کہ جب ملکی معاملات کی طرف خیال کرتا ہون تو مجھے سخت تردد ہوتا ہے۔ میری نیند جاتی رہتی ہے۔ صفدر جنگ کے شکست کھا کر واپس آنے کے بعد فیروز جنگ نے ایک فرمان گویا بصورت تہنیت نامے کے احمد خان کے نام باستقرار ریاست موروثی بھجوایا تھا اُسپر قناعت نکرکے اُسنے ریاستہاے خالصہ پر بھی قبضہ کرلیا ہے اور اپنے بیٹے کو ملک اودھ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا ہے اور خود الہ آباد کو محاصرہ کیے ہوئے ہے اس کے بعد بنگال کا عزم کریگا اور اخبار نویسون نے حضور عالی کو بخوبی اطلاع دی ہے کہ اُس نے لشکر عظیم اکھٹا کیا ہے علما یہ کہتے ہین کہ کتاب اخون درویزہ مرشد ولی افغانان مین یہ لکھا ہے کہ کوئی افغان سردار بہ جمعیت زائد از دوازدہ ہزار مرتبۂ شاہی کو پہونچے گا پس اس صورت مین احمد خان جسکے پاس ایک لاکھ سے زاید فوج ہے اور سات صوبے قبضے مین ہین اپنے تئین بادشاہ بنانے سے کیونکر باز رہ سکتا ہے جب جاوید خان نے اس طوالت کے ساتھ یہ قریب آمیز گفتگو کی تو بادشاہ سخت متردد ہو کر پوچھنے لگے کہ اب اس مشکل سے نکلنے کی کونسی صورت ہے یہ سنتے ہی جاوید خان نے عرض کیا کہ صفدر جنگ کا قصور معاف ہو اور احمد خان کو مطیع کرنے کا کام اُسکے تفویض کیا جائے۔ بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ صفدر جنگ سے کچھ بھی امید نہین ہے کیونکہ وہ فوجِ کثیر۔ بندوق و بان یہ سب کچھ لیکر گیا تھا مگر احمد خان نے تھوڑی سی فوج سے اُسکو شکست فاش دی اور اب جبکہ احمد خان کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے تو صفدر جنگ اُس دل ہاری فوج سے اب کیا کر سکتا ہے۔ زدہ را باید زد مثل مشہور ہے بادشاہ نے جاوید خان سے کہا کہ میری رائے مین تمھاری تجویز بالکل خیال خام ہے مین اسے ہرگز منظور نہین کرسکتا ہون کیونکہ اچھی تجویز مین کبھی ایسی خفت ہوگی۔ جاوید خان نے جواب دیا کہ کمترین کی اس تجویز کے متعلق اور بھی تدابیر ہین۔

اُس کا پیام بیان کیا چہارشنبہ کو جاوید خاں حضرت نظام الدین کے مزار کی زیارت کے بعد پوشیدہ وزیر کے مکان پر آیا ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد ناظر نے وزیر سے کہا کہ بادشاہ سلامت کا مزاج تمھاری طرف سے بالکل پھر گیا ہے کسی کو جرأت نہیں کہ کوئی بات بہتری کی تمھاری بابت حضور میں عرض کرے اور نواب فیروز جنگ نواب احمد خاں کے واسطے سعی کرنے پر اس قدر مستعد ہے کہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُسکے خلاف ایک بات بھی منھ سے نکال سکے وزیر نے بعض الفاظ قریب القسم جاوید خاں سے کہے اور کہا کہ اگر آپ اس معاملے میں دست امداد ی کریں اور بعنوان شائستہ بادشاہ سلامت سے عرض معروض کریں تو خوب ہو۔ تاریخ مظفری سے معلوم ہوتا ہے کہ وزیر نے اُسکو تین لاکھ روپے بطور رشوت کے دینے پر راضی کر لیا۔ نواب ناظر نے اپنی بات پر بھروسہ کر کے اقرار کیا کہ حسب موقع مناسب ہوگا۔ تمھارے حق میں سفارش کروں گا۔ اور انشاء اللہ بادشاہ سلامت کے مزاج کو تمھاری طرف رجوع کر دونگا بعد اس گفتگو کے وہ سوار ہو کر اپنے گھر روانہ ہوا تین روز کے بعد ایک اخبار نویس کے پاس سے جو احمد خاں کے لشکر گاہ میں متعین تھا ایک خط اس مضمون کا آیا کہ صوبجات مشرق کے زمیندار راجہ پرتھی پت و راجہ لوٹ سنگھ اور دوسرے زمیندار مع زر کثیر نواب احمد خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے تئیں نواب کا مطیع قرار دیا یہ بھی الہ آباد کے محاصرے کے واسطے نواب کے شریک ہوئے ہیں بڑی فوج جمع ہوگئی ہے اور روز بروز جمع ہوتی جاتی ہے ایک لاکھ سوار اور بیشمار پیدل زیر لوائے نواب احمد خاں مجتمع ہو گئے ہیں۔ دیکھا چاہیے بعد فتح قلعہ الہ آباد کے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے نواب ناظر نے موقع پر جس طرح وزیر سے اقرار کر آیا تھا کہنا شروع کیا اور جو جو باتیں از راہ دور اندیشی اُسکو سکھلائی تھیں اُس نے بادشاہ سے بیان کیں۔ ناظر ایسے الفاظ سے کہ

اسمٰعیل بیگ خان کو طلب کیا۔ اور سید عبد العلی کو بھی جو اُنھین دنون اجمیر سے پہونچا تھا شریک مشورہ کیا۔ اسمٰعیل بیگ خان نے صلاح دی کہ افغانستان سے فوج منگانی چاہیے۔ ناگرمل کی رائے ہوئی کہ روہیلون کو بلانا چاہیے اور کہا کہ قائم خان کے حملے کے سبب سے روہیلے فرخ آباد کے پٹھانون سے عداوت رکھتے ہین وزیر نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور کہا کہ اگرچہ افغان باہم لڑتے ہین لیکن اگر کوئی اور غنیم اُنسے لڑنے جائے گا تو سب متفق ہو جائینگے۔ تب وزیر نے سید عبد العلی سے صلاح پوچھی اُسنے کہا کہ آپ کے ساتھ فوج سابق مین بھی کم نہ تھی اور اب بھی جس قدر درکار ہو مُہیّا ہو سکتی ہے مگر سرداران جنگ دیدہ و آزمودہ کو رفیق کرنا چاہیے وزیر نے کہا بتلائیے کون ایسے لوگ ہین۔ جواب دیا کہ بخت سنگھ اور سرداران مرہٹہ اس کام کی لیاقت رکھتے ہین اور راجہ لچھمی نرائن نے بھی مرہٹون کی فوج کثیر کا مذکور کیا اور کہا کہ آپا سندھیا اور ملہار راؤ کے پاس ستر اسّی ہزار فوج اس وقت کوٹے کے قرب و جوار مین ہے ایک ہزار مرہٹے دس ہزار افغانون کے واسطے بس ہین اور پٹھان مرہٹون کے نام سے چونک پڑتے ہین۔ اب وزیر نے مرہٹون سے مدد مانگنے کا ارادہ کیا۔

وزیر کو دوسرا بڑا کام اہم یہ باقی تھا کہ بادشاہ کو کسی صورت سے رضامند کرنا چاہیے اس غرض سے وزیر نے راجہ جگل کشور وکیل مہابت جنگ کو نواب ناظر جاوید خان کے پاس بھیجا اور اُس سے اعانت چاہی۔ اس جاوید خان خواجہ سرا کو بادشاہ نہایت عزیز رکھتا تھا وزیر کا حال بالتصریح سُننے کے بعد جاوید خان نے کہا کہ ایسے معاملہ کی بحث بالمواجہہ ہونی چاہیے۔ بروز چہار شنبہ مین بغرض فاتحہ خوانی۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کی درگاہ مین جاؤنگا۔ بوقت واپسی وزیر کے مکان پر آؤنگا اُسوقت جن جن پیچیدگیون کو وہ سُلجھانا چاہین مجھ سے بیان کرین جگل کشور نے واپس آکر وزیر سے

اُسکی فوج میں بابت بقایائے تنخواہ کے بلوا ہو گیا اور وہ تنہا اعظم گڑھ کی طرف روانہ ہوا بلونت سنگھ نے تب اُس کا گھر لوٹ لیا صاحب ماں خاں اعظم گڑھ میں اپنے آپکو محفوظ نہ پاکے ملک منیا کو گیا اور وہاں کے راجہ نے اُسکو پناہ دی۔ تھوڑے عرصے کے بعد وہ جونپور کو واپس آیا لیکن بلونت سنگھ نے پھر اُسے مقرر کر دیا۔

نقل ہے کہ جب بنارس کے مہاجنوں نے پٹھانوں کی آمد سنی وہ پھولپور پر جو بنارس سے آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے گئے اور کہا کہ ہم دو کروڑ روپیہ بطور محصول داخل کرتے ہیں اس شرط پر کہ پٹھان ہمارے شہر میں نہ آئیں اُن کا یہ حال تھا کہ کہتے تھے اگر ہم پٹھان کو خواب میں بھی دُور سے دیکھتے ہیں تو کانپنے لگتے ہیں۔ جبکہ دُو کروڑ روپیہ دیا گیا اور پٹھان واپس گئے۔

وزیر کا بادشاہ سے عفو قصور کرانا اور اُن سے احمد خان پر چڑھائی کی اجازت لینا۔ مرہٹون اور بھرتپور کے جاٹون کو اپنی مدد کے لیے بُلانا

وزیر رام چھوئی میں شکست کھاکر ۲۹ شوال سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۲ ستمبر سنہ ۱۷۵۰ء کو دلّی واپس آئے اور یہاں پہونچکر اُنھوں نے دیکھا کہ بادشاہ مجھ سے سخت ناراض ہیں تو نہایت غمگین ہوئے ایک عرصے تک وہ گھر سے نہ نکلے ہر وقت سر پر ہاتھ رکھّے بیٹھے رہتے تھے آخرالامر اُنکی بیگم نے اُنکو ڈھارس دی اور اقرار کیا کہ جتنا روپیہ میرے پاس ہے سب تم کو دیتی ہوں یہ سُنکر اُنکو ہمّت ہوئی اور اُنھوں نے راجہ ناگرمل۔ اور مجھی رائے اور

نواب احمد خان کے افسرسے بلونت سنگھ راجہ بنارس کی مخالفت

جبکہ نواب احمد خان الہ آباد کے محاصرے مین مصروف تھا تو اُسنے یہانسے صاحب زمان خان
دلازاک جونپوری کو مقامات جونپور۔ اعظم گڑھ۔ اکبرپور و دیگر مقامات مین اپنا نائب
مقرر کیا تھا۔ بلونت سنگھ نے نصف ریاست کے دینے سے انکار کیا اور صاحب زمان خان کو حکم
پہونچا کہ اُسکو ملک سے بھگا دو۔ اُسکو کمک بھیجی گئی۔ اور اکبر شاہ راجہ اعظم گڑھ اور شاہجہان
زمیندار ماول اُس کے آکر شریک ہوے۔ ماول اعظم گڑھ سے تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔
فوج اکبرپور مین جمع ہوئی اور ایک چھوٹا سا قلعہ سرہانپور کا پندرہ روز کے محاصرے کے بعد
مفتوح ہوا ازان بعد جونپور کی طرف بڑھے اور چھ گھنٹہ سخت لڑائی کے بعد حملہ آور ہو کر گھس آئے
اور اُس مقام پر قابض ہوگئے صاحب زمان خان نے آپ ہی بڑھنے مین تاخیر کی اور نظام آباد
کی طرف کوچ کیا یہ مقام جونپور سے تیئس میل شمال و مشرق مین ہے بلونت سنگھ سے عہد پیمان
ہونے کے بعد جس کا مذکور پیشتر ہوچکا ہے صاحب زمان خان مع حاجی سرفراز خان کے اُس حصہ
ملک پر قبضہ کرنے کے واسطے روانہ ہوا جو دریاے گنگا کے شمال کی طرف واقع ہے بلونت سنگھ گنگاپور
سے جو بنارس سے تھوڑے فاصلے پر مغرب مین واقع ہے روانہ ہو کر مرباہوس پہونچا یہ مقام
جونپور سے بارہ میل جنوب مین ہے اور صاحب زمان خان سے اپنے ملک کی واپسی کا مطالبہ
کیا ہر دو متخاصمین کا تصفیہ جنگ پر منحصر ہوا۔ بلونت سنگھ کے افغان سرداروں نے اپنے
ہم قوم افغان یعنی صاحب زمان خان سے جنگ کرنے سے انکار کیا۔ لاچار ہو کر بلونت سنگھ نے
معاملہ صلح ہی کو مناسب جانا۔ صاحب زمان خان نے چاندی پور مین پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے روز

یہ لوگ مقیم ہوے وہاں سے پل تمام دکمال نظر آتا تھا جس وقت لڑائی شروع ہوئی سعادت خاں
منصور علی خاں کی فوج سے آگے اپنی فوج کو دشمن پر چڑھا لیگیا جب منصور علی خاں کے
لوگوں نے یہ حال دیکھا ازراہ رشک جلدی بڑھکر اُن لوگوں سے آگے ہوے اِن کا یہ قصد تھا
کہ پل کے سرے پر جائیں راجہ پرتھی پت کی بھی رائے ہوئی۔ لیکن جس وقت نواب احمد خاں
نے جرنیل کی کسی فوراً ایک شتر سوار نواب منصور علی خاں کو واپس بلانے کے واسطے
دوڑایا اور کہلا بھیجا کہ آگے جانا گویا پتھر پر سر دے مارنے کے برابر ہے حکم پاتے ہی منصور علیخاں
نے قصد لوٹنے کا کیا مگر پرتھی پت نے کہا کہ قریب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ خالی ہوگیا ہے پس لازم کیا قباحت
ہے ہم پل کے سرے تک جائیں اگر قلعہ میں کوئی شخص باقی ہوگا تو بیشک ہمکو آتے دیکھ کر
گولی چلائے گا۔ پس اگر ہم پر گولی نہ چلائی جائے گی تو تصور کرینگے کہ قلعہ خالی ہے اور اسیر
قصد کر لینگے۔ منصور علی خاں نے جواب دیا کہ میں خلاف حکم ایسا قصور نہیں کر سکتا ہوں
یہ کہکر شادیانے فتح کے بجوائے اور نواب کی خدمت میں واپس آکر مع دوسرے سرداروں
کے مدر گدر رائی۔

نواب احمد خاں ابھی قلعہ الہ آباد کا محاصرہ کیے پڑا تھا کہ تھوڑے عرصے بعد یہ خبر سُن کر
کہ صفدر جنگ اور مرہٹے فرخ آباد کی طرف بڑھ گئے ہیں اُس طرف روانگی پر تیار ہوا
احمد خاں نے یہ خیال کیا کہ اگر یکایک یہاں سے کوچ کیا تو قلعہ کی فوج تعاقب کرے گی اسلیے
بادشاہ کا وہاں پہونچنے کی خبر اُڑادی اور وہاں مارٹی سات آٹھ کوس کے فاصلے پر ٹھہر کر اکر
شب کو رسالہ داروں جماعہ داروں اور مصاحبوں سے بلند آواز سے فرمایا کہ وہاں بادشاہ
دور ہے رات سے سوار ہونگا تمام سامان روانگی کا تیار کرلو اس تدبیر سے وہاں سے کوچ کیا
جب دریا کی چڑھائی کی خبر مشہور ہوئی راجہ پرتاب گڑھ بھی لوٹ گیا۔

پُل سے پار ہوا اور فوج قلعہ سے باہر آکر اُس سے متفق ہوئی۔ اندر گر سنیاسی بھی حکم الکر شریک
ہونے کے واسطے قلعہ کی آڑ مین آگے بڑھا اور گنگا کے کنارے پرانے شہر سے قلعہ تک صف باندھکر
بعزم جنگ کھڑا ہوا جس وقت نواب احمد خان نے یہ خبر سُنی خود سوار ہوکر اپنی لشکرگاہ کے
کنارے آیا اور وہان سے اُسنے نواب منصور علی خان و نواب شادی خان کو سپاہ پر حکومت
کرنے کو بھیجا۔ بموجب حکم کے وہ آگے بڑھے۔ علاوہ ازین اُن کے ساتھ اپنی سپاہ کے دس ہزار
جوان زیر حکم رستم خان بنگش اور چار ہزار سعادت خان آفریدی کی ماتحتی مین اور دو ہزار
منگل خان کے حکم مین اور تین ہزار یکہ جوان محمد خان آفریدی کے زیر حکم اور دو ہزار آدمی
عبدالرشید خان چیلے کے حکم مین تھے اسکے سوا اور بھی سردار ساتھ تھے یعنی نامدار خان برادر
غیرت خان۔ نور خان ولد خلیل خان متنبیٰ۔ نامدار خان برادر ہمت خان متنبیٰ اور عبداللہ خان
ورکزئی۔ نواب احمد خان نے ان سب کو حکم دیا کہ اپنی فوج کے ساتھ بڑھکر دشمن کو بھگادین
راجہ پرتھی پت سے نواب احمد خان نے کہا کہ تمھارا مقام پیش لشکر ہے وہان جاؤ راجہ حملے مین
آگے ہوا تین گھنٹہ توپ و بندوق وبان کا ہنگامہ گرم رہا آخرکار راجہ پرتھی پت جو آگے تھا
قابو پاکر دشمن کی سپاہ مین در آیا یہ دیکھ کر منصور علی خان اور دوسرے سردار اُسکی مدد کو بڑھے
راجہ ہاتھی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوا تب اُسکے ہمراہی اپنے گھوڑون سے اُترکر شمشیر بدست
دشمن پر جھپٹے اس مقام پر پہونچکر منصور علی خان بھی اپنے ہاتھی سے اُترکر راجہ کے آگے پہونچا
بقاء اللہ خان کے چیدہ چیدہ آدمی کام آئے یا زخمی ہوے اور جب بقاء اللہ خان نے دیکھا
کہ فتح کی امید نہین ہے اپنی سپاہ کے ساتھ پُل کے پار گیا اور گولہ انداز توپین قلعہ مین چھوڑکر
پُل کے پار بھاگ آئے اور بھاگتے وقت اپنے کنارے کی طرف پُل توڑ دیا۔ نواب احمد خان
کی فوج کو اس صورت سے یہ فتح نصیب ہوئی اور میدان پر قابض ہوئی۔ اور جس جگہ

اور قلعہ کے درمیان میں ٹھہرا یہ فقیر ور یر کے لوگوں کی جماعت شریک ہوے۔ دریر کے
آدمیوں نے امدر گر کو بہتیر اکہا کہ قلعہ میں رہنا چاہیے اُسے منظور نہ کیا باہر ہی رہا
نقا اللہ خان جنگ آزمودہ آدمی تھا۔ فن حرب میں مہارت کامل رکھتا تھا اُسے دریا پر
ایک پل اُس مقام پر باندھا جو درمیان تربینی (کہ قلعہ کا پھاٹک ہے) اور قصبہ ارائل
کے واقع ہے یہ قصبہ گنگا کے داہنے کنارے پر گنگا و جمنا کے اتصال کے بیچ ہے اُسے ایسا
لشکرگاہ تو اُس قصبے میں چھوڑا اور خود مع فوج صبح وشام قلعہ کو آتا جاتا رہا۔ اُسوقت
فصیل سے برابر توپیں نواب احمد خان پر چھوٹتی رہیں۔ اُسکی جانب سے راجہ پرتھی پت
اور اُسکے سرداروں نے قلعہ کے لینے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ راجہ بلونت سنگھ
جسے مدات خود آنے کا حکم ہوا تھا اُس وقت جھوسی میں پہونچا اور نواب احمد خاں
کے بیٹے محمود خاں کے توسط سے نواب احمد خاں کے پاس حاضر ہوا۔ محمود خاں حال میں لکھنو
سے آتا تھا راجہ بلونت سنگھ نے ایک لاکھ روپیہ نذر گذرانا۔ اُسکو خلعت مرحمت ہوا اور
نصف اُسکی ریاست اُسکے نام کردی۔ باقی نصف ملک پر صاحب زماں خاں دلاک رانی
جہبوری نواب کی کسی بیگم کا رشتہ دار مقرر ہوا۔ نواب نے راجہ بلونت سنگھ کو حکم دیا کہ تم
محمود خاں کو ساتھ لے کر ارائل کو جاؤ اور دشمن کو وہاں سے بھگا کر اپنی فوج کا پڑاؤ وہاں
ڈالو تاکہ قلعہ کی آمد ورفت رُکے اور باب رسد مسدود ہو راجہ نے منظور کیا اور اپنی لشکرگاہ
مقام جھونسی کو آکر ناویں مہیا کرنے کا حکم دیا۔ جب نقا اللہ خاں کے جاسوسوں نے
اس ارادے کی خبر اُسکو پہونچائی تب اُسے فکر کرنی شروع کی اور باہم لیے لوگوں سے مشورہ
کیا کہ کیا ایسی تدبیر ہونی چاہیے جس سے دو جانب سے ہم پر حملہ نہونے پائے آخر اسپر رائیوں
کا اتفاق ہوا کہ دوسرے رو بر مقابل کی فوجوں سے جنگ کریں۔ نقا اللہ خاں بڑی فوج لیکر

آمد سنکر وہان سے پھرے اور الہ آباد کے قلعہ مین پناہ گزین ہوے انکے ساتھ راجہ پدم سنگھ
اور پسران راجہ نولراے بھی تھے احمد خان نے کوڑہ جہان آباد مین پہونچکر چند روز قیام کیا
اور یہ عزم کیا کہ خود وہان سے گھر کو واپس آئے اور جنگ ان تین سردارون یعنی منصور علیخان
و رستم خان بنگش و سعادت خان آفریدی کے ہاتھ مین چھوڑ دے۔ ان تینون سردارون
کے پاس بہت سی سپاہ نوکر تھی۔ لیکن مشرقی صوبجات کے حاکمون یعنی پرتھی پت ولد
چتر دھاری ولد جے سنگھ سوم بنسی حکمران پرتاب گڑھ اور راجہ بلونت سنگھ والی بنارس
کے وکیل جو اُسکے پاس پہونچے تو اُسکو آگے بڑھنے کی ترغیب ہوئی۔ خطون کا مضمون یہ تھا
کہ اگر آپ الہ آباد کی طرف بڑھینگے تو ہم لوگ کوشش کرکے بہت جلد قلعہ خالی کرالینگے پس
تمام مشرقی حصہ مُلک کا آپکے قبضے مین آجائے گا ان خطون کے پہونچنے سے نواب احمد خان
الہ آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ پرتھی پت پرتاب گڑھ سے اپنی فوج لاکر گنگا کے کنارے خیمہ زن
ہوا نواب نے اُسکو خلعت عنایت کیا اور خود اُسکی درخواست پر اُسکو پیش لشکر مین قائم کیا
الہ آباد پہونچکر نواب احمد خان نے دریاے گنگا کو عبور کیا اور وہان سے جھونسی کو گیا اور
اِس مقام پر اپنی توپین ایک بلندی پر نصب کین اِس بلندی کا نام قلعہ راجہ ہربونگ
تھا تمام الہ آباد کو خلد آباد سے لیکر قلعہ تک جلادیا اور لوٹ لیا اور چار ہزار عورتون اور
بچون کو قید کیا کوئی جگہ بجز شیخ محمد افضل الہ آبادی کے مسکن و دریاباد کے لوٹ سے باقی نہ رہی
ان دونون جگھون پر پٹھان قابض تھے۔ بقاء اللہ خان و علی قلی خان وزیر کی جانب سے
قلعہ کی حفاظت کرتے تھے اور یہ دونون نوابان بنگش کی اطاعت سے عار رکھتے تھے۔ چونکہ
جنگ میدان کی تاب نہ تھی اِس لیے قلعہ الہ آباد مین پناہ گزین ہوے۔ اتفاقاً اندر گر سنیاسی
کہ مہادیو پرست تھا مع پانچہزار برہنہ جنگ جو فقیرون کے وہان تیرتھ کو آیا اور پٹھانون نے شہر

اور تمھاری حکومت یہاں سے اُٹھ گئی ہے جلدی یہاں سے چلے جاؤ چنانچہ دوسرے دن
پٹھانوں کے بارود خانے میں آگ لگ گئی ایکبارگی بڑی آواز ہوئی صدہا آدمی اُڑ گئے
تین تین چار چار کوس پر جا کر گرے علی الصباح محمود خاں نے لکھنؤ سے کوچ کر دیا انتہیٰ کلامہ
اگرچہ اس قول میں یہ بیان سچا ہیں کہ محمود خاں لکھنؤ میں گیا تھا مگر اس سے سیر المتاخرین کے
مؤلف کے قول کی تغلیط تو کھل گئی کہ تیغ زادوں کی تلوار کے خوف سے محمود خاں لیپے ملک
کی طرف بھاگ گیا اور ان دونوں کے بیانوں میں کتنا تناقص ہے ایک کہتا ہے کہ وہ
بیا بیامئو کے گھاٹ سے آگے نہ بڑھا تھا دوسرا کہتا ہے کہ لکھنؤ میں مقیم تھا۔

محاصرۂ قلعہ الہ آباد

بعد انتظام مہام احمد خاں بذات خود موج کو گیا اُسکی آمد سُنکر نواب بقاء اللہ خاں
ولد رحمت خاں جو عُمدۃ الملک امیر خاں کا حقیقی بھتیجا تھا اور اپنے چچا کے عہد سے کوڑے
کا فوجدار تھا اور پرتاب رائے اور خاں عالم داماد امیر خاں سرداران دربار جو ڈیڑھ ہزار سپاہ
کے ساتھ وزیر سے ملنے آتے تھے لکھنؤ کی راہ سے جھونسی بھاگ گئے۔ سلہ علی قلی خاں اعتمانی
صوبۂ الہ آباد کا نائب اُنسے ملنے کو آیا اُس وقت اُنھوں نے معلوم کیا کہ شادی خاں تیس ہزار
سپاہ کے ساتھ آیا ہے علی قلی خاں اپنی فوج اور کچھ راجے پرتاب نرائن کی فوج لیکر شادی خاں
کے مقابلے کو بڑھا دونوں فوجوں کا کوڑہ جہان آباد میں مقابلہ ہوا اور جنگ شروع ہوئی
شادی خاں شکست کھا کر لوٹا جب اس شکست کی خبر نواب احمد خاں کو پہونچی تو اُسنے ارادہ کیا
کہ بہت سی کمک بھیجے مگر صلاح کاروں نے کہا کہ آپ خود وہاں چلیے کیونکہ آپکی آمد سُن کر
دشمن فی الفور الہ آباد کا قلعہ خالی کر دینگے بقاء اللہ خاں و علی قلی خاں نواب احمد خاں کی

سلہ یہ علی قلی خاں اعتمانی وہ ہیں جسکا تخلص سالہ ہے ۱۲ حررہ عامرہ

مغلئی لباس پہناکر اپنے مکان مین بٹھا دیا اور صفدر جنگ کی منادی کرادی اور اعلان کیا
کہ یہ مغل صفدر جنگ کا بھیجا ہوا کوتوال ہے اور ایک سبز جھنڈا حضرت علی کے نام کا استادہ
کیا جو اُس جھنڈے کے نیچے آتا اُس سے رفاقت کی امید ہوتی سردار نے یہ خبر سنی تو شہر پر حملہ
کیا دو سو شیخ زادون نے مقابلہ کیا دریاے گومتی کی طرف سخت لڑائی ہوئی پٹھان بھاگ نکلے
وہ سردار بھی جسکے ہمراہ پندرہ ہزار سپاہ تھی بھاگ گیا تمام توپخانہ اور اسباب شیخ زادون
کے ہاتھ لگا۔ محمود خان نے جو پھپا مئو کے گھاٹ پر مقیم تھا یہ خبر سُنکر لکھنؤ کی طرف کوچ کا ارادہ
کیا۔ معز الدین خان نے اُسکو پیام دیا کہ آپ لوگ اپنی حماقت سے اس درجے کو پہونچے اب
شدہ خود ہی آپکے پاس پہونچتا ہے چندے توقف کیجیے ابھی محمود خان وہین مُقیم تھا کہ یہ مفرور
افغان جا پہونچے اور شیخ زادون کی بہادری کا حال بیان کیا محمود خان خوف زدہ ہو کر اپنے مُلک
کی طرف واپس ہوا شیخ زادون نے تمام پٹھانون کو اودھ کی عملداری سے نکالدیا۔ یہ بیان سیر المتاخرین
کے مؤلف کا ہے جسنے ان پٹھانون کی ترقی کو رنج و بغض کی نظر سے دیکھا ہے۔ اور تعصب قومی و مذہبی کی جوش
سے ان جوانمردون کے کارنامون کی جا بجا بدرنگ تصویر کھینچی ہے حقیقت حال یہ ہے کہ جسوقت
لکھنؤ کے شیخ زادون نے سر اُٹھایا تو اُسوقت مین وزیر نے مرہٹون کی امداد و اعانت سے فرخ آباد پر دوبارہ
چڑھائی کی تھی اسوجہ سے انتقام ممکن نہ تھا۔ یہ نوجوان نواب زادہ فرخ آباد کی طرف لوٹ آیا تھا[1]۔

گیان پرکاش کا مؤلف کہتا ہے کہ محمود خان نے لکھنؤ مین بہت ظلم کیا ایک مقدس آدمی
ندان محل واقع لکھنؤ مین رہتا تھا اُس کا نام شاہ سبحان تھا اور بہت پاک باطن تھا۔
محمود خان اُسکے پاس کبھی کبھی جایا کرتا تھا ایکروز اُسنے بڑے جوش کے ساتھ کہا کہ تم ہمیر
تعدی کرنے سے باز نہین آتے کل کو شعلۂ آتش اُٹھے گا جو صدہا آدمیون کو ہلاک کریگا۔

---

[1] دیکھو آردن صاحب کی تاریخ ۱۲

محلہ محلہ کوچہ بکوچہ مستعد مقابلہ ہوئے مگر اکرام کے سن رسیدہ لوگ جو احمد خاں سے ربط ضبط رکھتے تھے وہ محمود خان کے پاس گئے اور اصلاح کرکے اس فتنۂ برخاستہ کو خاموش کیا۔ محمود خاں نے بھاپھامئو کی طرف آکر اپنے کسی سی اعمام کو مع میں ہزار سوار و پیادہ کے لکھنؤ پر دھاوا کرنے کا حکم دیا اور اُسنے پانچہزار فوج کسی سردار کو دیکر لکھنؤ کی طرف روانہ کیا سردار مذکور نے شہر کے باہر پڑاؤ ڈالکر ایک کوتوال اپنی طرف سے مقرر کرکے شہر مین بھیجا۔ شہر اسوقت صفدر جنگ کے عملے سے خالی تھا کیونکہ متوسلان صفدر جنگ جو شکست از پیشکر بقاء اللہ خاں کے ہمراہ قلعہ الہ آباد میں تھے اکثر مغل اپنا اسباب شیخ معز الدین کے گھر امانت رکھ گئے تھے۔ اُسکو اُسکے دوستوں نے منع کیا تھا کہ ان لوگوں کا مال گھر میں رکھنا چاہیے کیونکہ افغانون کو دعوے پیدا ہوگا۔ مگر شیخ مذکور نے اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں اکر مانا معز الدین خاں بمقتضائے وقت سردار افاغنہ کی ملاقات کو بیرون شہر گیا اُسنے نرمی حق کے ساتھ ملاقات کی۔ کوتوال نے شہر مین بیجا حرکات اور سختیاں شروع کین شیخ نے اُس کو سمجھایا۔ اس ضمن میں کسی مُخبری نے سردار افغانان سے ظاہر کیا کہ شہر والوں نے آپ کے کوتوال کو بیحرمت کیا ہے۔ معز الدین اُس وقت سردار کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا کہ کیا مجال کوئی ایسا کر سکے میں جاتا ہوں اور مفسدوں کو سزا دیتا ہوں اور فوراً رخصت ہوکر شہر میں آیا۔ شیخ نے خیال کیا کہ اس فرقۂ افاغنہ کی امان کا اعتبار نہیں پس شہر کے شرفا کو طلب کرکے کہا کہ یہ فرقہ دعدے کا پابند نہیں ہے انکی اطاعت سے بجز ندامت کے کچھ حاصل ہوگا اسلیے بہتر یہ ہے کہ سب ملکر انکو یہان سے نکالدین بعض تو خوف کھا کر جان بچا گئے۔ بعض طاقت پر آمادہ ہوے۔ معز الدین نے زیور فروخت کرکے روپیہ مُہیا کیا اور شیخ زادہا تھہ کو جمع کرکے انکو کہا کہ کوتوال کو نکالدیں شیخ زادوں نے ایسا ہی کیا۔ معز الدین نے کسی مُغل کو

سپاہ دیگر سرحد مُلک اودھ کی طرف یورشین کرنے کے لیے بھیجا جنھون نے حد شرقی خیرآباد تک فتح کرکے نواب سیّد سعداللہ خان کے مُلک کا ضمیمہ کیا۔

اُدھر احمد خان نے اپنے بڑے بیٹے محمود خان وجہان خان چیلے کو مع دس ہزار سوار وبیشمار پیادون کے لکھنؤ صوبۂ اودھ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا اور شادی خان اور کالے خان کو کوڑے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ محمد امیر خان کو غازی پور پر روانہ کیا۔ نولرائے کی شکست وموت سے الہ آباد کے بڑے حصّے مین بدانتظامی واقع ہوگئی تھی۔ روپ سنگھ کھیچر جو پرگنہ کروالی پر قابض تھا کہ زمانہ حال مین ضلع الہ آباد مین واقع ہے وسمیر سنگھ ولد ہندو سنگھ چندیلہ وگھنسا سنگھ رکھبنی جو سابق مین پٹھانون کے دوست تھے ان سب سے مرہٹون نے سازش کی اور مثل سال گذشتہ اب بھی مرہٹون کو ندی کے اس پار بُلانے کا ارادہ کیا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۶۳ھ ہجری مین پٹھانون نے ملیح آباد مین تھانہ قائم کیا جو لکھنؤ سے مغرب سمت ۱۵ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور سانڈی کو جو اب ضلع ہردوئی مین ہے گڑبڑ کر دیا اور امیٹھی کو جو اب ضلع سلطانپور مین واقع ہے لُوٹ لیا اور بڑی فوج سے دال منؤ[ل] اور رائے بریلی پر قبضہ کرنے کا سامان کیا۔

نواب احمد خان کی فوج کی اودھ پر یورش

محمود خان اپنے باپ نواب احمد خان کے حکم سے اودھ کو چلا ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۴ھ ہجری کو بلگرام کی غربی طرف فروکش ہوا اُسکی فوج کے پٹھانون نے لوٹ کھسوٹ شروع کی اور چند لوگون کو زخمی کیا وہان کی رعایا شریف اور سپاہی پیشہ تھی اُن کو بھی تاب نہ آئی چند پٹھانون کو زخمی کیا اور محمود خان کے لشکر کے دو سو راس باربردار لوٹ لے گئے۔ محمود خان نے وفورِ غرور سے مع جملہ فوج تیار ہوکر شہر کا محاصرہ کیا اور اُسکے لوٹنے کا ارادہ کیا وہان کے لوگ

ل گنگا کے کنارے واقع ہے ۱۲

سے صلاح پوچھی کہ اگر احمد خاں دلی پر چڑھ آئے تو کیا کرنا چاہیے اُسنے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کچھ التماس کروں بادشاہ نے اُسکو اجازت دی تب فیروزجنگ نے کل کیفیت مشرح بیان کی اور بنگش خاندان کی خدمات شائستہ معرض بیان میں لایا اور کہا کہ یہ سب وزیر کی شرارت کا باعث تھا جس سے وہ آمادہ جنگ ہوا۔ ورنہ وہ مطیع سرکار تھا بہت سی گفتگو کے بعد اُسنے کہا کہ اب آپ ہی انصاف کیجیے اس میں کس کا قصور ہے۔ بادشاہ نے تسلیم کیا کہ بیشک جو کچھ تمنے عرض کیا سب صحیح ہے۔ محمد خاں غضنفر جنگ اور اُسکے خاندان نے کوئی گستاخی سرکار کے ساتھ نہیں کی یہ سب شرارت صفدر جنگ کی ہے لیکن تمہاری کیا رائے ہے اگر نواب احمد خان قابو پاکر صفدر جنگ کا تعاقب کرتا ہوا دلی کا عزم کرے تو اُس وقت کیا کیا جائے گا۔ فیروز جنگ نے التماس کیا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ نواب احمد خان کو ایک فرمان شاہی مع خلعت و فیل و اسپ و شمشیر بھیجا جائے اور اُسکو لکھا جائے کہ اب تک جو کچھ ہوا اُس کا کچھ علم بادشاہ سلامت کو نہ تھا سب وزیر کی شرارت سے ہوا وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچا۔ اب اگر تم مطیع سرکار ہو تو قصد دلی کا ترک کرکے فرخ آباد کو واپس جاؤ یہ صلاح بادشاہ کو نہایت پسند آئی فرمان شاہی مع خلعت احمد خاں کو بھیجا گیا اور احمد خان فرخ آباد کو واپس چلا گیا۔ حافظ رحمت خان مدار المہام نواب سید سعد اللہ خان کے افسروں نے بھی اس جنگ میں بڑی دلاوری دکھائی تھی نواب احمد خاں نے صفدر جنگ پر فتحیابی کے بعد حافظ الملک کے جامہ داروں کو خلعت اور ہاتھی گھوڑے اور نقد وجنس دیکر رخصت کیا اور حافظ الملک کو شکر گذاری کا خط لکھا۔ اور اُسمیں یہ بھی تحریر کیا کہ اودھ کے فتح کرنے کا ارادہ ہے اگر آپ اپنی سپاہ جہان آباد تک جو آپکے ملک کی سرحد پر ہے بڑھائیں تو بہتر ہو حافظ صاحب نے شیخ کبیر اور پہول خاں کو

اُنکو ہر وقت لڑنے مرنے کے لیے تیار رکھین۔ ۲۹ شوال [۵۱] ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۲ ستمبر ۱۷۵۰ء کو وزیر دریاے جمنا کے کنارے دلّی کے مقابل پہونچے اور بادشاہ سے سوال وجواب شروع ہوے حکم نہ تھا کہ شہر مین داخل ہون۔ قاضی نے فتوے دیدیا تھا کہ اگر وزیر شکست پاکر لوٹے تو ہاتھی سے باندھکر شہر کے نثار کرنا چاہیئے [۵۲]۔ شیو پرشاد فرح بخش مین کہتا ہے کہ بادشاہ نے صفدرجنگ کو حکم دیدیا تھا کہ دریاے جمنا کے پار رہین دلی مین آنیکا قصد نکرین اسکے بعد بادشاہ نے کوئی تعرض نہ کیا اور وزیر شہر مین داخل ہوے جب اُمراے منافق کی حرکات سنین اور دیکھین تو نواب بہادر جاوید خان اور والدۂ بادشاہ کو (جنکی سازش سے یہ تجویز ہوئی تھی کہ صفدرجنگ کی جائداد ضبط ہوجائے اور بجاے اُسکے وزیر سابق قمرالدین خان اعتمادالدولہ کا بیٹا انتظام الدولہ خان خانان مقرر ہو) پیام دیا کہ ہنوز میرا مردہ زندو پر بارگران ہے اور مجھ سے کج بازی دور ہے۔ اُنھون نے وزیر سے معذرت کی [۵۳]۔ شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ محمد اسحاق خان کی لاش اُسی طرح میدان جنگ مین پڑی رہی تھی محمد علی خان جو پائندہ خان الکوزئی نواب سیّد علی محمد خان کے ایک سردار کا بیٹا ہے اور دلی مین سالار جنگ اور مرزا علی خان کی رفاقت مین رہتا تھا اسحاق خان کی مقتولی کا حال سُنکر اور معلوم کرکے کہ اُسکی لاش اُسی طرح میدان جنگ مین پڑی ہوئی ہے دلّی سے میدان معرکہ مین آیا اور جوانمردانہ لاش کو اُٹھالے گیا اور وہ سالار جنگ کے پاس پہونچادی جسنے اُسکی تجہیز وتکفین کی۔

وزیر کی شکست کے بعد بادشاہ نے غازی الدین خان فیروزجنگ ولد نظام الملک

---

[۵۱] جیسا کہ سیرالمتاخرین مین ہے اور آردن کی تاریخ مین ۱۹ ہے ۱۲ [۵۲] دیکھو گیان پرکاش ۱۲

[۵۳] دیکھو سیرالمتاخرین ۱۲

اس بندہ عاصی کی عزت و آبرو تیرے ہاتھ ہے بیرے سوا اُس کو اس آفت سے بچانیوالا کون ہے۔ دو ایک لمحہ کے بعد وزیر کی ہزیمت کی خبراں تینوں سرداروں کو پہونچی اُن کے حواس جاتے رہے اُنکی خوشی مبدل بہ رنج ہوئی اور مارے خوف کے ہانپتے کانپتے دلی کی طرف راہی ہوئے احمد خاں شکر خدا بجالایا اتنے میں جو لوگ وزیر کے تعاقب سے لوٹے ہوئے آتے تھے اُنسے اور نواب اسحاق خاں سے مقابلہ ہوگیا اُسنے بہادری سے کہا کہ میں وزیر ابو المنصور خاں ہوں یہ لشکر افغانوں نے اُسے گھیر لیا اور ہاتھی پرسے اُسکو پکڑکر اُس کا سر کاٹ لیا اور لاکر نواب احمد خاں کے قدموں پر ڈالدیا اور کہنے لگے یہ وزیر کا سر ہے جب نواب نے اُس پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ یہ اسحاق خاں کا سر ہے نہ وزیر کا۔

سید ہمت علی نے کُل لشکر کے بھاگ جانے کے بعد وزیر کے توپخانے کی توپیں جس قدر ساتھ چل سکیں ہمراہ لیکر اور متفرق آدمیوں کو جمع کرکے ساتھ لیا شام کے وقت وزیر سے قصبۂ مارہرہ میں پہونچکر جو میدان جنگ سے اکیس میل کے فاصلے پر سمت مغرب واقع ہے سید نور الحسن کو حکم دیا کہ تمید رحم کی فکر کرے۔ سید مذکور نے سیکنا شروع کیا۔ اکثر مفلوں ہی نے وزیر کے لشکر کے آدمیوں کو لوٹا اور جیسے اور گانوں والوں کے ہاتھ لگے تو اُنھوں نے اُنکو لوٹ لیا۔ ہاں مارہرے سے دلجمعی کی صورت ہوئی یہاں وزیر نے ایک شب مقام کیا اور یہاں سے دلی کو روانہ ہوئے مگر وہ ابھی دلی نہ پہونچے تھے کہ اُنکی شکست و ذلت کی خبر جا پہونچی اُمرائے منافق اور بادشاہ اور اُنکی ماں اودھم بائی اور جاوید خاں وزیر کے مال و اسباب کی ضبطی کی فکر کرنے لگے مگر کچھ دہشت کھاکر انتظار تحقیق کر رہے تھے جب سُنا کہ وزیر زندہ نزدیک آپہونچے تو اُنکے پہونچنے کے منتظر ہوئے وزیر کی بیوی نے وزیر کے پہونچنے سے قبل اپنے بیٹے اور افسروں کو حکم دیدیا تھا کہ جسقدر آدمی موجود ہیں

اسمین وزیر سوار ہین اُس طرف آدمی بھی کم ہین اس سے امید کی جاتی ہے کہ کوئی تمھاری روک نہ کرسکے گا۔ تہرکا افغان تین سو جوانون کے ساتھ اس طرف گھس آیا جہان وزیر کھڑے تھے اُسکے بندوقچیون نے بندوقین مارنا شروع کین وزیر کا فیلبان مارا گیا۔ اور اُن کے بیٹے شجاع الدولہ کا اُستاد مرزا علی نقی بھی جو وزیر کی خواصی مین بیٹھا تھا زخمی ہوا اور وزیر کے بھی خفیف زخم لگا گولی جبڑے اور گردن کو چھیلتی ہوئی داہنے جبڑے کے نیچے سے نکل گئی اور وہ غش کھا کر حوضے مین گر پڑے اُن کا حوضہ نہایت مضبوط آہنی تیّرون کا بنا ہوا تھا اور اس قدر بلند تھا کہ فقط سر اوپر نظر آتا تھا اس سبب سے وہ اور زخمون سے محفوظ رہے۔ پٹھانون نے حوضہ خالی اور ہاتھی کو بے مالک دیکھ کر اُس کا کچھ خیال نہ کیا اور مغلون کے تعاقب مین بڑھتے چلے گئے فقط نور الحسن خان و محمد علی خان اپنے حال مین رہے یہ دونون سردار وزیر کے پاس آئے اور پوچھا کہ اب کیا حکم ہے وزیر نے کہا کہ طبل فیروزی بجوادو مگر باوجود اس طبل کے بجنے کے سوا دو سو جوانون مین ایک شخص وزیر کے پاس نہ آیا۔ ابات ہونے لگی۔ تب لچھمی نرائن جگت نرائن کا بھائی بجائے مہاوت مقتول کے وزیر کے ہاتھی پر سوار ہوا۔ گو وزیر کا ارادہ واپسی کا نہ تھا مگر بہ مجبوری میدان جنگ سے مارہرے کی طرف واپس چلے کہتے ہین کہ جب وزیر کو ہوش آیا تو داڑھی کے بال کھسوٹے اور دانتون سے ہونٹ کاٹے اور دونون ہاتھ ملے۔ وزیر کے بھاگنے سے تھوڑی دیر بعد سورج مل جاٹ اور اسمٰعیل خان و راجہ ہمت سنگھ رُستم خان آفریدی کی فوج کو شکست کامل دیے ہوے اور اُس کو منتشر کیے ہوے خوشی خوشی وزیر سے ملنے کو آتے تھے۔ نواب احمد خان مع چند جوانون کے اُس وقت وزیر کی لشکرگاہ پر قبضہ کیے ہوے تھا جب اُسکی نظر لشکر عظیم پر پڑی نہایت پریشان ہوا اور درگاہ جناب باری کی طرف رجوع کر کے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کی کہ بارِ الٰہا

اور اُسکے پیچھے کچھ سوار بھی تھے۔ جب پٹھان قریب آ پہونچے تو نورالحسن خاں اور اُس کے سپاہیوں نے کمان اُٹھائی اور عبدالنبی خاں کے بندوقچیوں نے بندوقیں سرکیں اس سے بہت سے پٹھان مارے گئے اور منتشر بھی ہو گئے مگر پھر فی الفور مجتمع ہو گئے اور برابر بڑھتے چلے آتے تھے محمد علیخاں کے دلہنے ہاتھ میں گولی لگی اور نورالحسن خاں کے ہاتھی سے پانچ زخم تلوار کے لگے۔ اس مقابلے میں میر غلام نبی و میر عظیم الدین سید بلگرامی مارے گئے اور ناصر خاں بھی کام آیا جس وقت نواب احمد خاں میدان میں پہونچا ملعون نے چھوٹی بڑی سب توپیں یکبارگی سرکیں اُسمیں گوکھرو اور لوہے کے ٹکڑے بھرے تھے انکی آواز سے ساری زمین تولرز اُٹھی مگر افغانوں کو کچھ بھی نقصان نہ پہونچا فقط یرمول خاں کی ایک انگلی کی کھال اُڑ گئی۔ مگر زمین و آسمان دھواں دھار ہو گیا بالکل تاریکی چھا گئی احمد خاں نے تھوڑی دیر توقف کیا جب دھواں کم ہوا تو ڈھاک کے درختوں کی آڑ میں بڑھنا شروع کیا سواروں نے گھوڑوں سے اُتر کر تلوار ہاتھ میں لے لی اور آگے ہوئے نواب احمد خاں کہاروں سے آواز کہتا جاتا تھا کہ میری پالکی جلد بڑھائے چلو اور دشمن کی فوج میں پہونچاؤ اور کماں سے بھی اشارہ کرتا تھا۔ جب پٹھان توپوں کے قریب پہونچے بندوقوں سے گولہ اندازوں کو بھگا دیا زنجیریں لشکرگاہ کی تلواروں سے کاٹ دیں اور وہاں جا پہونچے جہاں وزیر کھڑے تھے اور تیر و گولی برسانا شروع کی نواب احمد خاں بھی ایک کمکی فوج لیکر فوراً اُنسے آملا نواب تاک کر وزیر کی طرف تیر لگاتا تھا۔ پٹھانوں نے تلواریں ہاتھ میں لیں اور کشتوں کے پشتے لگا دئے لاش پر لاش گرتی جاتی تھی اُس وقت ٹھرکا ایک روہیلہ پٹھان وزیر کے عقب میں آپہونچا اور لڑائی ہوتی دیکھ کر اُسنے ایک شتر سوار خبر لانے کے واسطے روانہ کیا اُسکو حکم ملا کہ تم اُس جانب سے حملہ کرو جس طرف چھتر دار حوضے کا ہاتھی کھڑا ہے۔

کی طرف پھر کر بہ آواز بلند کہا کہ رستم خان نے فتح حاصل کی اور سورج مل و اسمٰعیل خان
وہمت سنگھ تینون کو گرفتار کر لیا چلو ہم بھی کوشش کرین نہین تو وہ بہادری مین ہم سے سبقت
لے گیا ہم وزیر سے جنگ کرتے ہین اگر ہم اُسپر غالب آئے تو ہمارا بڑا نام ہو گا اور اگر ہارے
تو ہم مین سے کوئی غیر کو منھ دکھلانے کے قابل نرہے گا۔ سردارون نے جواب دیا اگر
فضل الٰہی شامل حال ہے اور نواب کا اقبال یاور ہے تو ابھی جو کچھ ہوتا ہے ہم دکھلائے
دیتے ہین جب کل فوج نے یہی بات کہی تو نواب نے کہا خدا سے دعا کرو سب نے ہاتھ اُٹھا کر
خدا سے دعا مانگی اور اپنی جان کو اُسکی حفظ وامان مین سپرد کر کے دشمن پر حملہ آور ہوے
جب دونون فوجین مقابل ہوئین تو نصیر الدین حیدر نے جسکی فوج آگے تھی توپین
چھوڑنے کا حکم دیا مگر پٹھانون نے ایسی عجلت کی کہ اُن کا کچھ بھی نقصان نہوا جب وہ
قریب پہونچے تو مصطفےٰ خان نے جو جنگ تنہائی مین مشہور تھا اپنا مرد مقابل طلب کیا
نصیر الدین حیدر اُس کا مقابل ہوا اور دونون مر کر گھوڑون سے گر گئے۔ جب نصیر الدین حیدر
کی فوج نے اپنے سردار کو مردہ پایا تو اُسکے پانوٗن اُکھڑ گئے اور سب نے راہ فرار کی لی اُسوقت
احمد خان اُس مقام پر آ پہونچا جہان مصطفےٰ خان اور نصیر الدین حیدر کی لاشین پڑی تھین
وزیر کو یہ شکست بالخصوص کامگار خان بلوچ فوجدار شہر دہلی کی بغاوت سے ہوئی اُسنے
احمد خان کا مقابلہ نہ کیا بلکہ پھر کر بھاگا جبکہ وزیر نے دیکھا کہ اُسکے آدمیون نے منھ پھیر لیا
ہے تو اُنھون نے بعجلت تمام محمد علی خان رسالہ دار اور نور الحسن خان جماعہ دار بلگرامی وغیرہ
وعبد النبی خان چیلۂ محمد علی خان کو یہ حکم دیا کہ جلد بڑھکر پیش لشکر کو کمک پہونچائین چونکہ
مغلون مین ہر طرف پریشانی پھیل گئی تھی لہذا اس تازہ وارد فوج کی کوششین محض بیکار
ہوئین محمد علی خان بائین بازو پر گیا یہان تین ہزار فوج پیدل صف باندھے کھڑی تھی

وہاں یہ قصد کر لیا۔ رستم خاں نے تھوڑے فاصلے پر بہت فوج دیکھی کہ صف باندھے کھڑی ہے اُسے حکم دیا کہ حملہ موقوف ہو۔ یہ سورج مل کی فوج خاص اسی کے زیر حکم تھی سورج مل نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تم پٹھانوں سے دست بدست مت لڑو کیونکہ انکو شمشیر زنی میں مہارت کامل حاصل ہے بلکہ تیر و بندوق سے جنگ کرو اور اسمعیل خاں و ہمت سنگھ بھدوریہ سے جو عقب میں بطور کمک کے مقیم تھے مشورہ کرنے لگا اِن کی بھی صلاح ہوئی کہ پٹھان قریب نہ آنے پائیں بلکہ ہم انکو داہنی اور بائیں طرف سے گھیر لیں اسلیے یہ اپنی فوج کو بصورت ہلال قائم کر کے پٹھانوں کی طرف بڑھے اُنھوں نے توپ اور بندوق اور تیر سے افغانوں پر آگ برسانا شروع کی رستم خاں اسم بامسمی تھا تیر و کمان لیکر پالکی سے اُتر پڑا اور تلوار لیکر مع اپنی فوج کے جو گھوڑوں سے اُتر پڑی تھی آگے بڑھا اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور بہتیروں کو ہلاک کیا۔ افغانوں نے اس فتح میں بھی کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا مگر چونکہ غنیم کی تعداد زیادہ تھی رُستم خاں مع چھ سات ہزار جوانوں کے اس معرکہ میں قتل ہوا سورج مل اور اُسکے رفیقوں نے باقی لوگوں کا علی گڑھ کی طرف بہت دور تک تعاقب کیا۔ یہ مقام میدان جنگ سے چوبیس میل جنوب مشرق میں واقع ہے اس لڑائی میں سورج مل کے ہمراہ ملو سنگھ چودھری ملت گڑھ والا و چین سنگھ و صاحب رام و سکھ رام و کھونڈہ برہمن و ہری سنگھ و صورت رام و تلوک چند تھے کہ اِنمیں سے ملو سنگھ و صورت رام و کھونڈہ و تلوک چند و ہری سنگھ مارے گئے۔

اُس وقت رُستم خاں کی داہنی جانب چند کوس کے فاصلے پر نواب احمد خاں وزیر سے لڑ رہا تھا ایک قاصد نے آکر اُسکے کان میں کہا کہ رُستم خاں نے شکست پائی اور قتل ہوا اُسے آثار خوف یا رنج کے چہرے پر نمایاں ہونے دیے اور عالم سکوت میں اپنے سرداروں

ایک ساتھ ہم پر چڑھائی کے لیے آتے ہین لہذا مناسب یہ ہے کہ فوج علیحدہ علیحدہ کرکے
اپنا اپنا حریف پسند کرلین رستم خان نے جواب دیا ہان خوب نواب نواب سے لڑے
اور سپاہی سپاہی سے۔ لہذا مین سورج مل کا مخالف ہونگا۔ تاریخ ۲۲ شوال ۱۱۶۳
مطابق ۱۳ ستمبر ۱۷۵۰ء کی شب کو وزیر نے سید ہدایت علی سے جوکہ نجم الدولہ محمد اسحاق خان
کی فوج کے ہراول مین تھا اور بریلی مین رہ کر پٹھانون کی لڑائیان اور اُنکے داؤن گھات
دیکھ چکا تھا مشورہ لیا۔ اُسنے کہا کہ یہ لوگ اکثر کمین گاہ تیار کرکے دُشمن پر حملہ کرتے ہین
اگر اُس وقت حریف ثابت قدمی پائداری کرے تو خود مغلوب ہوجاتے ہین اس لیے تین چار ہزار سپاہ
اپنی سواری کے ہاتھی کے سامنے مع بندوق و جزائل کے رکھنا چاہیے کہ اُن کی شورش
کے وقت آپکے سامنے جمکر افاغنہ کے حملے کا تدارک کرین اسمٰعیل بیگ خان نے غرور مین کر
کہا کہ کل دیکھو کیا ہوتا ہے احمد خان کیونکر گرفتار ہوتا ہے سید ہدایت علی خاموش رہا
صبح ہوتے ہی بعد نماز وزیر نے لڑائی کا حکم دیا اور توپخانہ اپنے روبرو رکھا اور سورج مل جاٹ
و اسمٰعیل بیگ خان مع پچاس ہزار جوانون کے رستم خان کی جانب بڑھے اور حملہ شروع ہوا
اسکی بائین جانب ایک ویران گانون کی بلندی تھی اسمٰعیل خان اور سورج مل اس بلندی
کے دامن مین مقیم ہوے اور چوٹی پر چند توپین قائم کین جہان سے رستم خان کا لشکر
ٹھیک زد پر تھا رستم خان نواب احمد خان کے پاس گیا اور حملے کی اجازت چاہی نواب
کا منشا یہ تھا کہ جنگ مین تھوڑا سا توقف ہونا چاہیے لیکن رستم خان نے جواب دیا کہ التوا
غیر ممکن ہے کیونکہ دشمن قوی ہے اسلیے اُس سے لڑائی شروع کردینا قرین مصلحت ہے
وہ اپنی پالکی پر سوار ہوکر واپس آیا اور اپنے آدمیون کو جنگ کے واسطے آمادہ کیا
جونہی بڑھنے کا حکم ہوا پٹھان فوراً شمشیر بدست حملہ کرتے ہوے بلندی پر جا پہونچے اور

گل ہال وا ساب ندر کیا اور بادشاہ کی خدمت مین معاملہ پیش کیا دریے نے ظاہرداری
سے خاطر و تسلی کر کے قسم کھائی مگر دل سے کینہ رفع نہ کیا اور مطلق رحم نہ کر کے ہمسے لڑائی شروع
کی ہے آپ ایسے ایمان کی مدد کرتے ہین یہ نازیبا ہے مناسب یہ ہے کہ ایسے معاملے سے
آپ علیحدہ ہو جائین۔ سورج مل نے جواب دیا کہ اب بر سر مقابلہ آگئے صلح کی گنجائش نہین ہے
اگر پیشتر سے کہتے تو ایسا کیا جاتا۔ احمد خان نے شاہجہان پور و تلہر و بریلی و آنولہ و جوپور
کے پٹھانوں سے امداد کی درخواست کی۔ جونپور مین احمد خان کے چند احباب آکر آباد ہوئے
تھے۔ گل رحمت مین لکھا ہے کہ احمد خان نے بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کی طرف سے
ایک ایلچی روہیلون کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ بھی مدد کرین حافظ رحمت خان نے
جو نواب سید سعد اللہ خان کے مدار المہام تھے پٹھانون کی تباہی پر خیال کر کے پرمول خان
اور دور خان اور دوسرے جماعہ دارون کو چیدہ سپاہ کے ساتھ احمد خان کی کمک کو
روانہ کیا اور حکم دیا کہ کڑے کوچ کر کے جلد احمد خان سے جا ملین اور آپ بھی روانگی کے
ارادے سے شہر بریلی سے خیمے باہر نکلوا کر کھڑے کرائے۔ مگر اس بات کی تحقیق کے لیے کہ
دریر فرخ آباد کے قریب پہونچے یا نہیں توقف کیا اور سپاہ کی فراہمی مین مشغول ہوے۔
اس مقام پر یہ بات قابل غور و لحاظ ہے کہ ابھی ابھی تو روہیلوں اور فرخ آبادیون مین
ایک خونریز اور بربادی بخش معرکہ پیش ہو چکا تھا اور ابھی سے روہیلون نے انکی مدد
شروع کر دی کیا روہیلے اتنی سی نہھی سی سمجھ کے ساتھ ٹکرائی کرتے تھے یا وہ وقت ہی
اس قسم کا تھا۔

احمد خاں اُس وقت مع رُستم خاں کے مرب کی سمت روانہ ہوا جبکہ دونوں لشکر
مقابل ہوئے تو نواب احمد خان نے رُستم خاں سے کہا کہ چونکہ نواب وزیر اور سورج مل دونوں

قبولیت کا وقت آپہونچا ہے۔ محمد صغر لوٹ کے وزیر کے پاس آیا اور عرض کیا کہ افغانون کے لشکر مین کوئی دم نہین عنقریب حضور کی چڑھائی سے خوف زدہ ہوکر متفرق ہونیوالے ہین۔ نواب وزیر محمد اصغر کی بناوٹی باتون مین آگئے اور خوش ہوکر آگے کو کوچ کیا۔

شکستِ وزیر

وقائع راجپوتانہ مین لکھا ہے کہ کنور سورج مل جاٹ اپنی جمعیت کے ساتھ مقام کول مین وزیر سے آکر ملا نواب وزیر نے اسمعیل بیگ کو استقبال کے لیے بھیجا جب نواب وزیر سے ملاقات ہوئی تو اُنھون نے عند الملاقات کہا کہ آپکے چچا روپ سنگھ اور ہمارے والد سعادت خان کے درمیان قدیم سے محبت تھی اب وہ زیادہ مستحکم ہوئی۔ دوسرے روز نواب نے ملاقات بازدید کی اس کے بعد کوچ کرکے نولکھا باغ مین ڈیرہ کیا اور فوج کو سنبھالا تو کل فوج لاکھ سے زیادہ تھی کالی ندی عبور کرکے رام چٹونی[۱] مقام مین قیام پذیر ہوے اور گرد لشکر کے خندق کھدوائی۔ رام چٹونی سہاور[۲] سے ۷ میل مشرق مین اور پٹیالی سے پانچ میل مغرب مین واقع ہے۔ سورج مل اپنی فوج سمیت وزیر کے داہنے بازو پر پیش لشکر کے قریب تھا اور اسمعیل بیگ خان سورج مل کے بائین جانب تھا اور ہمت سنگھ بھدوریہ بھی وزیر کے ہمراہ تھا احمد خان نے سورج مل کے پاس وکیل بھیجکر کہلایا کہ بھائی قائم خان نے روہیلون کی جنگ مین وفات پائی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر صفدر جنگ نے بادشاہ سے اس ملک کی ضبطی کی اجازت لی۔ اس بات کو سن کر والدہ صاحبہ اور میرے بھائی وزیر کے پاس گئے اور

---

[۱] انتھے کلامہ ۱۲ [۲] اب سہاور کرسانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ضلع ایٹہ مین ہے اور پٹیالی بھی ضلع ایٹہ مین واقع ہے ۱۲

رخصت ہوکر چلا گیا اور وزیر سے تمام حال بیان کر دیا اس وزیر نے یہ کیا کہ سید احمد خان کو
(جو سادات بارہہ سے تھا اور اُسکی جاگیر بارہہ مین تھی اور اگرچہ منصب چھوٹا رکھتا تھا
لیکن جوہر ذاتی اور شجاعت کی وجہ سے اُمرا اُسکی توقیر کرتے تھے اور شاہ حمزہ صاحب کے
والد کی اُسپر بڑی مہربانی تھی) شاہ حمزہ صاحب کے والد کے پاس بھیجکر استدعا کی کہ صلح
کرا دین اُسکے مکرر عرض کرنے سے حضرت شاہ صاحب نے شیخ محمد اصغر کو جو اُنکا مرید اور
خادم تھا اور پیغام رسانی کا سلیقہ خوب رکھتا تھا وزیر کے دو خریطے کہ ایک احمد خان کے نام
اور دوسرا رُستم خان کے نام تھا اُسکو دیکر افغانون کے لشکر مین بھیجا وزیر کا پیغام یہ تھا کہ
قصبۂ پٹیالی سے اُس طرف اپنا ملک لے لین اور اِس طرف کے پرگنے ہم سے تعلق رکھین
چھ ماہ کے بعد پٹیالی وا اٹاوہ بھی تمکو دیدیا جائیگا ہماری رفاقت قبول کرین اور ہمارے ہمراہ
بادشاہ کے پاس چلیں منصب وجاگیر سب درست کرکے دیدی جائیگی اس معاملے مین قرآن لکھکر
اور اپنی مُہر اُسپر لگا کر پنجۂ حضرت مرتضیٰ علی کو درمیان مین دیا تھا رستم خان نے جو لشکر افاغنہ
کا سرغنہ تھا اور جو کچھ تھا وہی تھا وزیر کی بات قبول نہ کی لیکن خریطے کا جواب مضمون لیت ولعل
کا لکھکر قاصد کے حوالے کیا احمد خان نے اپنے جواب مین لکھا کہ مین سرکار کا نوکر ہون لیکن
خود معذور ہون رستم خان مختار ہے احمد خان کے لشکر کے پٹھانون پر خوف غالب تھا
اور یہ کل دس بارہ ہزار جوان تھے اور تمام خودسر تھے اور نواب وزیر کی فوج ستر ہزار سے
کم نہ تھی۔ شیخ محمد اصغر کے ساتھ شاہ حمزہ صاحب کے والد کا عنایت نامہ بھی احمد خان کے نام
تھا نواب وزیر کے خریطون کے سوال وجواب کے بعد رات کے وقت تخلیے مین اُسنے وہ خط
احمد خان کو دیا اور زبانی بھی حضرت شاہ صاحب کا یہ پیام پہونچایا کہ خدا پر بھروسا کرکے
بغیر کسی اندیشے کے وزیر کا مقابلہ کرو قادر مطلق کے حکم سے صرور فتحیاب ہوگے اب دعا کی

مین ہے اور گیان پرکاش کے قول کے مطابق اُن کے ساتھ ایک لاکھ سوار اور چالیس ہزار
پیادے تھے پھر بھی بوجہ جبن ذاتی کے احمد خان کے نام سے کانپتے جاتے تھے چنانچہ
شاہ حمزہ صاحب کے والد کے پاس مارہرے کے مقام پر اپنے مصاحبون مین سے میر داراب
کو کہ اچھا آدمی تھا بھیجکر عرض کرایا کہ بصاحبزادہ حکم شود کہ درمیان ماو افغانان صلح کردہ
دہند جنابعالی قبول نفرمودند لیکن دوبارہ وزیر نے میر داراب کو عصر کے وقت
خود شاہ حمزہ صاحب کے پاس بھیجا وزیر کو معلوم تھا کہ شاہ حمزہ صاحب کے والد کے ساتھ
احمد خان کو بہت عقیدت ہے میر داراب نے کئی دلچسپ باتین کرکے دانشمندانہ طور پر
نواب وزیر کا پیغام بیان کیا کہ دو گروہ اسلام مین صلح کرانا بزرگون اور سادات کا کام
ہے تکلیف کرکے ہمارے پاس تشریف لائیے اور صلح کرا دیجیے۔ حمزہ صاحب نے جواب دیا
کہ یہ قضیہ جنابعالی کے اختیار مین ہے اُسنے جواب دیا کہ حضرت صاحب تو انکار کرتے ہین
شاہ حمزہ صاحب بولے کہ پھر مین کیسے اِس بات کو قبول کرنے کی جسارت کرسکتا ہون۔
پھر قاصد نے کہا کہ نواب وزیر آپ سے ملنے کی نہایت آرزو رکھتے ہین اور آپ کے واسطے
نقد و جنس کی کشتیان اور پالکی تیار رکھی ہے اور صلح کرانا دو گروہ اسلام مین ہمیشہ سے
بزرگون کا دستور رہا ہے اِس قسم کی بہت سی باتین کین جب شاہ حمزہ صاحب اس مقصد پر
راضی نہوے تو قاصد نے کہا کہ آپ پر نواب وزیر کا بہت ساحق ہے اسلیے کہ دس روپیہ روز
آپکے واسطے سرکار قنوج سے مقرر کردیا ہے۔ شاہ حمزہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ درست ہے
لیکن فقیر نے کبھی یومیہ مقرر کرنے کے لیے اُنسے درخواست نہ کی تھی نہ اس بارے مین وزیر کو
کبھی کوئی خط لکھا نہ ارکان دولت سے سفارش کرائی اُنھون نے خود بخود ہوا خواہی سے
ایسا کیا ہے مین بھی شب و روز اُنکی دعا مین مصروف رہتا ہون۔ مغرب کے بعد میر داراب

امیت کا حکم لشکر مغل شہر سے نکلے اور شہر کو بہت خرابی پہونچی۔ صبح کے وقت جس لشکر کے امیر شاہ حمزہ صاحب کے والد کی خدمت میں حاضر ہوے تو اُنھوں نے بہت کچھ عتاب آمیز باتیں اُن سے کہیں وزیر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے مدار الاسلام و نواب برعایت اللہ خان و مہاراجہ کو خدا خدا بھیج کر معذرت چاہی اور کہلایا کہ مجکو اس کا حال معلوم نہ تھا شاہ صاحب نے فرمایا کہ وزیر ملط کہتے ہیں اُنھوں نے ہملے شہر کو برباد کرا دیا آخر کار وزیر نے اپنے ایک رشتہ دار کو شاہ صاحب کے پاس بھیجا جسنے اپنی پگڑی سر سے اُتار کر زمین پر رکھدی اور بہت الحاح زاری کی شاہ صاحب نے یہی کہا کہ جیسا وزیر نے ہمارے شہر کے ساتھ کرایا خدا اُس کا اُنکو بدلا دیگا پھر دوسرے حالات پوچھکر اُس شخص کو رخصت کردیا نواب نے تین ہزار روپے مظلوموں کو دینے کے لیے بھیجے شاہ حمزہ صاحب اور اُن کے بھائی سید نور الحسن نے اُنکے دادا کی درگاہ میں بیٹھکر شہریوں کے نام لکھکر ہر ایک کی حالت کے موافق دلوا دیئے اکثر سیدوں اور شیخوں اور کسبیوں کی عورتیں قید ہوئیں۔ نصیر الدین حیدر نے تمام شب ان عورتوں کو پکڑنے والوں سے اُن سے لیکر علیحدہ خیمے میں جمع کیا اس سانحے سے صفدر جنگ تمام شب ملول رہا اور زار زار رویا کیے اور کھانا نہ کھایا صبح ہوتے ہی تمام عورتوں کو اُنکے گھروں پر پہونچا دیا مغلوں نے لڑکوں وغیرہ کو گڑھوں میں چھپا دیا تھا اُن کو تلاش کرکے اُنکے والدین کے سپرد کیا اُس روز قصبۂ مارہرہ میں قیامت برپا رہی اور سب کہتے تھے کہ وزیر کو فتح نصیب نہ ہوگی۔ وزیر بعد اطمینان کلی مارہرہ میں ایک ہفتہ مقام کرکے مشرق کی طرف اُٹھے

وزیر کو مٹھی بھر پٹھانوں سے بہت خوف تھا

باوجودیکہ وزیر کے پاس ستر ہزار سے زیادہ آدمی جمع ہوگئے تھے جیسا کہ سیر المتاخرین

جب مین پوری کے قریب پہونچے تو جاسوسون کی زبانی نول راے کی شکست و موت کی خبر معلوم ہوئی فوراً واپس ہوکر وزیر کے لشکر سے آن ملے جو اُس وقت مارہرے کے قریب مُقیم تھا۔

وزیر کی فوج کے ہاتھ سے قصبہ مارہرہ کا غارت ہونا اور نجیب و شریف کا بلا مین مبتلا ہونا

۱۰ رمضان ۱۱۶۳ ہجری کو کسی مغل کے ساربان نے عنایت خان کے دروازے کا درخت کاٹا یہ شخص وزیر کا نوکر اور اسی قصبے کا رہنے والا تھا عنایت خان نے وزیر کی ملازمت کے غرور مین ساربان کو سزا دی تمام ساربان جمع ہوکر اپنے آقا کے پاس فریاد لیکر گئے چونکہ وہ شخص جماعہ دار مغلیہ تھا اُسنے حکم دیا کہ عنایت خان کو پکڑ لاؤ اُسکے سوار و پیادے عنایت خان کے گھر پر دوڑ پڑے یہ حال جبکہ وزیر کے دوسرے سپاہیون نے دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ شاید قصبۂ مارہرہ کی لوٹ کا حکم ہے تمام فوج مغلیہ تیار ہوکر عصر کے وقت قصبے پر جا پڑی اور طرفۃ العین مین اُسے تباہ کر دیا اور عنایت خان کو مع اُسکے نوجوان کس سالہ بیٹے کے قتل کر ڈالا۔ شاہ حمزہ صاحب کشف الاستار مین کہتے ہین کہ سو آدمی کے قریب مارے گئے اور زخمی ہوے انہین سے مقتولون کی تعداد ستر کے قریب ہے۔ شاہ حمزہ صاحب کے بھائی سید نور الحسن خان نے نواب کو اس حال کی عرضی لکھکر بھیجی اور خود مع دوسرے بھائیون کے مسلح ہوکر شاہ صاحب کے مکان کی حفاظت کے لیے پہونچ گئے جب نواب نے عرضی دیکھی تو جلد نصیر الدین حیدر کو مارہرے مین بھیجا۔ اور ستر سوار اور چوبدار اور ہرکارون کو دوڑایا کہ جاکر لوٹنے والون کو منع کرین جب تک یہ لوگ پہونچین وہان کام تمام ہوچکا تھا غرضکہ

ایک ہی ضرب مین سر تن سے جدا کر دیا۔ لاش کلمہ پڑھتی ہوئی کعبے کی طرف دس قدم چلکر کھڑی ہوگئی۔ انگلیان دونون ہاتھ کی اشک وانہاے تسبیح پر جنبش کرتی تھین یہ حالت دیکھ کر معل اُسکی طرف متحیانہ بڑھا اور پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ نواب خان صاحب تم بیشک شہید ہو۔ ہوئے ہیں یہ الفاظ اُسکے زبان سے نکلتے لاش اُسکی طرف پھری اور رکوع مین آئی معل یہ حالت دیکھ کر زار زار رونے لگا اور جلال الدین سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے ملعون تونے کس شخص کو میرے ہاتھ سے قتل کروایا اور پھر اپنی تلوار پتھر پر توڑکر اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کو بھاگ گیا۔

شمشیر خان کے مارے جانے کی تاریخ یہ ہے ؎

خنجر دست عدو گوہر جانش مے سفت — گوہر ارگیسو ے حور وخاک زمش مے رفت
سال تاریخ وفاتش ز خرد جستم — ہاتف صاحب شمشیر بہادر مے گفت

مفتاح التواریخ مین یہ تاریخ راجہ پرتھی پت کے واقعہ کی لکھی ہے اور کہا ہے کہ وہ صفدر جنگ کے ایما سے ۱۱۶۳ ہجری مین مارا گیا مگر ہمنے اُس تاریخ کو شمشیر خان کے واسطے بہتر جانا کئی وجہ سے ایک تو یہ کہ شمشیر کا لفظ اُسکے مارے مین آیا ہے اور وہ شمشیر خان کیلیے مناسب ہے اور پرتھی پت کی اس مین کوئی بھی رعایت نہین۔ دوسرے ۱۱۶۲ ہجری مین دوبارہ صفدر جنگ نے پٹھانون پر مرہٹوں کی امداد سے حملہ کیا تھا تو اس یورش کے درمیان مین راجہ مارا گیا تھا اور راجہ جمادی الاول ۱۱۶۴ ہجری مطابق اپریل ۱۷۵۱ء تک تو احمد خان کے ساتھ رہا البتہ شمشیر خان ۱۱۶۳ ہجری مین شہید ہوا تھا۔

جلال الدین نے پانچوں لاشون کو کنویں مین ڈلوا کر کنوان پتھروں سے پٹوا دیا۔ وزیر نے مقام مارہرہ کے باغات مین پڑاؤ ڈالکر دوسری فوج کی حاضری کا حکم دیا نصیر الدین حیدر اور اسمعیل بیگ خان جو راجہ نول راے کی کمک کے واسطے بھیجے گئے تھے۔

مجبور تھا شمشیر خان کو چھوڑ کر باقی چارون کو پالکی مین بٹھا کر لے گیا۔ جب یہ مقتل مین پہونچے جلاد نے بڑھکر چارون کے سر تن سے جُدا کر دیئے۔ اس عرصے مین شمشیر خان نے نہا دُھوکر نئی پوشاک پہن کر خوشبو لگائی اور اپنے جنازے کی نماز پڑھکر تلاوت قرآن مین مشغول ہوا زین العابدین پالکی لیکر وہان پہونچا اور کہا پالکی پر سوار ہو کر تشریف لے چلیے تب اُس نے قرآن مجید کو جزدان مین رکھ کر زین العابدین خان کے حوالے کیا اور پچاس اشرفیان دین کہ کسی سید کے ذریعہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فاتحہ کرا دینا اور جوتہ اپنے پانوُن سے نکال کر دیا کہ کسی غریب برہنہ پا کو دیدینا اور اپنی مہر کی انگشتری اُتار کر اپنے نوکر کے حوالے کی کہ یہ میرے بیٹے حسن علی کو دیدینا اور اپنی تسبیح مع قرآن دی اور کہا کہ اگر شیر علی کے کوئی اولاد ہو تو اُسکے گلے مین ڈالدینا یہ سب وصیتین کر کے برہنہ پا مقتل کی طرف روانہ ہوا زین العابدین نے ہر چند کہا کہ پالکی پر سوار ہو جاؤ مگر اُسنے منظور نہ کیا اور کہا کہ بہتیرے میرے غلام پالکی نشین کیا فیل نشین بھی ہو گئے ہین۔ مگر میرے کل دُنیوی حوصلے اب ختم ہوے۔ جب مقتل مین پہونچا اور چارون لاشون کو دیکھا کہنے لگا بھائیو انا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ جلال الدین نے اُسکو دیکھ کر کہا شمشیر خان تمھاری شمشیر اس وقت کہان ہے جواب مین اُسنے یہ اشعار پڑھے ؎

ہُمان شیر و شمشیر بُرّان منم	چہ سازم کہ قبضہ نہ دارد سرم
وگرنہ ترا خان دمانت حریف	بیکدم تہ خاک کردم عدم

یہ سُنکر جلال الدین نے جلاد کو اشارہ کیا کہ اس کا سر تن سے اُڑا دے جلاد نے تلوار کا ہاتھ لگایا مگر خطا کی دوسرا ہاتھ لگایا پھر بھی خطا کی۔ تب جلال الدین نے ایک مغل سے جو وہان کھڑا تھا کہا تو اسے قتل کر چلے تو مغل متامل ہوا لیکن اُسکے اصرار سے تلوار ہاتھ مین لی اور

سے ملک کا انتظار نہ کیا۔ اگر تھوڑا سی توقف کرتا تو ان کسانوں کو فتح نصیب نہوتی ۔یہ کہکر کثرت الم سے پلنگ پر ہاتھ پاؤں مارے اور تکیے پر سر رکھکر بیہوش ہوگئے جب وزیر نے تکیے سے سر اٹھایا اور اُن کو غش سے افاقہ ہوا تو ایک منشی کو بلایا اور حکم دیا کہ ایک پروانہ الہ آباد کے قلعہ دار کے نام اس مضمون کا روانہ کرو کہ اس حکم کے صادر ہوتے ہی محمد خاں غضنفر جنگ کے پانچوں بیٹوں کو جو وہاں مقید ہیں بڑی عقوبت سے قتل کرے اور دوسرا حکم وزیر نے اپنے بیٹے جلال الدین حیدر کے نام جو بعد ازاں شجاع الدولہ کے نام سے مشہور ہوا دیکر بھیجا کہ پانچوں چیلوں کو قتل کرکے سر اُن کے میرے پاس بھیجدو۔ یہ حکم وزیر کے قلعہ دار الہ آباد مع چند جوانوں کے قیدیوں کے پاس ارادۂ معلوم گیا جس وقت ان مصیبت زدوں نے جلادوں کو دیکھا تو امام خاں نے قلعدار سے مخاطب ہوکر کہا کہ بعد وفات قائم خاں کے میں متفق ہوکر جانیں کیا گیا جو کچھ سزاوار ہوں تو میں ہوں ان بیچاروں کا کیا قصور ہے۔ اسلیے وزیر کو اس امر کی اطلاع دو اور تا صدور حکم ثانی ان کا قتل ملتوی رکھو قلعہ دار نے ایک نہ سنی آخر جلاد انکی طرف بڑھا ہر ایک نے اپنے قتل میں مقابلے لیے دوسرے بھائیوں کے پیش دستی چاہتا تھا۔ غرض سب کے سب قتل ہوکر قلعہ میں مدفون ہوئے جس وقت وزیر کا حکم جلال الدین حیدر کو پہونچا تاریخ ۲ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۱۲۔اگست ۱۷۵۰ء کو اُسے زین العابدین خاں داروغۂ محل سے کہا کہ پانچوں چیلوں کو باہر لاؤ۔ زین العابدین پالکی لیکر محل میں گیا اور کہا کہ شمشیر خاں وزیر کے پاس سے تمھاری تبدیل جانے کا حکم آیا ہے اسلیے میں پالکی لیکر آیا ہوں شمشیر خاں نے جواب دیا کہ میں خوب جانتا ہوں جہاں ہمیں پہونچانے کا حکم ہے جبر چار کو تم لیجاؤ اور مجھے اتنی مہلت دو کہ میں غسل کرکے کپڑے بدل لوں اور اپنے جنازے کی نماز پڑھ لوں۔ زین العابدین خاں شمشیر خاں کو بہت عزیز رکھتا تھا مگر وزیر کے حکم سے

عرض سُن کر وزیر کو باغیون کی سرکوبی کی اجازت دی۔ وزیر نے دس ہزار پیادہ بارہ ہزار سوار
و توپخانہ و خزانہ اور دوسرا سامان جنگ لیکر ۱۲ شعبان سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۶ جولائی سنہ ۱۷۵۰ء کو
دلّی سے کوچ کیا اور دریاے جمنا سے اُترکر اپنی تیاری مین مصروف ہوے۔ ۲۷ و ۲۸ شعبان کو
اُنھون نے کچھ فوج نصیر الدین حیدر اور اسمعیل بیگ خان چیلے کے زیر حکم نولراے کی کمک کو
روانہ کی۔ سلخ ماہ رمضان بروز پنجشنبہ سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۲۳ جولائی سنہ ۱۷۵۰ء کو وزیر نے
دلّی مین واپس آکر بار دیگر بادشاہ سے رخصت حاصل کی اور نجم الدولہ محمد اسحاق خان اور
میر نظامی اور میر بقا پسران اعتماد الدولہ قمر الدین خان اور نواب ناصر خان صوبہ دار کابل
وغیرہ اُمرا اور دوسری فوج بادشاہی اُنکی مدد پر مقرر ہوئی اور بروقت رُخصت وزیر کو سپر اور
شمشیر اور پھُولونکا ہار مرحمت ہوا۔ اور نجم الدولہ کو فتح پیچ مع شمشیر اور میر بقا کو فتح پیچ عنایت
ہوا۔ وزیر نے بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور راو گھاسیٹرہ کو جمعیت دو ہزار سوارون کے
اپنے شامل کیا اور سورج مل بن بدن سنگھ جاٹ والی بھرت پور کو بذریعہ خط مدد کے واسطے
طلب کیا اور یہ بھی لکھا کہ میری اس تحریر کو حاکمانہ تصور نکرین بلکہ دوستانہ خیال کرین سُورج مل
سہاور کے مقام پر تھا اُسنے باپ سے اجازت چاہی بدن سنگھ نے جواب لکھا کہ حسب الطلب
نواب جانے کا مضائقہ نہین مگر بنظر دور اندیشی ہوشیار رہنا چاہیے اور مسلمانون کے قول پر
اعتماد نکرنا چاہیے۔ سُورج مل پندرہ ہزار سوارون کی جمعیت سے مدد کے لیے روانہ ہوا۔ وزیر
کی فوج پر سرداران مفصلۂ ذیل حکمران تھے۔ نجم الدولہ محمد اسحاق خان داروغۂ نزول
شیر جنگ۔ مرزا محمد علی خان کوچک عیسے بیگ خان چیلہ آغا محمد باقر یمنی۔ مرزا مشہدی بیگ
اور نعیم خان دلّی سے چلکر تین چار روز مین دو منزل آئے تھے کہ اُنھون نے نولراے کی
شکست کی خبر سُنی۔ وزیر کو سُنتے ہی کمال غم و غصہ آیا اور کہنے لگے۔ افسوس اس خود بین دائم الخمر

تھے طباق اور سرپوش سونے چاندی کے بعض بعض جڑاؤ بھی رکھے ہوئے تھے۔ جو مالیت
کہ دلاور خاں حسب اجازت قلعہ دار کے وہاں سے لے آیا تھا اُس سے تمام عمر عیش گذر گئی
اور ایک مکان عالیشان اور کچھ اشرفیاں ایک رتن میں بھری ہوئی چھوڑ مرا۔ نواب احمد خاں
بڑی شان و شوکت سے فرخ آباد میں داخل ہوا بی بی صاحبہ اپنی سوتیلی ماں کو مئو سے بلوا
بھیجا اور مدد گذارا کی۔ اور ۳۲ محال کے تھانوں پر اپنے آدمی معین کیے اور جو کچھ ضبط کیا تھا
سب قنوج سے منگوا بھیجا۔
قائم گنج کے ایک بھاٹ مسمے معصوتی نے اس موقع پر ایک گیت بناکر نواب احمد خاں کو سنایا، نواب
احمد خاں نے خوش ہو کر ایک موضع بطور انکار انعام دیا۔ وہ گیت یہ ہے۔

عجب وہ صاحب قلعت ہے جسے جنگ سنوارا ہے		خدا ہے پاک مولا ہے وہی پروردگارا ہے
کھڑا اماد ھا کر کس کر حیم اوپر لیے لشکر		گئے اُسکے عجب حکم زور دری کا ہمارا ہے
نول سے مرد غازی کو یہ پوچھے بات یاجی کو		نول سے مرد غازی کو بہوچ گولی سےمارا ہے
نول ہودے سے لکھو موڑا کہیں ہاتھی کہیں گھوڑا		قبائل بھی کہیں چھوڑا یہ سر چہرا سنوارا ہے
چلیں توپیں دھم او دھڑسے ہکلے بھی پڑا پڑسے		تنر الیں پڑا پڑسے تہور کا پہاڑا ہے
چلیں تیریں سناسن سے چلیں گولی سماسن سے		کٹیں بکتر جھماجھم سے پڑی تلوار دھارا ہے
معصوتی نام ہے میرا عطائی پور میں ڈیرا		یہی ہے مئو کا کھیڑا تکے گنگا کنارا ہے

صفدر جنگ کی احمد خان پر چڑھائی

افغانوں کی آمادگی جنگ کی خبر تھوڑے ہی دنوں میں دلی پہونچی۔ صفدر جنگ نے
بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ احمد خاں برادر قائم خاں بنگش تک وہر گنات کی آبادی
میں خلل انداز ہوتا ہے اگر چند روز اسی طرح رہے گا تو اُسکا مقابلہ مشکل ہو جائیگا بادشاہ نے

محسن پور پہونچے یہ مقام کانپور سے بہ سمت مغرب پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ دوسرے روز جاجمئو مین پہونچے یہ مقام کانپور سے بہ سمت مشرق چھ یا سات میل گنگا کے کنارے پر واقع ہے نول راے کی لاش کو صندل کی لکڑیون مین گنگا کے کنارے جلادیا نول راے کے مارے جانے کی تاریخ ایک شخص نے "اے نول سُرخ رو" سے نکال لی ؎

روان کرد خون یلان جوبجو ادا کرد حق نمک مُوبمو
ز یزدان رسید ندحور و ملک بیار و برو اے نول سُرخ رو

۱۴ رمضان مطابق ۶ اگست کو کانپور پہونچے یہ کوڑے سے پانچ کوس ہے یہان سے راجہ متوفی کے گھر بار کو لکھنؤ بھیجدیا اور بقاء اللہ خان نے کوڑے مین قیام کیا۔

فتح سے دوسرے روز احمد خان کے پاس ساٹھ ہزار فوج مجتمع ہوگئی اس مین صاحبزادے اور چیلے اور بنگش کے خاندان کے بہت سے لوگ اور ہشیار تاجر اور گانون والے ہر قوم کے لوگ شریک تھے۔ جب بمہیلون نے اس فتح کی خبر سُنی خوف زدہ ہوکر فرخ آباد کا قلعہ چھوڑ کر اپنے اپنے گانون کو بھاگ گئے۔ جنگ کے بعد احمد خان نے بھورے خان نام اپنے باپ کے ایک معتبر چیلے کو پانسو بندوقچیون کے ساتھ قنوج پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اُس کو حکم دیا کہ نول راے کے رنگ محل پر جاکر قبضہ کرلے اور وہان کی ہر چیز کی حفاظت کرے اس حکم کی تعمیل حرف بہ حرف کی گئی۔ یہان لاکھون روپے نقد تھے اور غلہ بافراط تھا۔ رحم خان چیلہ اکثر کہا کرتا تھا کہ فتح سے چند روز بعد میرا باپ دلاور خان قنوج کو گیا اور حسب الطلب وہان کے حاکم کے رنگ محل مین بھی گیا اس وقت یہ مکان بالکل خالی پڑا تھا مگر روپے اور اشرفیون کے توڑے جابجا پھیلے ہوے تھے یہان زربفت طلائی کے پردے پڑے تھے دروازون اور چوکھٹون پر سونے چاندی کے پتر چڑھے تھے۔ ایک پلنگ جڑاؤ بچھا ہوا تھا اُس پر مخمل کے تکیے دھرے ہوے

پٹھانوں نے اس بات کو بہت پسند کیا اور نیلمان کو لاٹھیوں کے ہولے سے گرا دیا اس صورت سے
اُسکی جان بچی۔ رمضانی چھوکرا جو نواب احمد خان کے ایک بڈھے خدمتگار کا بیٹا تھا اُس
وقت نواب کی پالکی پکڑے ہوے ساتھ موجود تھا نواب نے اُسکو حکم دیا کہ ہاتھی پر سوار ہولے
گو وہ کبھی سوار نہ ہوا تھا مگر اُسوقت سوار ہوکر بخوبی ہانک لے گیا۔

اب لوٹ شروع ہوئی نواب نے حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں اور توپوں اور خیموں و طبل جنگی
کے جو شے جس کے ہاتھ آئے وہ اُس کا مالک ہے مال غنیمت اس قدر ہاتھ آیا کہ بعض بعض کو
ایک ایک لاکھ کا مال ملا اس لڑائی مین علاوہ نولراے اور محمد صالح کے اور بہت سے بڑے
بڑے عہدہ دار مثل عطاءاللہ خان وغیرہ کے مارے گئے۔ مصنف تبصرۃ الناظرین نے
فقط لکرام کے سید و شیخ کے ۲۰۔ بڑے عہدہ داروں کے نام گنولے ہیں جو جنگ میں کام
آئے۔ نواب بقاءاللہ خاں جو نہایت عجلت مین طلب ہوا تھا ۹ رمضان ۱۱۶۳ ہجری کو کس پر
سے روانہ ہوا کن پور قنوج سے چودہ میل جنوب کی طرف واقع ہے اس رات وہ قنوج رہا
اور دوسرے روز علی الصباح وہ سب روانہ ہوے جب نولراے کا لشکر چار کوس رہ گیا ہوگا کہ
ایک ایک مفرورین اسوہ اسوہ بھاگنا شروع ہوے راے پرتاب سنگھ جو زخمی ہوکر بھاگا
تھا اول اُسنے کیفیت مشرح اس مصیبت کی بیان کی بقاءاللہ خاں نے دو تین گھنٹے مقام
کیا مگر یہ خیال کرکے کہ پاس فوج نہایت قلیل ہے قنوج کی طرف واپس چلا تاکہ راجہ کی
مستورات و بچوں کو کہیں لیجائے ان سب کو مجتمع کرکے مع راجہ کی لاش کے اور جس قدر
ہاتھی گھوڑے و اسباب وغیرہ مل سکا اُنکو ساتھ لیکر وہ واپس روانہ ہوا۔ مفرورین بھی اُسکے ساتھ ہوے
ان میں پرتاب سنگھ و حسن علی خاں بھی تھے جو دونوں زخمی تھے راستے میں جو ممکن تھا بہیر
سے ہمراہ لیا۔ روز شنبہ تاریخ ۱۱ رمضان ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۳ اگست ۱۷۵۰ء کو وہ

شروع کیا۔ جو شناوری مین مشتاق تھے یا جو گھوڑے پر اچھا بیٹھ سکتے تھے وہ تو ندی پار نکلے اور جو شناوری سے ناآشنا تھے یا اچھے سوار نہ تھے وہ دریا مین ڈوبے یہ فتح افغانون کی نولراے کی فوج پر گویا نعمت غیر مترقبہ تھی طبل فتح بجنے کے قبل گرد شمن کی ہزیمت کے بعد محمد خان اتفاق سے صرافون کے خیمون کی طرف جا نکلا ایک چھوٹے سے خیمے مین چند موٹے موٹے بنیے چوپڑ کھیل رہے تھے اُنھون نے اُسکو نولراے کے ملازمین سے تصور کیا اور پوچھنے لگے بتاؤ تو سہی پٹھان بھاگے یا ابھی موجود ہین ان بیچارون کو فتح و شکست کی کیا خبر تھی انکو تو خواب مین بھی ایسا خیال نہ گذرا تھا کہ احمد خان کو کبھی فتح نصیب ہوگی۔ اُس نے جواب دیا کہ نولراے مارا گیا اور دور تک نواب احمد خان کی عملداری ہوگئی اور تم ابھی تک اسی خواب و خیال مین غرق ہو اُنھون نے جو خبر متوحش سُنی سب کا چہرہ زرد ہو گیا اتنے مین چالیس پچاس افغان اور آپہونچے اور چاہا کہ انکو قتل کر ڈالین یہ گڑگڑانے لگے کہ ہمارے پاس روپون اور اشرفیون کے صندوق ہین سو ہم حوالے کیے دیتے ہین ہم کو کیون مارتے ہو۔ نواب صفدر جنگ کی رعایا تھے اب نواب احمد خان کی رعایا ہین۔ پٹھانون نے یہ ارادہ کیا کہ پہلے روپیہ لے لین پھر ان کو قتل کر ڈالین مگر محمد خان نے اُنکو اس ارادے سے باز رکھا جب محمد خان نے دیکھا کہ لوٹنے والے سب طرف سے جمع ہوتے جاتے ہین تب اُسنے اُس غلام کو جسنے محمد صالح کو مارا تھا اور چند آفریدیون کو کل نقد کی حفاظت کے واسطے متعین کیا اور بنیون کو لشکر مین لے گیا یہان آکر اُسنے رُستم خان کو اطلاع دی چنانچہ رُستم خان نے تین سو جوان اُس روپے کے لانے کے واسطے بھیجدیے ان صندوقون مین افغانون کو رقم کثیر ہاتھ آئی اس عرصے مین نولراے کا ایک ہاتھی جسپر ملمع کار حوضہ اور زربفت کی جھول تھی نظر آیا افغانون نے چاہا کہ فیلبان کو قتل کرین مگر اُسنے جلد ہاتھی کو نواب احمد خان کی پالکی کے قریب لیجا کر فتح کی مبارکباد دی اور کہا کہ آپ اس ہاتھی پر سوار ہو جیے۔

یہاں سرداران فوج کھڑے ہیں۔ العورہ بجنے کی آواز توسب نے سُنی مگر اُس کا کہا کوئی نہ سمجھا
محمد خان کے بھائی نے جو حال میں افغانستان سے آیا تھا اُس جملے کا ترجمہ کرکے اپنے ساتھیوں کو
سُنایا۔ محمد خاں نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ تم اس جماعت کی طرف بڑھو اور بیدلوں سے
کہا کہ باڑھ مارو دشمن کے بہت سے آدمی شکار ہوگئے مگر باقی آگے بڑھے جب نولراے کے فیلبان
نے دیکھا کہ لڑائی سخت ہے تو راجہ سے کہا کہ یہ ہاتھی چالیس فرسنگ چلنے کا دم رکھتا ہے اگر
حکم ہو تو یہاں سے نکال لیچلوں نولراے نے اُسکی کمر پر لات ماری اور کہا کہ ہاتھی بڑھا جسکو
لڑائی سخت ہے ہو۔ ہاتھی بان نے ہاتھی بڑھایا اُس وقت نولراے نے گالی دیکر کہا اسکو عمر دو
میں تمکو قرار واقعی سزا دونگا کہ رفتہ رفتہ تم میں سے اس ملک مین ایک بھی باقی رہے گا یکبار
اُسے تیر مارا جو محمد خاں کے سینے میں لگا۔ محمد خاں نے تیر کو ہاتھ میں لیکر کہا اے تیر تو کس نامرد
کے ہاتھ سے آیا ہے کہ تجھ میں کچھ بھی زور نہ تھا نولراے نے یہ سُن کر دوسرا تیر مارا مگر جو بی تقدیر
پھر محمد خان کے نہ لگا ایک سوار کی گردن مین لگا جو گھوڑے سے گر گیا اُس وقت ہارے کے
ایک سید محمد صالح نام کے نولراے سے کہا میں یہ کہتا تھا کہ پٹھان دھوکا دینگے اس پر ذرا رحم
نکرنا چاہیے اب جہاں تک ممکن ہو اُنھیں جڑ سے ست کیا جائے وہ اس لفظ پر ہو چکا تھا کہ محمد خان
کے والد کے ایک غلام نے اُسپر بندوق چلائی گولی پیشانی پر لگی اور وہ حصے میں سرد ہو گیا
اُس وقت ایک پٹھان آفریدی نے نولراے کے گولی لگائی کہ وہ بھی مر گیا۔ پھر پٹھانوں نے شمشیر کو
تلوار پر رکھ لیا اور ہزاروں کو خاک وخون میں ملا دیا۔ نولراے کے فیلبان نے جب اپنے راجہ کو
مردہ پایا اُسے ہاتھی کو ہانکا اور کالی ندی پر لے گیا اور فوج جا پہونچا جب راجہ کی فوج نے
نولراے کے ہاتھی کو نہ دیکھا اُنکے دل میں خیال گذرا کہ یہ دھال سے خالی ہیں ہمارا سردار
یا تو زخمی ہوا یا مارا گیا بس فوراً کل فوج نے پیٹھ پھیر دی ہزاروں سوار و پیادوں نے بھاگنا

بالکل منقطع کر کے سر کف ہو کر لڑتا ہے - پٹھانون نے اپنے جامے کے دامن کمر سے باندھے اور ڈھال تلوار لیکر گھس پڑے کچھ سید تو مارے گئے باقی فرار ہوے اور راستہ کھل گیا تب سب افغان اندر گھس آئے اور نول رائے کے سراچے کے پاس جا پہونچے یہان فوج بھی کم تھی کیونکہ اصل فوج حفاظت کے واسطے جابجا منقسم تھی - قاصد نے نول رائے کو خبر کی کہ پٹھان سیدون کو مار کر اور بھگا کر اندر گھس آئے ہین اور آپ کے سراچے کے قریب ہتھیار چل رہے ہین چونکہ نول رائے بغیر پوجا کیے کبھی نہ نکلتا تھا یہ خبر سُنکر وہ پوجا کے واسطے بیٹھا اور کہنے لگا کچھ مضائقہ نہین مین اُن کُنجڑون کو اپنی کمان کے گوشے سے باندھکر لاؤنگا - دوسری مرتبہ قاصد نے بے ادبی سے آکر کہا اے بیوقوف تو یہان بیٹھا ہے اور پٹھان تیرے دروازے تک آپہونچے ہین - یہ سُن کر نول رائے مسلح ہوا اور اُن دونون ہاتھیون مین سے جو اُسکے دروازے پر بندھے رہتے تھے ایک ہاتھی منگوایا اُن ہاتھیون پر شب و روز زرنگار نقرئی حوضہ کسا جاتا تھا اور حوضے مین دو کمانین اور ترکش تیرون سے بھرے ہوے لگے رہتے تھے نول رائے نے دو تیر ایک ساتھ چلّے مین رکھ کر اور بڑی فصاحت سے یہ الفاظ زبان مبارک پر لاکر "مار مورے سالے کو نجڑون کو" چلائے -

۱۰ رمضان کو بروز جمعہ علے الصباح لڑائی خوب ہو رہی تھی نواب احمد خان اپنی پالکی مین سوار تھا اور اُسکی حفاظت کو پٹھان ڈھال تلوار سے کھڑے تھے تاکہ کوئی تیر یا گولی اُس کے نہ لگے پچاس ساٹھ کہار پالکی کے ساتھ تھے اُن مین سے ایک زخمی بھی ہوا - رُستم خان اور محمد خان آفریدی مع ایک ہزار سوار اور چار ہزار پیدل کے اُس جگہ آپہونچے جہان نول رائے ہمراہی تین چار سو جوانون و چھ سات ہاتھیون کے ہاتھی پر سوار کھڑا تھا اِس تھوڑی جمعیت کا کچھ خیال نکر کے نول رائے کی تلاش مین بڑھے وہ چند قدم گئے ہونگے کہ نول رائے کے ہمراہی سے ایک پٹھان نے الغوزے کے اندر پشتو زبان مین کہا اے کافرو کہان چلے آتے ہو خبردار یہان کوئی نہ آنے پائے -

فوج کے آگے ہولیا اور نہایت ہوشیاری سے عظیم کی فوج سے تین کوس الگ لیچلا تاکہ
گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز دشمن کے کان تک نہ پہونچے۔ اس صورت سے نولرائے کی فوج
کے سامنے کا رخ چھوڑکر ٹھیک اُسکے عقب مین کالی ندی کے کنارے جہان پانسو بندوقچی
متعین تھے جا پہونچے قصبۂ خداگنج سے ایک میل مغرب کی سمت درمیان حدود دو موضعوں
کھتیا و گنگلی کے یہ پڑاؤ واقع تھا۔ طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل گل میاں نے نواب سے
کہا کہ دیکھو تو یہان سید ہیں اور سیدون نے آواز سُنکر آپس مین کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ پٹھان حملے کے ارادے سے آئے ہین یہ کہکر خوب ہوشیار ہوگئے اب افغانوں نے حملہ کیا اور
دونون جانب سے بندوقین چلنے لگین اور تلوارین بھی نکلین۔ لشکر میں منادی ہوگئی کہ
افغان ایک [illegible] سے گھس آئے ہین پانی اس قدر شدت سے برس رہا تھا کہ کسی کی آواز
سمجھ مین نہ آتی تھی اور تاریکی اس قدر تھی کہ دوست و دشمن مین فرق نہ معلوم ہوتا تھا توپیں
فوراً داغے لگین مگر بالکل بادھوائی یعنی جس سمت کو لگی ہوئی تھیں اُس طرف سرکردی
گئین سیدون نے اول حملے مین پٹھانوں کو ہٹادیا پٹھان کچھ دور بھاگ گئے۔ تو احمد خان
نے اُنکو لعنت ملامت کرنا شروع کی کہ تم مجکو اسواسطے لائے ہو کہ میں تمکو نامردوں کی طرح بھاگتے
دیکھوں کل تمہاری عورتیں بے آبرو کی جائینگی اور تم برہنہ کیے جاؤگے یہ کہکر اُسنے اپنا چھرا
نکالا اور چاہا کہ اپنے تئیں ہلاک کرے کیونکہ وہ اس مقام سے واپس جانا پسند نہ کرتا تھا مگر
رستم خان وغیرہ مانع ہوے تب اُسنے کہا کہ تم جان دینے اور لڑنے کی غرض سے آئے ہو تو اپنے
گھوڑوں پر سے اُترپڑو اور پیدل آگے بڑھو تاکہ میں جانوں کہ تم قتل کرنا یا قتل ہونا چاہتے ہو
رستم خان راضی ہوا اور سب اپنے گھوڑوں پر سے اُتر پڑے ظاہر ہے کہ جب سوار میدان جنگ
میں گھوڑے سے اُترتا ہے تو گویا جان دینے پر آمادہ ہوتا ہے کیونکہ اُس وقت بھاگنے کا ارادہ

محمد علی خان ولد پائندہ خان اکوزئی کے روانہ کی۔ جوکہ اسمٰعیل بیگ کو راجہ سے دلی بغض تھا ایسلیے اُسنے پہونچنے مین تساہل کیا جب جسونت سنگھ راجہ مین پوری نے سُنا کہ یہ فوج سکیٹ پہونچی تو اُسنے نواب احمد خان سے کہلا بھیجا کہ یہ فوج عنقریب یہان پہونچے گی اگر اسکے پہونچنے سے قبل تمنے نولراے کو سمجھ لیا تو بہتر ورنہ دو طرف سے تم پر حملہ ہوگا۔ صاحب راے نولراے کے کیمپ مین موجود تھا احمد خان کے ہرکارے خفیہ اُس کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اُسنے بھی ایک پرچے پر یہ شعر لکھکر احمد خان کو بھیجدیا۔ ۵

اے مہ خورشید لقا زود بیا زود بیا دیر مکن بہر خدا زود بیا زود بیا

یہ خبر سُنتے ہی نواب احمد خان نے رُستم خان و سردار خان کو طلب کیا اور اُنسے کہا کہ یہ ماجرا ہے اور اب تمھاری صلاح کیا ہے اُنھون نے جواب دیا کہ ہم حاضر ہین نواب نے کہا کہ کل تائید الٰہی پر بھروسہ کرکے حملہ کرینگے کہ جو کچھ ہونا ہو سو ہوجائے۔ گُل میان کہ بڑا عاقل جاسوس تھا فقیری بھیس کرکے دشمن کا بھید لینے کے واسطے روانہ ہوا یہان اُسنے دیکھا کہ سب طرف توپین چڑھی ہوئی ہین اور کوئی جانب غیر محفوظ نہین ہے کہ جس طرف حملہ کیا جائے۔ صرف ایک طرف خندق پر بارہے کے سید متعین کیے گئے تھے اس جانب البتہ توپین نہ تھین یہ پڑاو کی پشت تھی اور اسی طرف کالی ندی کا کنارہ تھا گُل میان نے واپس آکر نواب کو اطلاع دی کہ یہی ایک جانب ہے کہ جہان صرف پانسو بندوقچی متعین ہین اور یہان پہونچنے مین تین کوس کا چکر پڑے گا۔ لیکن مین اقرار کرتا ہون کہ مین وہان تک آپکو ضرور پہونچا دونگا۔ ۹ رمضان ۱۱۶۳ ہجری مطابق یکم اگست ۱۷۵۰ء شب جمعہ کو نواب احمد خان بسم اللہ کرکے غروب آفتاب سے تین گھنٹہ بعد اپنی پالکی مین سوار ہوا اور ہمراہی بارہ ہزار پیدل اور بارہ سو سوار دشمن کی طرف روانہ ہوا۔ رُستم خان اُسکی بائین جانب تھا مینھ بشدت برس رہا تھا گُل میان

آتا ہوں جب تک میں پہنچ نہ جاؤں جنگ ملتوی رکھنا ۔ وزیر نے اپنے خط میں یہ بھی تحریر کیا تھا
کہ اگر ان جانوروں یعنی افغانوں میں سے بعد جنگ زندہ بچ رہینگے تو سب کے سب
گردن میں پتھر باندھ کر ندی میں ڈالدیئے جائینگے یہاں تک کہ اُن کا تخم سرزمین ہند میں
باقی نہ رہے ۔ نولرائے نے بہ تعمیل حکم اپنے پڑاؤ کے گرد خندق کھدوائی اور خندق پر توپیں
لگا دیں اور سب کو زنجیروں سے باہم جکڑ دیا اور نقیبوں کو حکم دیا کہ خیمہ بہ خیمہ وزیر کے حکم کی
منادی کر دیں اور کہدیں کہ اگر کوئی دشمن سے جنگ کا شروع کریگا تو وزیر و راجہ کے عتاب میں
پڑے گا اِس عرصے میں احمد خاں نے حسب تحریر رستم خاں کے مشرق کی سمت کوچ کا حکم دیا
اُسکی ذاتی فوج اُس کے بیٹے محمود خاں کے زیر حکم تھی جسکی عمر اُس وقت صرف پندرہ سال
کی تھی اور باقی سپاہ ذوالفقار خاں و خانساماں خاں و جمال خاں و بہادر خاں و محمد ماہ خاں
و نار خاں دائی پوری و روشن خاں و کمن خاں و عبدالرحیم خاں و ابراہیم خاں کشمیری
و مرزا اور بیگ کے تحت میں تھی اور محمود خاں عصمت جنگ کیطرف مندرجۂ ذیل بھی شامل جنگ
تھے یعنی حاجی سردار خاں ۔ دلیر مست خاں و سرمست خاں و نامدار خاں کلاں و نامدار خاں خرد
و شیر دل خاں و بہادر دل خاں و جواہر خاں و حافظ اللہ خاں و صلابت خاں و نار خاں پٹھان
اور پانچ بیٹے شمشیر خاں کے اور دو بیٹے مقیم خاں کے و عثمان خاں و عبدالسلام خاں و مہتاب خاں
و دلاور خاں جو بنی افغانوں نے نولرائے کی فوج سے دو میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا یہ پڑاؤ
راجے پور کی بجیتہ سڑک پر مدا گنج سے بفاصلۂ تین میل شمال و مغرب میں واقع ہے نولرائے کی
کمک کے واسطے وزیر نے ۲۷ و ۲۸ شعبان سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۲۱ و ۲۲ جولائی ۱۷۵۰ء کو
فوج تعدادی تیس ہزار ماتحتی نصیر الدین حیدر بیگ خاں جو وزیر کا ہمرلف تھا و اسمعیل بیگ کلی
جو وزیر کی فوج کا سپہ سالار اور اُس کا چیلہ مشہور تھا ۔ اور راجہ دینی دت و جدار کوئل اور

اکبر یار خان کے دل مین ایسا خوف جم گیا تھا کہ نہین لوٹا۔ اور اُسی طرح کورا دلی کو چلا گیا۔ جب رُستم خان نے یہ خبر سُنی تو دو ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ گھاس کوری پر دھاوا کر کے تمام بازار لشکر کو جو بیخبری کی حالت مین تھا لوٹ لیا اور وہان سے شمس آباد کو آیا۔

نواب احمد خان نے موتی باغ سے کوچ کیا۔ پانچ روز مین یہان فرخ آباد پہونچے بھادون کا مہینہ تھا بارش بشدت ہو رہی تھی یہان یہ صلاح ہونے لگی کہ اول رشید پور کے بم ٹیلہ پر جسنے کسی قلعہ پر قبضہ کر لیا تھا حملہ کرنا چاہیے مگر احمد خان نے اس تجویز کو نامنظور کیا اور کہا کہ ابھی اس اُلجھاؤ مین نہ پڑو جب تک نولراے کو نہ فتح کر لو پھر کوچ کر کے دوسرا مقام امان آباد پرگنہ بھوجپور مین کیا جو فرخ آباد سے چھ میل کے فاصلے پر جنوب کی طرف کانپور کی سڑک پر واقع ہے۔

جنگ خدا گنج و قتل نول راے

پٹھانون کے سر اُٹھانے سے تھوڑے ہی دنون بعد نولراے کو خبر پہونچی کہ مئو کے افغان جنگ پر آمادہ ہوے ہین اور تمھارے سب تھانے لوٹ لیے ہین نول راے نے گالیان دینا شروع کین اور کہنے لگا کہ ان نان بزدن اور کونجڑون کو مع اُنکی عورتون کے برہنہ کر کے سب کو ہاتھی کے پانون تلے روندوا ڈالون تو سہی یہ کہکر مع اپنے توپخانے و لشکر کے قنوج سے مغرب کی جانب کو کوچ کیا۔ اُسکے ساتھ بیشمار فوج اور چھوٹی بڑی سب ایک ہزار توپین تھین اُسنے حتے المقدور بہ تعجیل تمام کالی ندی کی طرف کوچ کیا اور اُس ندی کو اُتر کر اُس کے بائین کنارے پر خدا گنج مین پڑاؤ ڈالا جو فرخ آباد سے جنوب و مشرق کی طرف بفاصلۂ ۱ میل اور قنوج سے شمال و مغرب کی طرف بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ نولراے نے نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کو تمام حال لکھا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد نواب وزیر کے پاس سے راجہ کو یہ حکم پہونچا کہ مین خود

پہونچی جو یہ گنبہ گوراولی ضلع میں پوری میں کالی ندی کے اُس طرف مقیم تھا۔ صفدرجنگ
اُس کو نول رائے کی نیابت میں بیس ہزار سواروں کے ساتھ مقرر کر گئے تھے۔ تو اُس نے وہاں
سے کوچ کر کے علی گنج میں جو موسے چھ سات کوس کے فاصلے پر ہے ٹپاؤ ڈالا۔ ایک بنگش سردار
فتح ماموں خاں نامی صفدرجنگ کی سرکار میں چارسو سواروں کی افسری پر مقرر تھا اور
اکبر یارخاں کے ساتھ متعین تھا۔ رستم خاں نے ان دونوں میں فساد اور بدظنی پیدا کرنے
کے لیے ایک خط اس مضمون کا فتح ماموں خاں کے نام لکھا کہ آپکے اس ارشاد کے بموجب کہ
تم تیار ہو جاؤ میں خانصاحب اکبر یارخان کو عبور دریا کرا کے لاتا ہوں اس طرف سے میں اور
اُدھر سے تم اُنکو گھیر کر کے لوٹ لیں۔ انتظام درست کر لیا ہے جس وقت آپ لکھین سوار لے کر
پہونچوں۔ اور اکبر یارخاں کو گھیر لوں۔ رُستم خان نے یہ خط اپنے ہرکارے کو دیا اور اُس کو
ہدایت کر دی کہ اکبر یارخان کے کمپ میں پہونچکر اُنکی ڈیوڑھی پر فتح ماموں خاں کا خیمہ
دریافت کرنا۔ چنانچہ ہرکارہ وہ خط لیکر وہاں پہونچا اور اکبر یارخاں کی ڈیوڑھی پر فتح ماموں خاں
کا خیمہ دریافت کیا۔ اکبر یارخاں کے ہرکاروں نے خط اُس سے لیکر اکبر یارخاں کو دکھایا
اُس نے دل میں سمجھا کہ بیشک ایسا ہی ہوگا اور اُسی وقت چرخی کے ہاتھی پر سوار ہو کر راولی
کی طرف چلا گیا۔ فتح ماموں خاں نے اس بات سے تعجب کیا اور آدمی بھیج کر اُس سے دریافت کیا
کہ اس طرح یکایک کہاں جاتے ہو اور ایسی روانگی کے ارادے سے مجھکو اطلاع بھی نہ کی۔ اکبر یارخاں
نے جواب دیا کہ تم بھی سوار ہو کر میرے پاس جلد چلے آؤ سب حال رو برو کہونگا۔ آدمی جب یہ جواب
لایا تو فتح ماموں خاں نے روانہ ہو کر اُس سے ملاقات کی اُسے خط دکھایا اور کہا کہ یہ سمجھ فتح ماموں خاں
نے بڑھکر ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا کہ زرگری ہے میں نمکحرام نہیں ہوں آپ بغیر میرے مشورے کے
کیوں روانہ ہوئے اب آپ لوٹ چلیے میں ہراول ہوتا ہوں آپ مجھسے چار کوس پیچھے رہیے۔

دوسرے پٹھانون کی رائے اور بی بی صاحبہ کی اجازت سے سردار بنایا گیا۔ اس وقت تمام پٹھان اسپر مستعد ہو رہے تھے کہ نول رائے پر حملہ کیا جائے صرف اس قدر دقت تھی کہ ان غریبون کے پاس روپیہ نہ تھا۔ رستم خان نے اس اقرار پر چند ہزار روپیہ دیا کہ جسقدر ریاست واپس ملے اُس مین سے نصف حصّہ مجھے ملے یہ روپیہ بحسب ضرورت اُسکے بھائیون اور تمنداروںمین تقسیم ہوا۔ دس ہزار روپیہ احمد خان کو بھیجا گیا کہ اپنی اشد ضرورت مین صرف کرے بعوض اسکے احمد خان نے رستم خان کو سپہ سالار مقرر کیا اور خلعت ہفت پارچہ مرحمت کیا۔ موضع قائم گنج کے متصل موضع جلولی کے ایک دولتمند گھستا نامی کورمی سے کئی ہزار روپیہ اس اقرار پر پیشگی دیا کہ بعد فتح موضع مذکور کی معافی دی جائیگی اور ایسا بھی کہتے ہین کہ کچھ روپیہ لوٹ سے بھی حاصل ہوا یعنی ایک مہاجن کا مکان جو مئو سے سولہ میل پر تھا لوٹ لائے یہان ستر توڑے روپیون کے اور ایک توڑہ اشرفیون کا ملا جب اس صورت سے کچھ روپیہ فراہم ہوگیا تو احمد خان نے جلولی کے پاس موتی باغ مین جھنڈا گاڑا قریب چھ ہزار کے فوج مجتمع ہوگئی اور افواہ یہ مشہور ہوئی کہ پچاس ہزار فوج جمع ہوئی ہے۔ بی بی صاحبہ نے احمد خان کو خلعت بہ تقرر نواب عنایت کیا اور پٹھانون نے نذرین گذرانین گھسا کورمی شمس آباد کے تھانے پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ شمس آباد مئو سے پانچ چھ میل سمت مشرق واقع ہے۔ اُس روز لوگون نے جو خاص اس واسطے مقرر ہوے تھے نول رائے کے سب تھانون پر حملہ کرکے اُسکے ملازمون کو بھگا دیا آمادگی سے نو روز کے بعد احمد خان نے نیا پنار دیپہ خیمہ مین لاکر رکھا اور منادی کرادی کہ جس کسی کو نہایت احتیاج ہو تیسرے فاقے اس مین سے پانچ پیسہ فی پیادہ اور تین آنہ فی سوار لے اس سے زیادہ کوئی نہ لے اور جسکے پاس کچھ موجود ہو وہ کچھ نہ لے اب قریب بارہ سو سوار اور بارہ ہزار پیادون کے مجتمع ہوگئے۔ جب یہ خبر اکبر یار خان کو

امکان کو گھوڑوں پر سوار اور ایک ایک غلام ہمراہ لیے ہوئے عین دوپہر کے وقت پہنچے
تو دیکھ کر احمد خان نے متحیر ہو کر پوچھا کہ اس وقت کس ضرورت سے آئے ہو انھوں نے
ل رائے کے جاسوسوں کے خوف سے کہ شب و روز شہر میں گشت کیا کرتے تھے جواب دیا
ہم شادی کے واسطے سامان خریدنے کو آئے ہیں نواب نے انکے واسطے کھانا تیار کرنے کا
حکم دیا بعد اسکے افغانوں نے کہا کہ ہم آپ سے خلوت میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ دونوں خادم اور
مصاحبوں کو باہر کر دیا اور باہم بات چیت شروع ہوئی یہ سب ملنے مکان میں تھے اور زنجیر
در سے بند تھی پانچ چھ گھنٹے تک گفتگو رہی۔ آخر الامر یہ معلوم ہوا کہ نواب نے اُن سے کہا
کہ مجھے تیرا اعتبار نہیں ہے جیسے تم نے قائم خاں کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ دیا تھا ایسے ہی
میرا ساتھ بھی چھوڑ دو گے انھوں نے عہد کیا کہ ہرگز ہم سے ایسا نہ ہوگا اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ
ہم کسی حال میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑینگے یا جان دینگے یا فتح حاصل کرینگے نواب نے اُن سے
قسم چاہی انھوں نے قرآن مجید کی قسم کھا کر کہا کہ ہم اپنے عہد پر ثابت قدم رہینگے
قریب عصر پٹھان رخصت ہوئے اور کہا کہ ہم کو کل مئو پہونچنا ضرور ہے دن بہت کم ہے اور
سودا اسباب خریدنا ہے وہاں سے تر پولیا بازار کو ہو کے جو جو شے جس جس کو مطلوب تھی خریدی
نول رائے کے جاسوسوں اور سپاہیوں نے انھیں روکا اور پوچھا تم کہاں آئے ہو انھوں نے
جواب دیا ہم بازار سے کپڑا خریدنے آئے ہیں یہ سب رستم خاں اور دوسرے پٹھان تھے۔
یہ رات کو احمد خان کے مکان پر رہے اور اپنے حسب منشا اُس سے عہد و پیمان کر کے مئو کو واپس
آئے تھوڑے دن بعد گل میاں نام ایک قاصد مئو سے بی بی صاحبہ کے پاس سے احمد خاں کے پاس آیا اور یہ پیام لایا
کہ بی بی صاحبہ نے آپکو بلایا ہے احمد خاں مئو کو چلا وہاں پہونچکر بی بی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا
اور نذر گذرانی شاید اس سے پہلے بی بی صاحبہ سے پیشتر سے گفتگو ہو چکی تھی باوجودیکہ احمد خاں معلوم تھا مگر رستم خاں اور

ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے پاس چلا گیا اور شاہ حمزہ صاحب کے بھائی بندون کے توسط
سے نواب موصوف سے ملکر سالیانہ وغیرہ حاصل کیا۔ نواب صفدر جنگ نے اُسکو فرخ آباد
کی ریاست کا اُمیدوار بھی کیا آخر کار قائم خان نے احمد خان کے لیے ایک اچھی جاگیر اپنی ریاست
مین مقرر کرکے اُسکی سند دکی مین اُس کے پاس بھیجی اور بلایا۔ اس وقت احمد خان کے پانون
رہ گئے تھے اسلیے وطن کو لوٹ جانا مناسب سمجھا۔ سفر کے دوران مین یاقوت گنج پہونچا یہان
سے ایک نیاز نامہ اپنی حالت زبون کے بیان مین شاہ حمزہ صاحب کے والد کی خدمت مین
مارہرے کو بھیجا اور شاہ حمزہ صاحب کے واسطے شاہنامہ باتصویر اور دوسری تصویرین بطور تحفے
کے ارسال کین۔ اندنون شاہ اسرار اللہ یاقوت گنج مین رہتے تھے جو احمد خان کے ندیم قدیم تھے
احمد خان ان سے ملکر رویا کہ تم عبث میرے احوال کی اصلاح کے لیے دردسری کر رہے ہو مین کام
سے جاتا رہا اب زندگی وبال ہے چند روز اس تکلیف سے دُنیا مین بسر ہونگے۔ صبح کے وقت احمد خان
شاہ موصوف کو ساتھ لیکر یاقوت گنج سے روانہ ہوا اور قصبۂ رواین مین مقام کیا شاہ اسرار اللہ
عصر کے وقت وضو کے واسطے چھت پر چڑھتے تھے کہ تلے آپڑے سینے مین سخت ضرب آئی اور
مر گئے احمد خان بہت رویا اور انکی لاش کو پالکی مین رکھوا کر یاقوت گنج کو بھیجدیا اور شاہ حمزہ صاحب
کے والد کی خدمت مین ایک عریضہ لکھا مضمون اُس کا یہ تھا کہ جس درویش کو میرے واسطے
دعا کے لیے مقرر کیا تھا وہ بھی عالم آخرت کو سدھارا۔ میرے تمام بھائی مسلط اور تندرست ہین
اور مین لنگڑا اور مُفلس ہون۔ شاہ صاحب نے جواب مین تشفی آمیز کلمات تحریر کیے اور
مسند نشینی فرخ آباد کی مبارکباد دی اور خط مین مثنوی روم کا یہ شعر لکھ بھیجا ؎

بعد نومیدی بسے امیدہاست ۔ در پس ظلمت بسے خورشیدہاست

آروِن صاحب تاریخ فرخ آباد مین کہتے ہین کہ جولائی ۱۷۴۸ء مین پندرہ جوان مئو سے

لیکن آدمیوں کے ہجوم کی وجہ سے کبھی تنہائی میسر نہ آئی کہ عرض کرسکتا آپ اُن سے
عرض کرکے اجازت لیدیں شاہ حمزہ صاحب نے اپنے والد کی خدمت میں احمد خاں کا پیام
بیان کیا اُنھوں نے فرمایا کہ صبح کو آئیے اور کچھ تبرک بھی یہاں کھائیے چنانچہ دوسرے دن احمد خاں
بڑے سویرے پہونچا شاہ حمزہ صاحب کے والد اُسکو دیوان خانے میں لیگئے اور کئی قسم کے
کھانے دیے اور اُسکے حال پر بہت مہربانی فرمائی احمد خاں نے کھانے سے فارغ ہوکر عرض کیا
کہ آپ ایسی تدبیر کریں کہ میرا بھائی قائم خاں باقی نرہے تاکہ باپ کا قائم مقام میں ہوجاؤں
شاہ صاحب ہنسے اور کہا کہ تم لوگ پٹھانوں کے ورثے سے بوجھن کا کام گایوں کا ذبح کرنا آدمیوں
کو مارنا اور قتل کرنا ہے فقیروں کو بھی تم مردم کشی کی تعلیم کرتے ہو تمھارے بھائی بیس کے قریب
ہیں اور خدا کے فضل سے وہ سب صاحب لیاقت و شجاع و سخی ہیں اگر قائم خاں مر بھی گیا
تاہم مسند فرمانروائی تم کو کیسے پہونچ سکتی ہے احمد خاں بہت عجز وزاری کرنے لگا اور
کہنے لگا کہ میں سوائے آپکی ذات بابرکات کے دونوں جہان میں کوئی وسیلہ نہیں رکھتا
میری ارادت سچی ہے اس خاندان کا غلام ہوں شاہ حمزہ صاحب بھی احمد خاں کی حمایت
میں کھڑے ہوگئے اور سفارش کرنے لگے اُس وقت اُنکے والد بزرگوار نے ارشاد کیا کہ تمھارا
ندیم شیخ عاقل نے ترک دُنیا کی ہے ہمارا مرید ہوگیا ہے اُسکو تربیت کرینگے تکمیل مراتب کے بعد
اُسکے سپرد تمھارا کام کیا جائےگا وہ تمھارے مقاصد کی اصلاح کریگا خاطر جمع رکھو شاہ صاحب
نے اس شیخ عاقل کو اسرار اللہ کا لقب عطا کیا تھا احمد خاں اس جواب سے خوش ہوا اور
سر شاہ صاحب کے قدموں پر رکھدیا بعد اسکے باہر آیا شاہ صاحب سے کہنے لگا کہ اب مجھکو یقین آیا
کہ میری آرزو بر آئےگی اس وقت احمد خاں کی عمر سولہ یا سترہ برس کی تھی نواب محمد خاں
نے انتقال کیا تو قائم خاں نے مسند نشین ہوکر احمد خاں کو قید کرنا چاہا وہ بھاگ کر دلی میں نول

وہ عورت سر اور چھاتی پیٹتی ہوئی افغان رئیسون کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کاش خدا احمد خان کو فقط بیٹیاں دیتا لعنت خدا کی تمپر کہ پگڑی باندھتے ہو اور تمھارے کیے کچھ نہین ہوتا کہ کوتوالی کے ایک ادنی ہندو نے آفریدی کی جورو کو جوتی سے مارا جب پٹھانون نے یہ ماجرا سُنا ان کو تاب نرہی اور رُستم خان ایک متمول آفریدی اور دوسرے افغان جو متن کے سردار تھے سب ملکر بی بی صاحبہ کی ڈیوڑھی پر گئے اور عرض کیا کہ اب ہم سے نولراے کے جور سہے نہین جاتے بی بی صاحبہ نے پوچھا کہ آخر صلاح کیا ہے تب اُنھون نے جواب دیا کہ اگر آپ اپنے ایک بیٹے کو ہم پر سردار کرین تو ہم نولراے سے جنگ کرین اُس نے جواب دیا کہ یہ خیال اپنے دل سے دور کر دہین تمکو کیسے لڑاؤن میرے پانچ بیٹے تو الہ آباد کے قلعہ مین ہین اور دو خاص چیلے دہلی مین مقید ہین۔ جب رُستم خان نے دیکھا کہ بی بی صاحبہ کچھ خیال ہی نہین کرتین تو اُسنے دوسری تدبیر سوچی

نواب احمد خان غالب جنگ برادر قائم خان بنگش کی مسندنشینی اور نول راے سے جنگ کی تیاری

احمد خان نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کا دوسرا بیٹا تھا۔ جب وزیر بعد ضبطی ریاست فرخ آباد کے دلی کو واپس آئے تو اُس زمانے سے احمد خان نے اپنے گھر کے گوشہ عافیت مین سکونت اختیار کی یہ مکان فرخ آباد مین واقع ہے اس وقت اُسے صرف اس قدر مقدرت تھی کہ اُس کی خدمت مین فقط دو نوکر اور ایک چھوکرا رمضانی نام تھے۔

کشف الاستار مین شاہ حمزہ صاحب کہتے ہین کہ ایک دن احمد خان خلف نواب محمد خان بنگش اُن سے کہنے لگا کہ مین ایک آرزو جناب اقدس (شاہ حمزہ صاحب کے والد) سے رکھتا ہون

حملہ کیا اور ملو بھو بچکر ایک بیل گر کر مر گیا جب قنوج میں صبح ہوئی تو صاحب رائے نے سب کو
خاموش رکھنے کی غرض سے خود نول رائے سے بیتیر سے پوچھا کہ تمنے کل رات کوئی حکم بی بی صاحبہ
کی رہائی کا دیا ہے جب نول رائے نے انکار کیا تو اُسے حکم تحریری نکالکر دکھلایا۔ اُس وقت
نول رائے نے صاحب رائے کو بہت ملامت کی کہ تمنے اپنے دوست قدیم کو فریب دیا اُس
نے جواب دیا کہ حق نمک حق دوستی سے بڑھکر ہے تب نول رائے نے خفا ہوکر کہا کہ ہمارے
سامنے سے چلے جاؤ یہ کہکر اُسے حکم دیا کہ پانسو سوار پٹھانی کو گرفتار کر لانے کے لیے فوراً
روانہ ہون یہ سوار نبی گنج و کالی ندی تک گئے مگر اُسکو کہیں نہ پایا۔ اب نول رائے نے کل احوال
وزیر کو لکھ بھیجا مگر اسطرح بنا کر لکھا کہ کسی طرح سے اپنے اوپر حرف نہ آئے۔

نول رائے کی حکومت کی سختی سے پٹھانون مین بغاوت کے خیالات پیدا ہونا

نول رائے کے اہلکارون و ملازمون کا ظلم حد سے گذر گیا یہان تک کہ عاجز آکر افغانوں نے
مقابلے کی فکر شروع کی آخر ایک ایسی واردات ظلم کی پیش آئی جس سے افغانوں کو مجبوراً
آمادہ جنگ ہونا پڑا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ ایک روز کوئی عورت بازار میں سوت بیچنے کے واسطے
گئی ایک ہندو ملازم نول رائے نے اُسکا سوت خرید کیا اور قیمت دیکر چلا گیا عورت وہ روپیہ
اپنے خرچ میں لائی۔ بعد ایک مہینے کے وہ ہندو سوت واپس لایا اور عورت سے کہنے لگا کہ اپنا سوت لے
اور میرے دام مجھے واپس دے عورت نے جواب دیا کہ اُسکو میں واپس نہیں دے سکتی ہوں اور نہ رواج
میں ایسا دستور ہے کہ ایک مہینے کے بعد سودا واپس دیا جائے اسپر ہندو نے اُسے گالی دی
اُسنے بھی جواب ترکی بترکی دیا تب ہندو نے پاؤن سے جوتا اتار کر اُس غریب عورت کو مارا

مگر آروِن صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین اس حکایت کو دوسرے طور پر بیان کیا ہے اُسنے لکھا ہے کہ ایک رات نول رائے بدمست ہوا اور گو کہ دھرم شاستر کا اُسکو ذرا بھی علم نہ تھا مگر اُس وقت حالت نشہ مین کچھ مذکور دھرم کا اور کچھ بڑائی اپنی بہادری کی کرنا شروع کی صاحب رائے بھی اُس وقت متوالا بنا اور اِس طرح سے گفتگو کرنے لگا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن جب تک قول اور فعل یکسان نہون تو سب دھرم ہیچ ہے کیونکہ مین دیکھتا ہون تمھارے سب کام شاستر کے خلاف ہین نول رائے نے جواب دیا کہ مین نے آج تک کوئی کام ایسا نہین کیا جو شاستر کے خلاف ہو صاحب رائے نے کہا کہ اچھا بتلاؤ کہ شاستر مین کہان لکھا ہے اور کس مُنی یا رشی کا قول ہے کہ بیگناہ بیوہ عورت پر ظُلم روا ہے اگر کوئی اشلوک شاستر کا تم کو معلوم ہے تو سُناؤ۔ نول رائے نے جواب دیا کہ مین نے کسی عورت کو ایذا نہین دی ہے صاحب رائے نے موقع دیکھ کر کہا کہ مین نے ایک پٹھانی کو قید مین دیکھا ہے اور لوگ کہتے ہین کہ اُس کا کچھ بھی قصور نہین ہے پھر یہ ظُلم نہین تو کیا ہے اب جو تم دھرم کی باتین کرتے ہو سب فضول ہین۔ اور فرض کیا جائے کہ اُسنے قصور بھی کیا ہے لیکن اب تو تمام مُلک تمھارے قبضے مین ہے اور تمنے امن بھی قائم کر لیا ہے پھر ایک بیگناہ بیوہ عورت کو قید مین رکھنا کیا ضرور ہے صاحب رائے کی یہ تقریر نول رائے کو معقول معلوم ہوئی اُس وقت آدھی رات تھی اُس نے صاحب رائے سے کہا اچھا تم جاکر اُسکو چھوڑ دو صاحب رائے نے کہا کہ بغیر تمھارے تحریری حکم کے سپاہی ہرگز نہ چھوڑینگے۔ فوراً نول رائے نے مدہوشی مین ایک تحریری حکم رہائی پر اپنی مہر ثبت کرکے صاحب رائے کے حوالے کیا صاحب رائے فی الفور پھاٹک پر پہونچا سپاہیون کو حکم دکھلایا اور انکو کچھ انعام بھی دیا اور بی بی صاحبہ کو وہان سے نکالکر تاکید کی کہ فوراً اپنے رتھ پر سوار ہوکر جلدی یہان سے روانہ ہو انھون نے اس قدر جلدی کی کہ اکسٹھ میل کا فاصلہ نو گھنٹون مین

نقصان ہوا۔

بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کی رہائی

پٹھانوں نے بی بی صاحبہ کی رہائی کے لیے یہ تجویز کی کہ منشی صاحب رائے قدیم ملازم بنگش کو جو دتی سے نول رائے سے شناسائی رکھتا تھا نول رائے کے پاس روانہ کیا نول رائے اور صاحب رائے دونوں ایک قوم کے تھے اُسے نول رائے کے پاس بھیجا کر تھوڑے دنوں میں اس قدر یارانہ بہم ہو گیا کہ صحبت کے دوستی میں کمی آنے جانے لگا۔ اور یہ صحبت ہر شب کو بعد انصرام امور متعلق کے رنگ محل میں ہوا کرتی تھی ایک دن صاحب رائے نے رخصت کے بابے میں عرضی لکھکر ایک دراسی جگہ چھوڑکر اپنے ہاتھ میں لیکر رات کو صحبت میں دوستی میں راجہ کو پیش کی اور عرض کیا کہ شادی درپیش ہے داروغہ کے نام رخصت کی اجازت چاہتا ہوں اُسنے حکم دیا کہ رخصت کردیں اس طرح حکم لکھا کر رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور عرضی میں جو جگہ دراسی سفید چھوڑی تھی وہاں بی بی صاحبہ والدہ قائم خاں کا نام لکھکر داروغہ کے پاس جاکر دو ہزار روپے بی بی صاحبہ کی طرف سے بطور انعام کے دیے اور پہر رات باقی رہے رتھ پر سوار کرکے روانہ کیا۔ اور کہنے لگا کہ اپنی جان سے ہاتھ دھو کر یہ کام کیا ہے جب صبح کو راجہ نول رائے دربار میں بیٹھا داروغہ نے محاعرض کرکے وہ عرضی دکھائی راجہ حکم اور دستخط دیکھ کر دریائے حیرت میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا کہ اگر یہ کہتا ہوں کہ مغالطہ دیکر دستخط کرالیے ہیں تو بدنامی ہے اور جس شخص نے یہ کام کیا ہے اُسنے اپنی جان سے ہاتھ دھو کر اپنے آقا کے ساتھ نمک حلالی کی ہے راجہ نے صاحب رائے کو بلاکر کہا کہ تیری نمک حلالی پر آفرین ہے کہ جان کا خوف نہ کیا ایسے آدمی جہان میں کم ہوتے ہیں[1]۔

---

[1] دیکھو گیان پرکاش ۱۲

اس مکان کو نولراے نے رنگ محل کے نام سے موسوم کیا تھا۔ خاص نولراے کے حکم مین
چالیس ہزار سوار تھے اسکے سوا بہت سی فوج بقاءالدخان وامیرخان وعطاءالدخان
حاکم سابق عظیم آباد ومرزا علی قلی خان ومرزا محمد علی خان کوچک ومرزا نجف بیگ ومرزا مشہدی
وآغا محمد باقر ومرزا قدرت علی خان دائی پوری ومیر محمد صالح میران پوری کے زیر حکم تھی وزیر
نے تمام ریاست فرخ آباد کو خالصہ کرلیا مگر شہر فرخ آباد مع بارہ موضع کے جو عہد فرخ سیر سے
افاغنہ کے آل تمغا تھے قائم خان کی والدہ کے نام بحال رکھے[1]۔ قنوج کے عامل دسنرادل روانہ کیے
گئے کہ وہ کوچہ بکوچہ ہر ایک گانوُن مین افغانون کی شکست و مذلت کی منادی کرین ان ملازمین
نے اس حکم پر اور بھی حاشیہ چڑھایا کہ شہر شمس آباد وعطائی پور وقائم گنج کے علاقے مین
جو بستیان ہین وہان سے جرمانہ بھی وصول کیا۔ فقط مئو اس ظلم سے مصئون رہا اور یہ بھی صرف
اس باعث سے حفاظت مین تھا کہ یہان بیشمار پٹھان بنگش خاندان کے از اقوام آفریدی
وطوغہ وختک وغلزیی ودرکزئی دگوجر وخلیل ومہمند بستے تھے یہ سب شب و روز مقابلے
کے واسطے آمادہ رہتے تھے مگر اس خوف سے اپنی جانب سے جنگ کی ابتدا نہین کرتے تھے کہ
مبادا دشمن بی بی صاحبہ کو ضرر پہونچائین جو نولراے کے اختیار مین تھین

گیان پرکاش کا مؤلف اس مقام پر نولراے کے دبدبے اور ریاست کے متعلق ایک بات
بیان کرتا ہے کہ راجہ اکبر بار خان کو فرخ آباد مین چھوڑ کر خود قنوج کو گیا معلوم ہوا کہ چورون اور
ڈاکوؤن کے خوف سے شہر کے دروازے شام سے بند ہو جاتے ہین راجہ نے منادی کرادی
کہ جو کوئی دروازہ بند کرے گا وہ مجرم متصور ہوگا اور کوتوال کو یہ حکم دیا کہ اگر اب شہر مین
چوری ہوئی تو سخت سزا دون گا۔ جب تک راجہ کا عمل دخل رہا کسی شخص کا ایک پائی کا

[1] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

محمود آباد و سرائے اگمت کی راہ سے دتی کی طرف روانہ ہوئی وزیر کی روانگی کے بعد نولراے نے قائم خان کے پانچوں بھائیوں حسین خان۔ اسمٰعیل خاں۔ امام خان۔ فخرالدین خان اور کریم داد خان کو طلب کیا اور اُنکے روبرو اراہ کرکے خاندان کی سخاوت و شجاعت وصولت و دبدبہ کی بڑی تعریف کی اور بعد اسکے خود کسی حیلے سے اُٹھا اور ایک معتمد سے یہ کہتا ہوا چلا کہ صاحبزادون کے واسطے خلعت لاؤ یہ کہکر وہ تو چلا گیا اور فی الفور میر محمد صالح چند مُسلح جوان اور ایک لوہار لیکر مع زنجیروں کے آموجود ہوا۔ نواب حسین خاں کہ وہ بھی امامیہ مذہب تھا میر محمد صالح سے کہنے لگا کہ میر صاحب کیا کوئی اور موجود نہ تھا کہ اس کام سے یہ کام آپکے سپرد کیا جائے تعجب ہے کہ آپ سید ہو کر ایسے نالائق کام کو اختیار کریں کاش ہمارے ہتھیار ہمارے پاس اس وقت موجود ہوتے تو تلوار کا لُطف دکھلاتے یہ کہکر پاؤں بڑھا دیا اور کہا کہ بھائی نے بوجہ باہمی محبت کے کہا کہ پہلے بیڑیاں میرے پاؤں میں ڈالو۔ بعد ازاں ان کو ریر حراست کے الہ آباد کے قلعہ میں بھیجدیا۔ جب انکی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو افغانون کو بڑا انتشار پیدا ہوا۔

وزیر کا نول راے کو قائم خان بنگش کے ملک پر اپنی طرف سے حاکم کرنا نولراے کا پٹھانون کو بڑی ذلت پہونچانا

نواب وزیر کے حکم سے نولراے نے قنوج میں قیام اختیار کیا یہ شہر فرخ آباد سے سمت جنوب دمشرق چالیس میل کے فاصلے پر دریاے گنگا اور کالی ندی کے اتصال پر واقع ہے۔ یہ شہر اس وجہ سے پسند کیا گیا کہ صوبۂ اودھ و الہ آباد اور ریاست فرخ آباد کے وسط میں واقع ہے نولراے نے موتی محل میں سکونت اختیار کی اس عمارت کو میران کی سراے کے بانی نے تعمیر کروایا تھا

اس ارادے کو کسی موقع مناسب پر موقوف رکھنا چاہیے یہ بڑے شکر کا مقام ہے کہ قائم خان کی مان اور اُس عورت کے بیٹے اور چیلے ہمارے ہاتھ آگئے ہین جب وزیر مئو کے قریب پہونچے تو جو اندیشہ کہ اُنھون نے اپنے دل مین تصور کیا تھا اُسکو بالکل صحیح پایا۔ تمام افغان کیا پیدل کیا سوار سب تیر۔تبر۔بان اور بندوق سے مسلح پا پیادہ صفین باندھے کھڑے تھے وزیر اُنسے جنگ کی کوشش نہ کرکے مشرق کی طرف دریاے گنگا کے کنارے بڑھتے چلے گئے یہان تک کہ یاقوت گنج مین داخل ہوے یہ مقام فرخ آباد سے چھ میل کے فاصلے پر جنوب و مشرق کی طرف واقع ہے۔ یہان وزیر نے پڑاو ڈالدیا۔ نول راے شمس آباد سے گذر کر فرخ آباد پہونچا اور قلعہ مین داخل ہوا اور وہان بوجوہ چند مقام کیا۔ جب اُسنے قلعہ اور مکانات کو دیکھا تو کہا کہ انھین مکانات کے بھروسے پر باون ہزاری بنے تھے قلعہ تو چھوٹے سے زمیندار کی گڑھی کی برابر بھی نہین ہے اور اسی طرح کے الفاظ تہتک آمیز زبان پر لایا۔ دوسرے روز کوچ کرکے یاقوت گنج مین وزیر سے جاملا۔ جیسے کہ چڑیمار چڑیون کو دام مین لانے کی غرض سے دانہ ڈالتا ہے اُسی طرح وزیر بی بی صاحبہ اور چیلون کو طرح طرح کی نعمتین کھلاتے تھے اور رسد وغیرہ بافراط مُہیا کردی تھی اور تصفیہ معاملہ مین آج کل کرتے تھے اور بی بی صاحبہ وغیرہ کا ہر روز اُسی اُمید مین گذرتا تھا کہ آج ہم بعطاے خلعت وخطاب رخصت کیے جائینگے ان بیچارون کے کئی روز اس اُمید موہوم مین کٹے۔ ایک رات وزیر نے نول راے سے صلاح پوچھی کہ اب کیا کرنا چاہیے اُسنے راے دی کہ چیلون کو پابزنجیر کرکے اپنے ساتھ لیکر آپ دہلی کی طرف روانہ ہون اور بعد آپکی روانگی کے ہین بی بی صاحبہ اور اُنکے پانچون بیٹون کو گرفتار کرکے الہ آباد کے قلعہ مین بھیجدونگا وزیر نے اس عرض کو منظور کیا۔ اور دوسرے روز پانچون چیلون یعنی شمشیر خان وجعفر خان ومقیم خان واسلام خان وسردار خان کو گرفتار کرکے ہاتھی پر سوار کیا اور فوج منزل بمنزل

یہ بھی ظاہر کردیا کہ بی بی صاحبہ کے ساتھ ایک انبوہ پٹھانوں کا آیا ہے اُس وقت چیلوں
سے کہلا بھیجا کہ آج رات تم یہیں رہو تمھارا معاملہ کل پر ملتوی کیا گیا ہے اول بولراے
نے اس احتمال سے بنظر احتیاط کہ شاید پٹھان مقابلہ میں آئیں بی بی صاحبہ کے خیمے کے گرد
چند توپیں زنجیروں سے جکڑی ہوئیں تمام رات قائم رکھیں رات کی تاریکی بیاں سے باہر
ہے اب بی بی صاحبہ سے یہ دریافت کر بھیجا کہ آپ بغرض تصفیۂ شرائط آئی ہیں یا بقصد جنگ
اگر بہ ارادہ صلح آئی ہیں تو ان مسلح اعوانوں کو جو آپکے ہمراہ آئے ہیں اپنے اپنے مکانوں کو
واپس بھیجد یجیے۔ بی بی صاحبہ نے ہر ایک قسم کے سردار کو بلاکر حکم دیا کہ سب مئو کو واپس
جاؤ پٹھانوں نے عرض کیا کہ ہم ملازم موروثی ہیں ہم سے نہیں ہو سکتا کہ آپکو اس صورت سے
دشمن کے قابو میں چھوڑ جائیں کیونکہ تنہا چھوڑنے سے ایمن خوف ہے کہ کچھ آسیب آپکو نہ پہونچے
بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ کوئی عاقل رقم کثیر دینے پر رضامند ہونے کے بعد پھر اُٹھاؤں پٹنا
پسند کرے گا جب پٹھانوں نے دیکھا کہ بی بی صاحبہ کے عزم میں ہماری عرض کارگر نہو گی لاچار
مئو کو واپس گئے اور باغات میں بغرض حفظ اپنی جائداد و خاندان کے قیام کیا اور یہاں
شب و روز مسلح کھڑے رہتے تھے شمشیر خان اور دوسرے چار چیلوں کو زیر حراست رکھنے
کا حکم دیکر وزیر نے مشرق کی طرف کوچ کیا۔ جب یہ خبر فرخ آباد کے پٹھانوں کو پہونچی کہ یا پچ چیلے
گرفتار ہوگئے ہیں اور وزیر مشرق کی طرف بڑھتے آتے ہیں سب شہر کو چھوڑکر مع متعلقین مئو کو
اُٹھ گئے اور ایک متنفس بھی شہر میں باقی نرہا جب وزیر مع لشکر مئو کے قریب پہونچے تو نول راے
نے اجازت چاہی کہ حکم ہو تو میں مئو کو جلاکر خاک سیاہ کردوں کہ نام ونشان اس قوم کا
باقی نرہے ہرچند کہ وزیر کی دلی آرزو یہی تھی مگر از راہ دوراندیشی یہ جواب دیا کہ ہنوز پٹھانوں
میں بہت زور باقی ہے اور بہت کثرت سے ہیں شاید اُن کو غلبہ حاصل ہوجائے اسلئے ابھی حملہ کرنا مناسب

لانے کے لیے ساتھ کر دیا نولراے نے شمشیر خان و جعفر خان کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ بی بی صاحبہ نے خود اپنی زبان سے ساٹھ لاکھ روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے چنانچہ یہ رقم خزانہ شاہی مین داخل کرینگی۔ تم جواب دِہ ہو اس کے عوض لقب اور معافی محصول کا وعدہ کیا گیا ہے۔ شمشیر خان اور جعفر خان بی بی صاحبہ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ ہمنے تو تیس لاکھ روپے پر تصفیہ کر لیا تھا آپنے ساٹھ لاکھ کا اقرار کیون لکھدیا بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ اس مین اصلا میرا قصور نہین ہے جو کچھ کیا بی بی جیائن نے کیا خود کردہ را علاج نیست ناچار بی بی صاحبہ ہمراہی ناظر یعقوب خان و جنگل کشور فرخ آباد کی طرف روانہ ہوئین۔ وہان پہونچ کر جو کچھ از قسم نقد و جواہر ہاتھی مویشی اسباب خانہ داری با ورچیخانے کے برتن وغیرہ ہاتھ لگا سب وزیر کے مختارون کے حوالے کیا وہان خواجہ سراؤن نے ہر چیز کو جانچا اور ہر شے کی نصف قیمت لگائی۔ اور جو قیمت اسطور سے مشخص ہوئی اُسمین سے پچاس ہزار منہا کر لیا۔ یہ سب اسباب ۱۳ لاکھ کا ٹھہرا تب مختارون نے باقی ۴۷ لاکھ کا شمشیر خان و جعفر خان سے مطالبہ کیا مگر اُنھون نے یہی جواب دیا کہ تین سال مین ادا کرینگے ناظر نے کہا کہ بی بی صاحبہ وزیر کے لشکرگاہ کو چلین جو کچھ سفارش وغیرہ ہونا ہو گی وہین ہو جائے گی دوسرے روز بی بی صاحبہ مع بیٹون اور چیلون کے وزیر کے لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئین۔ جب مئو مین پہونچین پٹھان استقبال کو آئے اور وہان سے اُنکی جلو مین ہمراہ ہوے جب وزیر کے لشکر کے قریب پہونچین وہان اپنا پڑاو قائم کیا۔ دوسرے روز نول راے نے شمشیر خان اور دوسرے چیلون کو بلا بھیجا اور باقی رقم کا مطالبہ کیا اور تمام دن چکنی چپڑی باتون مین گذرا اور شام تک وہ اس اُمید مین بیٹھے رہے کہ تصفیہ حسب دلخواہ ہو جائے گا۔ اب نولراے بذریعہ ہرکارے کے اول اطلاع بھیجکر وزیر کے پاس گیا اور کل حال بیان کیا۔ قریب دس بارہ ہزار ہرکارون کے ساتھ رہتے تھے یہ جاسوسی یا قاصدی کے کام پر متعین تھے چیلون کے مذکورین وزیر سے نول راے نے

اور اور لوگون کو بلایا اور اُن سے کہا کہ ملک و معاملی کی گفتگو شروع ہونے سے قبل ایک کرور زر نقد
داخل خزانہ شاہی ہونا چاہیے۔ تھوڑی دیر بحث کے بعد شمشیر خان و جعفر خاں نے علیحدہ ہوکر
باہم کچھ مشورہ کیا اور آکر نول رائے سے کہا کہ ہم تیس لاکھ روپے دینے کا اقرار کرتے ہیں
انہیں سے نو لاکھ سردست کچھ نقد اور کچھ اسباب کی قسم سے حاضر کرتے ہیں اور باقی اکیس لاکھ
تین سال کی مدت مین ادا کر دینگے مگر شرط یہ ہے کہ فرمان شاہی بعطائے حقوق نواب سابق
و خلعت سرداری حاصل ہونا چاہیے۔ نول رائے وہاں سے یہ کہتا ہوا اُٹھا کہ جو کچھ تم کہتے ہو
ویسا ہی ہوبہو وزیر سے اطلاع کیے دیتا ہوں اور جو کچھ حکم ہوگا آج شام کو اُس سے مطلع
کر دونگا یہ کہکر وزیر کے پاس گیا اور کل ماجرا بیان کیا۔ اُنھوں نے باہم صلاح و مشورہ کرکے
ناظر یعقوب خاں کو بی بی صاحبہ کے پاس بھیجا جس وقت بی بی صاحبہ کی نظر یعقوب خان پر
پڑی اُن کو اپنا چیلہ یعقوب خاں و خاں بہادر یاد آیا اور اُن کو یاد کرکے خوب روئیں ناظر نے
یعقوب خاں و خاں بہادر مرحوم کی یاد پر بی بی صاحبہ کو بہت تسلی دی۔ بعد ازاں جس پیغام
کے واسطے آیا تھا اُسکا مذکور شروع کیا کہا وزیر نے فرمایا ہے کہ میں آپکو اپنی ماں کی برابر جانتا ہون
معصوم جنگ اور قائم خاں بڑے رتبے کے امیر تھے۔ اور ضرور ہے کہ اُنکے جانشینوں کو بھی وہی مرتبہ
حاصل رہے بالفعل خزانہ شاہی میں ایک کرور روپیہ داخل کرنا چاہیے۔ بی بی صاحبہ نے
بے سمجھے بوجھے اور بغیر بی بی صاحبہ سے مشورہ کیے کہدیا کہ بی بی صاحبہ اس عالم مجبوری میں
کیا کریں نصف کرور یعنی پچاس لاکھ روپیہ دینگی۔ ناظر نے تب ایک سادہ کاغذ مسجل بہ مُہر
بی بی صاحبہ سے طلب کیا اور بی بی صاحبہ نے اس امر کی اطلاع بھی شمشیر خاں اور جعفر خاں کو کر کے
اور کاغذ مُہر کرکے ناظر کے حوالے کر دیا ناظر کاغذ وزیر کے پاس لے گیا اور وزیر نے ساٹھ لاکھ روپے
کا اقرار نامہ لکھ دیا اور بی بی صاحبہ سے کہا کہ فرخ آباد جاؤ اور ناظر یعقوب و منکل کشور کو روپیہ

صداقت شعاری کے سبب سے اُسکے سخنان فریب آمیز کو بھی سچ جانا اور چونکہ اس وقت اُنکو یہ بھی معلوم ہوا کہ بی بی صاحبہ وزیر کے لشکرگاہ مین جانے کا قصد رکھتی ہین لہذا اور بھی اُسکے اقرارون پر بھروسا کیا اور فی الفور خداگنج سے کوچ کرکے فرخ آباد کو واپس آگئے۔ اُنکے پہونچتے ہی بی بی صاحبہ نے مع اپنے چیلون کے وزیر کے لشکرگاہ کی طرف کوچ کیا۔ جس وقت مئو مین پہونچین سب پٹھان خدمت مین حاضر ہوے اور جس وقت وہان سے روانہ ہوئین سب ہمہ تن جلو مین اُن کے ساتھ ہوے جب وزیر کے لشکرگاہ کے قریب پہونچین سب پٹھان سردارون نے وہان مقام کیا وزیر نے جس دم بی بی صاحبہ کے آنے کی خبر سُنی شیرجنگ کو استقبال کے واسطے بھیجا۔ جس وقت شیرجنگ قریب پہونچا اپنے ہاتھی سے اُترکر باادب کھڑا ہوا اور آنکھون مین آنسو بھرلایا اور قائم خان کے قتل پر بڑا افسوس ظاہر کیا وہ خوب رویا اس وجہ سے کہ وہ دونون ایک طور سے بھائی ہوتے تھے کیونکہ اُنھون نے باہم پگڑی بدلی تھی۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ مین تمکو بجاے قائم خان کے سمجھتی ہون اس مصیبت کے وقت میرے کام آؤ اُسنے جواب دیا مین بسروچشم حاضر ہون جان تک دریغ نکرونگا۔ بعد اس گفتگو کے بی بی صاحبہ وزیر کے قریب اپنی فرودگاہ کی طرف گئین۔ اب بتوسط شیرجنگ شرائط عہد و پیمان شروع ہوئین۔ تھوڑی دیر بعد نول راے وہان پہونچا جب وہ وزیر کے روبرو حاضر ہوا اُسنے اُن قول و قرار پر یہان بالکل عمل نہ کیا جو اُس نے خداگنج مین کیے تھے بلکہ جو کچھ وہان وعدہ کر آیا تھا یہان بالکل اُسکے خلاف گفتگو کی اور بجز بُرائی کے ایک بات بھی خاندان بنگش کے حق مین بھلائی کی مُنھ سے نہ نکالی۔ چونکہ اسکو بمقابلے اور نوکرون کے وزیر کے مزاج مین زیادہ رسوخ تھا پس جو کچھ بُرائی اُسنے بیان کی وزیر نے تسلیم کرلی اُسوقت شیرجنگ سے کچھ کام نرہا اور معاملہ نول راے کے توسط سے شروع ہوا اُسنے شمشیرخان اور جعفرخان

قبل ازین ایک درخواست بھی گذارش خدمت سلطانی میں پیش کرچکا ہوں اور جہان پناہ نے بفضل نامتناہی ایک فرمان بھی نسبت لعطاے ریاست بنام امام خان مریں دستخط عنایت فرمایا ہے وہ مین اپنے ساتھ لایا ہوں اُس زمانے مین یہ دستور معین تھا کہ جس کسی کو ایسی عرض پیش آتی وہ وزیر کے قیام گاہ میں بذات خود حاضر ہوتا اور ایک رقم کثیر نذرانے کی پیش کرتا وزیر کو توکل اختیار حاصل تھا ہی فوراً فرمان شاہی اسکے ذریعہ سے حاصل ہوتا بلکہ خلعت سرفرازی بھی ملتے تھے اور مراتب مناسب سابق بحال ہوجاتے تھے صرف اُس وقت حسب مذکورہ بالا لیے تیلیں مطیع سرکار ظاہر کرنے کی شرط تھی غرضیکہ اُس وقت کا قاعدہ تھا جو مذکور ہوا وزیر کے خط میں اور بھی مکر اور خوشامد کے الفاظ تھے یعنی اُنھوں نے تحریر کیا کہ قائم خان کی وفات سے مجکو کمال صدمہ ہوا میں اُس کو اپنا برادر حقیقی سمجھتا تھا لہٰذا گویا میرا دہنا بازو ٹوٹ گیا۔ لیکن اگر فضل الٰہی شامل حال ہے تو میں روہیلوں کا نام ونشان ملک ہندوستان میں باقی نہ رکھونگا بی بی صاحبہ نے انکی تحریر کو راست تصور کرکے اور اُنکے مواعید فریبی پر بھروسا کرکے اُنکے لشکرگاہ میں جانے کی تیاری شروع کی اور ایک شتر سوار شیر خاں وجعفر خاں کو مدا گنج سے واپس لانے کے واسطے دوڑایا یہاں یہ دونوں نولرائے کو روکے ہوئے تھے ان دونوں کو یہ بھی حکم بھیجا کہ نولرائے سے بھی حتے المقدور اس بات میں کچھ قول وقرار ضرور کرنا چاہیے کیونکہ یہ شخص وزیر کے مزاج میں بہت دخیل ہے یہاں نولرائے نے دیکھا کہ بے جنگ وجدل رستہ پانا مشکل ہے فوراً اُسے ایک تحریر اس مضمون کی شیر خاں اور جعفر خاں کے پاس بھیجی کہ مین غضنفر جنگ کے خاندان کا ہواخواہ ہوں اور جس وقت میں وزیر کے پاس پہونچونگا تا مقدور تمھاری بہت کچھ سفارش کرونگا اور تمھاری منشاے دلی کے حصول میں کوئی دقت واقع نہ ہوگی اُن حیلوں سے ایسی

تھے اور ایک سو ہاتھی اور متعلقین لشکر کا کچھ شمار ہی نہ تھا۔ خیمے پانچ چھ کوس کے میدان مین استادہ تھے بلکہ جہان تک نظر جاتی تھی خیمے ہی خیمے دکھائی دیتے تھے۔ شرائط عہد و پیمان باہم شروع ہوئین اور پٹھان فرخ آباد کو واپس گئے۔ ۲۴ محرم ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۲۲ دسمبر ۱۷۴۹ء کو نولراے خدا گنج کو پہونچا اُس وقت یہ مشہور ہوا کہ نواب وزیر کا سگنج مین پہونچ گئے ہین اور فرخ آباد کا محاصرہ کرنے کی گفتگو ہو رہی ہے۔

اب یہان فرخ آباد کے حالات مذکور ہوتے ہین اگرچہ قائم خان کے چھوٹے بھائی اور بہت سے کار آزمودہ چیلے زندہ موجود تھے۔ مگر ابتدا مین کوئی تیاری نہ کی گئی۔ مگر آخر کار چیلۂ شمشیر خان کی کوشش سے کچھ آدمی فراہم ہوے اور کالی ندی کے کنارے پر خدا گنج کے متصل شہر سے ۱۰ میل کے فاصلے پر جنوب و مشرق کی طرف متعین کیے گئے تاکہ نولراے کو بڑھنے سے باز رکھین مُقیم خان چیلہ شمس آباد کا عامل مقرر ہو کر دوسری سمت بھیجا گیا۔ داؤد خان۔ سعادت اللہ خان۔ اسلام خان اور دوسرے چیلے شب و روز شہر کے گرد گشت کرتے تھے اور بی بی صاحبہ اور امام خان درگاہ باری تعالیٰ مین دست بدعا رہتے تھے کہ بارخدایا ایسا نہو کہ بادشاہ بداندیش وزیر کی صلاح پر عمل کر کے ہمارا قصد کرے۔ اور محمد خان بنگش غضنفر جنگ کا ملک ہمارے خاندان سے چھین لے۔ ازراہ پیش بینی بطور تقدم بالحفظ ایک تحریر دوستانہ اس مضمون کی ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے نام نہایت عجز و انکسار کے ساتھ روانہ کی کہ زمانۂ سابق مین یہ قاعدہ تھا کہ اگر کوئی امیر میدان جنگ مین مارا جاتا تھا تو اُسکے خزائن ضبط ہو جایا کرتے تھے مگر اُس کے مراتب بدستور اُسکی اولاد پر برقرار رکھے جاتے تھے۔ لہذا مراحم خسروانہ سے امید کی جاتی ہے کہ عرض اِن بیوہ کی درجۂ اجابت کو پہونچے اور ایک فرمان مشعر بعفو جرائم سابقہ و عطاے ریاست امام خان مرحمت ہو۔ وزیر نے اپنے لشکر گاہ مقام دریا گنج سے یہ جواب بھیجا کہ مین

ہو رہے تھے جو تدابیر وزیر نے پیش کیں سب پر بے تامل راضی ہو گئے اور صلح ذی الحجہ
سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق نومبر سنہ ۱۷۴۹ء بحستہ کو احمد شاہ دلی سے روانہ ہو کر کوئل پہونچے
اور صفدر جنگ نے بادشاہ کو اس مقام پر چھوڑا جو یہان سے دلی کو لوٹ گئے اور خود
تھانہ دریا گنج کی طرف بڑھے یہ تھانہ پرگنہ اعظم نگر ضلع ایٹہ مین فرخ آباد سے ۵۲ میل کے
فاصلے پر گوشہ شمال و مغرب مین واقع ہے وزیر کے ہمراہ چالیس ہزار ایرانی مغل تھے اور
یہ سب اُنکے قرابت داروں مرزا نصیر الدین حیدر و نواب شیر جنگ و نواب اسحاق خان وغیرہ
کے زیر حکم تھے۔ باوجود اسکے وزیر نے راجہ نولراے کو یہ حکم بھیجا کہ تم فی الفور آکر میرے شریک ہو
نولراے نے صوبہ اودھ کو چھوڑ کر فرخ آباد کی طرف کوچ کیا۔ ۱۶ محرم سنہ ۱۱۶۳ ہجری مطابق ۱۵ دسمبر
سنہ ۱۷۴۹ء کو مع رام نرائن کے جو دس ہزار جوانوں کے ساتھ اُس سے آن ملا تھا دریاے گنگا کو
عبور کیا اور دوسرے دن کالی ندی کے کنارے کی طرف جو اُس مقام سے چار پانچ کوس کے فاصلے پر
واقع ہے روانہ ہوا اسکے دوسرے روز نولراے اور بقاء اللہ خان ایک گھاٹ سے ندی
کے پار ہو کر پیادہ کھڑے ہوے اور اپنے سپاہیوں کو ہمت دلانے لگے کہ خوب قدم جما کر لڑنا
اور بڑی بہادری سے مقابلہ کرنا ندی اُس وقت بڑے جوش و خروش سے جا رہی تھی پانی
شدت سے برس رہا تھا اور ہواے شمال خوب سردی چمکا رہی تھی اور رسد کی نہایت قلت تھی
غلہ زعفران کے بھاؤ تھا ایک دن کپڑون اور اسباب کے خشک کرنے میں گذرا بعد اُسکے فوج
نے خدا گنج کی طرف تین کوس کا کوچ کیا۔ یہاں افغان مع فوج تعدادی ۲۹ ہزار و توپخانہ کے
مقیم تھے نولراے کی فوج نے ڈیڑھ کوس کا اور کوچ کیا اور فی الفور جنگ کی تیاری ہونے لگی
میر محمد صالح اور راجہ پرتھی پت پیش لشکر پر متعین تھے قلب لشکر خود نولراے کے زیر حکم تھا میسرہ
نواب بقاء اللہ خان کے تحت مین اور میمنہ رام نرائن کے حکم میں تھا کُل لشکر میں پچیس ہزار سوار

اُسکے باقی ماندہ سردار کچھ زخمی اور خستہ وخراب وہان سے بھاگے اور روہیلون نے قائم خان کے کیمپ پر قبضہ کر لیا اور قائم خان کی لاش کو تلاش کرکے پالکی مین رکھواکر چند معتمدون کے ساتھ میدان جنگ سے فرخ آباد کو روانہ کیا۔ لڑائی سے تیسرے روز وہ لاش فرخ آباد پہونچی اور اُسکے باپ محمد خان کے پہلو مین دفن ہوئی۔

قائم خان کی تجہیز وتکفین کے بعد مالیہ بیگم عرف بی بی صاحبہ والدہ قائم خان نے نواب محمد خان کے گیارھوین بیٹے امام خان کو قائم خان کی جانشینی کے لیے نامزد کیا۔ جب قائم خان کی شکست وموت کی خبر دلی مین پہونچی تو اکثرون کو سخت صدمہ ہوا سواے ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے کہ وہ اس خبر سے نہایت شاد ہوے اور خوب ہنسے اور کلمات ہزل آمیز زبان پر لائے کیونکہ صفدر جنگ قائم خان سے ابتدا سے عداوت رکھتے تھے اور وجہ عداوت کی یہ تھی کہ جب قائم خان محمد شاہ کی ملازمت کو جاتا تو دیوان عام مین گھوڑے پر سوار ہوکر آتا تھا۔ حالانکہ ہندوستان کا قاعدہ تھا کہ وزیر اور بخشی اور تمام اُمرا نقار خانے کے دروازے سے پیادہ پا دیوان عام مین داخل ہوا کرتے تھے محمد شاہ نے قائم جنگ کو یہ خاص اعزاز عطا کیا تھا[لہ] جبکہ صفدر جنگ اپنے بڑے مطلب یعنی روہیلون کی شکست سے مایوس ہوے تو اُنھون نے اپنی بدبختی[ٹ] کے نقصان کو یون پورا کیا کہ قائم خان مقتول کے ملک پر قبض وتصرف کرنے کا ارادہ کیا اور بادشاہ کو اس امر کی ترغیب دی کہ خود بدولت بہ نفس نفیس فرخ آباد کی طرف نہضت فرمائین تاکہ بقیہ سرداران بنگش کو عذر باقی نرہے اور سب مطیع ہو جائین اور اگر کوئی بندگی سے انحراف کرے یا روپیہ داخل کرنے سے انکار کرے تو اُس کا وہی انجام ہو جو قائم خان کا ہوا وہ سب بھگا دیے جائینگے اور اُنکی بنیاد ملک سے مستاصل کر دی جائے گی۔ بادشاہ چونکہ وزیر کے بندے

[لہ] دیکھو فرح بخش مؤلفہ تیمور پرشاد ۱۲ [ٹ] دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفہ الفنسٹن صاحب ۱۲

بادشاہ با افواج بیشمار برائے تنبیہ و تسخیر روہیلہ با مصلحت و مشورہ سرداراں قوم روہیلہ
بمددگاری نواب صفدر جنگ از مکاں خود حرکت نمودہ متوجہ حریف شدند و چوں قریب
نزدیک بودند کہ با سرداران روہیلہ ملحق شود قائم خان بہادر با رفقائے خود مشورہ نمودہ کہ
در صورت اتفاق افواج نوابے با روہیلہ با مقابلہ دشوار خواہد شد اسب این ست کہ
قبل رسیدن افواج نوابے برسالتیان بردیم۔

قائم خاں کا ملک روہیلکھنڈ سے بالکل ملا ہوا تھا اس واسطے اُسکے اور روہیلوں کے درمیان
بہت مخالفت تھی۔ روہیلے نواب قائم خاں کی طرف سے حملے کی صورت دیکھ کر آمادہ ہوئے
اور اس بلا کے ٹالنے کے لیے اُنھوں نے نواب قائم خاں کو لکھا کہ جتنے پرگنے دریائے گنگا کے
کنارے پر واقع ہیں چھوڑ دینگے اور ایک رقم معقول دینگے مگر نواب نے بخشی محمود خاں کے کہنے
سے صلح نامنظور کی اور روہیلوں کی سفارت ناکامی کے ساتھ آنولے کو واپس آئی روہیلے ورآ
اپنی فوج جمع کرکے جس میں پچیس ہزار آدمی سے کم اور چالیس ہزار آدمی سے زیادہ نہیں تھے
ہیں ڈوری رسولپور کے باغات میں جو بدایوں سے چار میل جنوب و مشرق میں ہے جمع ہو
نواب قائم خاں پچاس ساٹھ ہزار سپاہ اور بڑے توپخانے کے ساتھ آگے بڑھا اور منزل بمنزل
کوچ کرتا ہوا دریائے گنگا کے کنارے قادر گنج میں پہونچا اور یہاں کشتیوں کے پُل کے ذریعہ سے
گنگا کو عبور کرکے ضلع بدایوں میں داخل ہوا روہیلوں نے راہ فرار مسدود دیکھ کر اپنے خیموں
کے گرد خندق کھودنی شروع کی نواب قائم خاں نے ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۱۱۶۲ ہجری کو علی الصباح
حکم جنگ کا دیا اور خود لباس رزم پہن کر مع اپنے بھائیوں اور خاص سرداروں اور رشتہ داروں
اور اُن راجوں کے جو کمک کو آئے تھے ہاتھی پر سوار ہوا۔ روہیلوں کی طرف سے بھی فوج مقابلے کو
تیار ہوئی اور بہت بڑے کشت و خون کے بعد قریب ڈیڑھ گھنٹہ دن چڑھے قائم خاں مارا گیا اور

سے (نہ مرض سرطان سے جیساکہ سیر المتاخرین مین ناواقفی سے لکھدیا ہے) انتقال ہو گیا
توصفدر جنگ کی رائے سے روہیلکھنڈ کی گورنری کا فرمان قائم خان کے نام اس مضمون کا تیار
ہوا کہ ایک بڑا کار اہم تمھارے ذمے کیا گیا ہے یعنی بہت سے محال بریلی ومرادآباد کے جو محمد شاہ
کے زمانے مین تمھاری مدد سے حاصل ہوے تھے انپر دوبارہ نواب سعد اللہ خان ولد نواب سید
علی محمد خان روہیلہ نے قبضہ کرلیا ہے لہذا یہ ملک تمھارے حوالے کیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے
کہ جاکر اُسپر قبضہ کرلو۔ یہ فرمان شیر جنگ ولد سیادت خان برادر کلان برہان الملک
سعادت خان کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ شیر جنگ فرخ آباد کے قریب پہونچا اور دو کوس کے
فاصلے پر ٹھہرا قائم خان نے بڑے تزک واحتشام سے استقبال کیا فرمان اُسکو پڑھکر سنایا گیا
قائم خان آداب بجالایا اور خلعت سرفرازی کو زیب تن کیا بعد ازان قلعہ کو واپس آیا یہان شرفا
اور عہدہ دارون نے آکر نذرین گذرانین اور مبارکباد دی۔ آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد
مین لکھا ہے کہ اُدھر خُفیہ صفدر جنگ نے روہیلون کو اشارہ کردیا کہ تم مقابلے مین کمی نہ کرنا
یہ حال تاریخ بیان الواقع سے بھی تصدیق کو پہونچتا ہے۔ لیکن اُس مین یہ عجیب بات لکھی ہے
کہ بادشاہ اور ارکان دولت نے سواے صفدر جنگ کے تو قائم خان کو روہیلون کے تباہ کرنے
کے واسطے کہا اور صفدر جنگ روہیلون کے طرفدار تھے بلکہ اُنکی مدد کے لیے اپنے نائب نولراے کو حکم
دیا تھا اُس مقام کی کتاب کی اصل عبارت یہ ہے "جناب بادشاہ وارکان دیگر قائم خان بہادر را
برین آوردہ کہ پسران نواب علی محمد خان روہیلہ را قتل وغارت واسیر سازند کہ ملک متصرف آنہا
باختیار شما خواہیم گذاشت ونواب صفدر جنگ پسران نواب علی محمد خان را پشت گرمی دادہ
کہ با قائم خان بخاطر جمع محاربہ نمایند وبہ راجہ نولراے نائب نظامت صوبۂ اودھ وغیرہ نوشتہ
کہ بہ تعجیل خود را بواسطۂ کمک سرداران روہیلہ رسانند مختصر کلام آنکہ نواب قائم خان حسب الارشاد

اپنے جلوس سے دوسرے سال صفدر جنگ کے مشورے سے شاہ نواز خاں پسر دوم عمر الدولہ زکریا خاں کو صوبہ داری ملتان کا خلعت دیا۔ کیونکہ معین الملک سے صفدر جنگ کو ملال تھا شاہ نواز خاں پندرہ سولہ ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت سے لاہور کی طرف گیا ملتان کے متصل معین الملک کے نائب کوڑامل کے ہاتھ سے شکست پائی اور مارا گیا۔

صفدر جنگ کا نواب قائم خان بنگش والی فرخ آباد کو روہیلوں سے لڑا دینا قائم خان کا مارا جانا۔ صفدر جنگ کا ریاست فرخ آباد کو ضبط کر لینا۔ اور خاندان بنگش کی بربادی و تباہی میں فریب اور حیلے کام میں لانا۔

صفدر جنگ خاندان بنگش کے دشمن جانی تھے اُنھوں نے ایک فرمان قائم خاں کی طلبی میں جاری کروایا قائم خاں نے بادشاہ کو جواب بھیجا کہ فدوی خاکسار صفدر جنگ پر اعتماد نہیں رکھتا ہے وہ اُسکے خاندان کے دشمن ہیں اس جواب سے بادشاہ اور وزیر دونوں سخت ناراض ہوے وزیر نے جاوید خان سے صلاح پوچھی کہ اب اس کا انتقام کیونکر لیا جائے اُس وقت صفدر جنگ کو یہ سوجھا کہ قائم خاں کو روہیلوں سے لڑا دو دونوں میں سے جسکو شکست ہوگی اُس میں اپنا مطلب نکلتا ہے گا کیونکہ نواب صفدر جنگ روہیلوں سے بھی دلی عداوت رکھتے تھے اور اپنے ملک کے قریب اُن کا جماؤ ہونا انکو پسند نہ تھا قمر الدین خاں وزیر اعظم اور نواب سید علی محمد خاں جب تک زندہ رہے صفدر جنگ اپنے دل کا بخار روہیلوں سے نہ نکال سکے جبکہ ۲۳ شوال ۱۱۶۲[1] ہجری مطابق ۱۴ ستمبر ۱۷۴۹ء نواب سید علی محمد خاں کا آنولے میں مرض استسقا

[1] دیکھو تکملہ ذکر لوک مولفہ حاجی محمد رفیع الدین خاں مراد آبادی کشف الاستار میں شاہ حمزہ صاحب لکھتے ہیں کہ [illegible]

صفدر جنگ کی سواری کا گھوڑا اور دو تین خدمتگار اُنکے صدمے سے مر گئے اور صفدر جنگ
گھوڑے سے گر پڑے مگر کوئی صدمہ نہ پہونچا بعد اسکے صفدر جنگ بڑی احتیاط کے ساتھ
سوار ہوتے۔ بہت سی تحقیقات کی اس سانحہ کے متعلق کوئی راز نہ کھلا تاریخ مظفری مین لکھا
ہے کہ اس واردات کا گمان انتظام الدولہ خلف کلان قمرالدین خان کی طرف پیدا ہوا اور وہ
چندروز کے بعد اِس مظنہ کے رفع کرنیکے لیے وزیر کے گھر پر معذرت کو آیا گو ظاہر مین صفائی ہو گئی مگر
طرفین کے دل صاف نہوے۔ مرآت آفتاب نما مین بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ کے دل مین
بادشاہ کی طرف سے کدُورت پیدا ہو گئی اور تین مہینے تک بادشاہ کے مجرے کو نہ گئے بادشاہ
نے مصلحت اسی مین سمجھی کہ صفدر جنگ کے مکان کو خود تشریف لیگئے اور ہر طرح سے مطمئن کر دیا
مگر چونکہ جاوید خان خواجہ سرا کو بادشاہ کے مزاج مین بہت دخل حاصل ہو گیا تھا اور بادشاہ
نے اُسکو نواب بہادر خطاب دیا تھا بادشاہ کے تمام احکام اُسکی مرضی کے موافق صادر ہوتے
تھے اسلیے صفدر جنگ کے دل مین کدُورت بڑھتی رہی۔

تاریخ مظفری مین بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ کے مخلع ہونے کے چندروز بعد ۲ رجب
۱۱۶۱ھ ہجری کو آگرے اور الہ آباد کی صوبہ داری کا خلعت سید صلابت خان بہادر ذوالفقار جنگ
خلف سادات خان فرخ سیری کو مرحمت ہوا اور روز چہارشنبہ ۲۰ رجب کو صوبہ داری اجمیر
کا خلعت اور اودھ کی صوبہ داری کی مستقلی کا فرمان اور غسل خانے اور تسبیح خانے کی داروغگی
علاوہ پہلی عطیات کے صفدر جنگ کو بادشاہ نے عطا کی مگر پھر یہ تجویز قرار پائی کہ صوبۂ اجمیر
جو صفدر جنگ کو مرحمت ہوا تھا صوبۂ الہ آباد سے جو ذوالفقار جنگ سے متعلق تھا تبدیل ہو
کیونکہ الہ آباد کو اودھ سے قرب تھا پس اودھ اور الہ آباد صفدر جنگ کے پاس رہے اور اجمیر
و اکبر آباد امیر الامرا ذوالفقار جنگ کو مل گئے تاریخ مظفری مین ذکر کیا ہے کہ بادشاہ نے

ے دیا۔

صفدر جنگ کی ہلاکت کے لیے سازش ہونا اور اُن کا اُس حادثے مین صحیح و سالم رہنا۔ صفدر جنگ کا بادشاہ سے روٹھ جانا بادشاہ کا اُن کو منانے کے لیے اُنکی حویلی پر آنا۔ اکبر آباد۔ مُلتان۔ اجمیر اور الہ آباد کی حکومتون کا انتظام

سنہ ۱۱۶۶ھ ہجری میں ایک عجیب سانحہ واقعہ ہوا وہ یہ کہ نواب صفدر جنگ عید الضحیٰ کے دن عیدگاہ سے لوٹ کر گھر کی طرف آرہے تھے کہ قلعہ کے پاس چھتے میں[1] جو تکمود کے نام سے مشہور ہے جس قدر سر راہ مکانات پر چھپر تھے اُنکو آگ لگ گئی اور اُس آگ میں بان اور گولے چلنے لگے

[1] مرآت آفتاب نما میں لکھا ہے کہ در چھتہ کہ بہ تکمود مشہور است عرض راہ کسر تقیہ چھپر ہاے دست راست را آتش گرفتہ بان و گولہ و تفنگ الی آخرہ اور احوال سلاطین متاخرین ہند میں یوں لکھا ہے در اسلے را و چھتہ تکمود کہ کار گی آوار بان و طپانچہ و بندوق سامد گولہا افتادند و آتش بہ چھت اور تاریخ مظفری میں ہے در کلئہ ساباط تکمود قریب قلعہ بادشاہی الخ میں برطبد ی عماری فیل چوں اسپ صفدر جنگ محاذی کلئہ مذکور آمد آتش داد ند۔ ساباط سین مہملہ مفتوح الف ساکن اور بائے موحدہ مفتوح اور طائے حطی سے منتہی الارب میں توسن اگمد کے معنی میں لکھا ہے تاریخ مظفری کا مؤلف یہ لفظ چھتے کی جگہ بولا ہے۔ چھتہ ایسے رستے کو کہتے ہین جو ڈھکا ہوا ہو اکثر شہرون میں چھتے کے بازار ہوتے ہیں تاریخ مظفری میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ اس چھتے رستے ہوکر قلعہ میں آنا جایا کرتا تھا۱۲

تیاری کر کے صفدر جنگ کے دروازے پر پہونچے صفدر جنگ قبل سے اپنی فوج کو تیار کر کے
حافظ صاحب کے منتظر تھے اُنکے پہونچتے ہی نہایت تزک وشان کے ساتھ قلعہ کو روانہ ہوئے
تورانی قبل سے پانچ چھ ہزار کے قریب جمع ہو کر چاہتے تھے کہ قلعہ مین گھس جائین مگر جاوید خان
قلعہ دار نے جو صفدر جنگ کا طرفدار تھا اُنکو قلعہ مین داخل نہین ہونے دیا کہ اتنے مین صفدر جنگ
کی سواری جا پہونچی تورانی صفدر جنگ کی جمعیت دیکھ کر دم بخود ہو گئے اور کچھ نہ بولے
صفدر جنگ قلعہ کے دروازے پر پہونچے اودھم بائی المخاطب بہ قدسیہ بیگم والدۂ بادشاہ کے
حکم سے جاوید خان نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا اور صفدر جنگ کو تھوڑے سے خدمتگارون
کے ساتھ قلعہ مین لے لیا حافظ رحمت خان دروازے پر تورانیون کے مقابلے کیلیے کھڑے رہے
بادشاہ نے صفدر جنگ کو خلعت ہفت پارچہ مع چارقُب وزارت وقلمدان مُرصع ودیگر جواہر
کے دیا اور جملۃ الملک[1] مدار المہام وزیر الممالک برہان الملک ابو المنصور خان بہادر
صفدر جنگ سپہ سالار خطاب عطا کیا اور منصب ہشت ہزاری ذات اور ہشت ہزار سوار
کا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد صفدر جنگ خلعت وزارت ہندوستان پہنکر قلعہ سے نکلے اور اُس
جمعیت کے ساتھ اپنی حویلی کو چلے آئے تیسرے روز صفدر جنگ نے حافظ رحمت خان کو احمد شاہ
کے دربار مین پیش کر کے خلعت اور نوبت اور خطاب حافظ رحمت خان بہادر نصیر جنگ دلایا
پھر باہم دوستی کا عہد وپیمان کر کے اپنی طرف سے خلعت گھوڑا ہاتھی حافظ صاحب کو دیکر
رخصت کیا اور نواب سید علی محمد خان کے لیے تمام روہیلکھنڈ کی حکومت کی منظوری کا حکم بھی
سلطنت کی طرف سے جاری کرا دیا۔ میر آتشی کا خلعت صفدر جنگ پر بحال رہا اور تھوڑے دنون
کے بعد اُنکی استدعا کے موجب میر آتشی کی نیابت کا خلعت اُن کے بیٹے شجاع الدولہ کو بادشاہ

[1] دیکھو سیر المتاخرین لیکن مخص التواریخ مولفہ فرزند علی وتاریخ مظفری مین جملۃ الملک کی جگہ عمدۃ الملک ہے ۱۲

رحمت ہوا اگر آپ بھی تشریف لاکر ہمارے شریک ہوں تو ہم آپکی اعانت قزالدین خاں سے زیادہ کرینگے۔ نواب سید علی محمد خاں ان دنوں محمد شاہ کے مرنے اور نئے بادشاہ کے مسند نشین ہونے کی وجہ سے یہ چاہتے تھے کہ اپنی طرف سے کوئی آدمی دلی بھیج کر کسی رکن سلطنت کی معرفت اپنے معاملے کی یکسوئی بادشاہ کے حضور سے کرالیں صفدر جنگ کی تحریر کو غنیمت سمجھکر اس کو اپنا طرفدار بنانا مناسب جانا مگر اس وقت نواب سید علی محمد خاں کی یہ حالت تھی کہ مرض استسقا میں مبتلا تھے قوت سامعہ میں بھی خلل آگیا تھا دوسرے قوے بھی بیکار تھے اسلیے آپ نے حافظ رحمت خاں کو ہزار سوار دیکر دلی کو روانہ کیا حافظ صاحب دلی کے قریب پہونچے تو صفدر جنگ نے جنکو بڑا انتظار تھا حافظ صاحب کے ورود کی خبر سنکر اپنے بیٹے شجاع الدولہ کو اسحاق خاں کے ساتھ استقبال کو بھیجا یہ دونوں سردار حافظ صاحب کو اپنے ہمراہ دلی میں لیگئے اور اُن کے خیمے تیر جنگ کے باغ میں نصب کرائے صفدر جنگ نے تمام لشکر کے لیے ضیافت بھیجی دوسرے دن صبح کو صفدر جنگ نے حافظ صاحب کو اپنی ملاقات کے لیے بلایا اور بہت تعظیم و تکریم سے گلے لگایا اور تخلیہ کرکے تورانیوں کی مخالفت اور ایرانیوں کی موافقت کی ساری داستان بیان کی حافظ صاحب صفدر جنگ سے یہ کہا کہ میں آپکی مرضی کا تابع ہوں آپ جو حکم دینگے اُسکی تعمیل کرونگا اور اپنے قیام گاہ کو لوٹ آئے اور روزانہ حافظ صاحب صفدر جنگ کی ملاقات کو جانے لگے کئی دن کے بعد صفدر جنگ نے حافظ صاحب کو طلب کرکے کہا کہ کل میں خلعت حاصل کرنے کے لیے قلعہ کو جاؤنگا پانچہزار تورانی انتظام الدولہ کے ہمراہ میرے روکنے کی کوشش کے لیے قلعہ کے دروازے پر کھڑے ہونگے اور یہ چاہینگے کہ مجھپر سبقت کرکے انتظام الدولہ کو خلعت دلوادیں اس لیے کل صبح آپ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر میرے پاس آجائیں چنانچہ دوسرے دن صبح کو کہ رجب کی چوتھی تاریخ اور دوشنبے کا دن تھا حافظ صاحب

اپنی تخت نشینی کے بعد اُسکو نواب بائی خطاب دیا۔ پھر تھوڑے دنون کے بعد نواب قدسیہ صاحب الزمان خطاب ہوا[۱]

نواب سید علی محمد خان کی مدد سے صفدر جنگ کو دلی کی وزارت ملنا

احمد شاہ اپنے باپ محمد شاہ کے جانشین ہوے وہ احمد شاہ دُرانی کی قوت کی دھوم دھام ہونے سے ترسان اور لرزان رہتے تھے اور اُنھون نے فیروزمندون کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ و حراست مین رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ آصف جاہ نے انکار کردیا[۲] اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کرو جسکے بعد ہی اُسنے وفات پائی تو بادشاہ نے ناصر جنگ آصف جاہ کے جانشین کو اپنی امداد و اعانت کے واسطے اُس فوج سمیت بلایا جو اُسکی سعی و ہمّت سے فراہم ہوسکتی تھی مگر تھوڑے عرصے مین یہ بات دریافت ہوئی کہ احمد شاہ دُرانی اپنی قلمرو کے مغربی حصّے مین مصروف و مشغول ہے چنانچہ اس خبر کو سُنکر احمد شاہ ہندوستانی کے اوسان درست ہوے اور انتظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کرنا چاہا اوراب اُسکی مدد کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ اس وقت جدید وزارت قائم کرنے کی تجویز درپیش ہوئی صفدر جنگ کو خلعت وزارت کی بڑی خواہش تھی اور طرح طرح کی کوششین اس کامیابی کے واسطے کر رہے تھے۔

نواب سیّد علی محمد خان کو جو ابدالی کے حملے کے موقع پر دوبارہ روہیلکھنڈ کی حکومت پر قائم ہوگئے تھے ایک خط اُنھون نے اس مضمون کا لکھا کہ احمد شاہ محمد شاہ کی جگہ تخت نشین ہوے مگر اب تک عہدۂ وزارت کسی امیر بادشاہی کے نام قرار نہین پایا ہے بظاہر مد نظر بادشاہ کی میرے طرف ہے مگر اُمرائے تورانی چاہتے ہین کہ خلعت وزارت انتظام الدولہ بن اعتماد الدولہ قمرالدین خان کو

---

[۱] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲ [۲] دیکھو الفنسٹن کی تاریخ ۱۲

اور خود پیادہ پا ہو کر اپنی فوج کے ہاتھیوں اور جزائل اپنے سامنے کر کے معین الملک اور ابدالی کے درمیان میں حائل ہو گئے اور بڑی دلاوری کے ساتھ لڑائی کی۔ ادھر ابدالی کی فوج معین الملک کی جنگ کا صدمہ اٹھا چکی تھی کہ یکایک صفدر جنگ بہت سی فوج اور توپخانہ آتشبار کے ساتھ آ گئے اور اس گرما گرمی میں ہندوستانی توپخانے کا ایک گولا احمد شاہ ابدالی کے توپخانے میں جا گرا جس سے توپوں کی گاڑیوں میں آگ لگ گئی ہزاروں بان چلنے لگے ابدالی کے بہت سے آدمی خاک پر لوٹ گئے اور اسکی فوج کی ساری جوانمردی ختم ہو گئی یہاں تک کہ میدان جنگ سے قدم اکھڑ گئے۔ رات کو احمد شاہ نے کچھ پیام صفدر جنگ کے پاس بھیجے اور صبح کو میدان جنگ سے کوچ کر گیا۔ محمد شاہ مژدہ فتح وغیرہ اور وزیر کی جان نثاری اور صفدر جنگ کی جوانمردی اور کوشش کا حال سنکر بہت مسرور ہوئے۔

چونکہ بادشاہ کی طبیعت ان دنوں علیل تھی اس لیے شاہزادے اور صفدر جنگ کو عجلت کے ساتھ اپنے پاس طلب کیا میدان جنگ سے شاہزادہ مع صفدر جنگ کے روانہ ہوا محمد شاہ کا مرض دم بدم زیادہ ہوتا تھا اس لیے شاہزادے اور صفدر جنگ کی طلب میں متواتر رقعے صادر ہونے لگے اور یہ لوگ جلدی روانہ ہوئے ابھی پانی پت کے متصل پہونچے تھے کہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ ہجری مطابق ۱۵ اپریل ۱۷۴۸ء کو محمد شاہ نے انتقال کیا۔ ۲ جمادی الاولے ۱۱۶۱ھ ہجری کو صفدر جنگ نے مقام پانی پت میں چتر شاہی اور لوازم جلوس آراستہ کر کے بادشاہ کی مسند سے گذرانا اور سلطنت ہندوستان کی مبارکباد دی اور آداب بجالائے بادشاہ نے کہا کہ وزارت تمکو مبارک ہو[۱]۔

اس بادشاہ کی حقیقی ماں کا نام اودھم بائی تھا جوان جہاں ودال کی بس تھی احمد شاہ نے

---

[۱] دیکھو مرآت آفتاب نما ۱۲

پھر دن چڑھے فتح پیچ عنایت کرکے رخصت فرمایا۔ اور نو گھڑی دن چڑھے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے وزیر اعظم کے سر پر سرپیچ باندھا اور بادلہ کا طرّہ اپنی دستار سے نکالکر اُنکی دستار مین لگا دیا اور ابدالی سے جنگ کرنے کے لیے رخصت فرمایا۔ تاریخ سلاطین متاخرین ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شجاع الدولہ صفدر جنگ کے ہمراہ نہین گئے تھے بادشاہ کے حضور مین رہے تھے۔

شاہزادہ احمد تمام لشکر اور امرا کے ساتھ سرہند سے گذر کر دریاے ستلج کے کنارے ماچھی واڑے مین پہونچا اور احمد شاہ ابدالی لودھیانہ کی راہ بالا بالا داخل سرہند ہوا اور ۱۳ ربیع الاول کو اُس مقام کو لوٹ لیا شاہزادہ یہ خبر سُن کر ابدالی کے تدارک کے لیے اُس طرف کو روانہ ہوا۔ اور اپنی فوج کا پڑاؤ ڈالکر ابدالی کے لشکر کے خوف سے اپنی سپاہ کے گرد خندق کھُدوائی۔ ۱۵ ربیع الاول سے ۱۸ تک لڑائی جاری رہی۔ کسی قدر رسد کی گاڑیان اور بالون کے چھکڑے اور توپون کی گاڑیان شاہزادے کے لشکر سے پیچھے رہگئی تھین اُن پر ابدالی کے لشکریون نے قبضہ کرلیا۔ ہندوستانی فوج اور بھیر بہت تھی مگر افغانی فوج کے خوف سے خندق مین محصور تھی۔ ۲۲۔ ربیع الاول کو اعتماد الدولہ قمر الدین خان اپنے خیمے مین چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ابدالی کے لشکر مین سے ایک گولہ آکر اُنکے لگا اور وہین رہ گراے مُلک بقا ہوے راجہ ایسری سنگھ وغیرہ راجپوت سردار جنکے ساتھ بیس تیس ہزار آدمی تھے وزیر کے مقتول ہوتے ہی بھاگ نکلے۔ صفدر جنگ اور معین الدین عرف میر منو بن قمر الدین خان نے مع شاہزادے کے پائداری کی۔ ۲۸ ربیع الاول کو احمد شاہ ابدالی نے فوج ہند کے مورچے پر دھاوا کیا۔ معین الملک نے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کرکے مخالف کے اکثر آدمیون کو مُلک عدم کو پہونچایا مگر ہندوستانی بہت کثرت سے کام آے چونکہ افغانی فوج قریب آگئی تھی اس لیے قریب تھا کہ ہندوستانیون کو شکست عظیم ہو۔ صفدر جنگ نے یہ حال دیکھ کر تھوڑی فوج شاہزادے کی کُمک کیلیے روانہ کی

احمد شاہ ابدالی کے مُقابلے کے لیے صفدر جنگ کا سرہند کو جانا اور قمر الدین خان وزیر اعظم کی مقتولی کے بعد کارنمایاں دکھانا صفدر جنگ کی کوشش سے احمد شاہ کا شکست پانا صوبہ الہ آباد بھی صفدر جنگ کو مل جانا

آثر الامرا میں لکھا ہے کہ ۱۱۵۶ ہجری میں بادشاہ نے صوبہ الہ آباد عمدۃ الملک سے نکالکر صفدر جنگ کے سپرد کر دیا۔ اور خزانہ عامرہ میں ذکر کیا ہے کہ ۱۱۵۹ ہجری میں عمدۃ الملک اپنے ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا تو بادشاہ نے صوبہ الہ آباد بھی صفدر جنگ کے حوالے کر دیا۔

۱۱۶۱ ہجری مطابق ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ درانی نے صوبۂ لاہور و ملتان پر چڑھائی کی اور اُس ملک کو دل کھولکر لوٹا جب اُسکو سلطنت ہند کی بدنظمی اور دربار کی بیحری کی خبر ہوئی تو دلی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور لاہور سے دلی کی طرف کوچ جاری کیا۔ محمد شاہ نے احمد شاہ کے مقابلے کے لیے اپنی تمام فوج اور توپخانہ اپنے ولی عہد شاہزادہ احمد کے ساتھ کر کے اور وزیر الممالک اعتماد الدولہ قمر الدین خاں امیر الامرا ابو المنصور خاں صفدر جنگ اور راجہ ایسری سنگھ ولد راجہ جے سنگھ سوائی والی جے پور وغیرہ کو اُسکے ہمراہ کر کے روانگی کا حکم دیا ایسری سنگھ نے اس وقت بادشاہ سے عرض کرایا تھا کہ قلعہ رنتھمبور مجھے عطا ہو جائے اور اُس قلعہ کے ملنے تک جانے میں ڈھیل کرتا تھا بہت سے امرا کی مرضی ہوئی کہ قلعہ راجہ کو دیدیا جائے مگر قمر الدین خاں وزیر اور صفدر جنگ نے کہا کہ ایسا قلعہ دینا چاہیے اگر کبھی مخالفت ہو گئی تو راجپوتوں کے ہاتھ سے اُس کا نکلنا مشکل ہوگا ۱۸ محرم ۱۱۶۱ ہجری کو بادشاہ نے صفدر جنگ اور ذو الفقار جنگ اور معین الملک وغیرہ کو

پانچ چھ روز تپ آئی ۲ صفر ۱۱۵۲ھ کو دوشنبے کے دن انتقال کیا یہ شعر اُسکا ہے ؎

زبسکہ در دل تنگم خیال آن گل بود ، نفیر خواب من امشب صفیر بلبل بود

موتمن الدولہ نے تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ ۹ صفر روز جمعہ کو تینون بیٹے بادشاہ کے سلام سے مشرف ہوے۔ موتمن الدولہ کی اس بیٹی کی شادی محمد شاہ نے شجاع الدولہ کے ساتھ کرائی۔ بیٹون کے یہ نام ہین۔

(۱) مرزا محمد یہ دونون بھائیون سے بڑا تھا بادشاہ نے اول اسکو اسحاق خان خطاب دیا جو اُسکے باپ کا خطاب تھا اور آخر مین نجم الدولہ خطاب پایا بادشاہ اسپر بیحد مہربانی کرتے تھے ایکبار مرزا محمد کو بادشاہ نے بطور سلاطین کے عہد طفلی مین تخت پر اپنے روبرو خلاف ضابطہ بٹھا لیا۔ کہتے تھے کہ اگر اسحاق خان کے ہان مرزا محمد نہ پیدا ہوتا تو مین نہین جانتا کہ میری بسیت کیونکر ہوتی۔ نجم الدولہ بخشی چہارم ہوا محمد شاہ کے انتقال کے بعد احمد شاہ کے عہد مین بھی بخشی گری کی خدمت پر رہا۔ اور دلی کے محاصلات پرمٹ کی خدمت بھی اُس سے متعلق رہی۔ صفدر جنگ کے ہمراہ احمد خان بنگش بن نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی لڑائی مین ۲۲ شوال ۱۱۶۳ھ ہجری کو مارا گیا اور دلّی مین مدفون ہوا۔

(۲) مرزا علی افتخار الدولہ۔

(۳) مرزا محمد علی سالار جنگ یہ دونون بھائی عالمگیر ثانی کے عہد مین اودھ کو چلے گئے صفدر جنگ کا انتقال ہو چکا تھا شجاع الدولہ حکومت کرتے تھے پھر شاہ عالم ثانی نے سالار جنگ کو تن بخشی گری کا خلعت دیا۔ یہ واقعہ ۱۴ رجب ۱۱۷۵ھ ہجری کا ہے۔

دریاے لطافت مین میر انشاء اللہ خان نے لکھا ہے کہ یہ تینون بھائی نہایت عیاش تھے اسلیے دلّی کے لطیفہ گو اور خوش کلام اور پری پیکر طوائف اُنکی صحبت مین رہتی تھین۔

سے ہوا تھا۔ بادشاہ نے عروس کی جانب سے عمدۃ الملک امیر خان کو کھڑا کیا تھا۔
آبحیات میں مولوی محمد حسین آزاد نے لکھا ہے کہ معتبر لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ جب
گنا بیگم دختر قزلباش خان امید کے حسن وجمال اور سلیقے اور سگھڑاپے اور حاضر جوابی اور موزونی طبع
کی شہرت ہوئی تو نواب شجاع الدولہ نوجوان تھے اُس سے شادی کرنی چاہی بزرگوں سے
حسب آئین بادشاہ سے اجازت مانگی فرمایا کہ اُسکے لیے ہمنے تجویز کی ہوئی ہے ایک خاندانی
سید زادی لڑکی کو حضور نے سطر نواب خود بیٹی کر کے پالا تھا اُسکے ساتھ شادی کی اور اس
دھوم سے کی کہ شاید کسی شاہزادی کی ہوئی ہو یہی سبب تھا کہ شجاع الدولہ اور تمام خاندان اُنکی
بڑی عظمت کرتے تھے دُلھن بیگم صاحبہ اُن کا نام تھا اور آصف الدولہ کی والدہ تھیں۔
اس بیان میں بعض باتیں غلط ہیں اور غلطی اُنکی ایسی ظاہر ہے کہ تشریح کی احتیاج نہیں۔

نجم الدولہ اسحاق خاں بن موتمن الدولہ اسحاق خان کا حال

اسحاق خان موتمن الدولہ کا باپ شوستر سے ہندوستان میں آیا اور دلی میں ٹھہرا
محمد شاہ کے عہد میں بادشاہی نوکر ہوا اور غلام علیخاں خطاب پایا کابلی کا تعلقہ اُسکے سپرد ہوا۔
اسحاق خاں ہند میں پیدا ہوا محمد شاہ نے غلام علیخان کو خانسامانی کی خدمت دی مرزا جس اُسکے لیے
کا نام تھا۔ اسحاق خاں نے کمالات میں خوب دستگاہ حاصل کی نظم و نثر عربی و فارسی میں مہارت
کامل رکھتا تھا۔ محمد شاہ کی خدمت میں اس کا تقرب بہت بڑھ گیا موتمن الدولہ خطاب پایا۔
دیوانی خالصہ کی خدمت اُسکے سپرد ہوئی اُسکے رسالے میں کئی ہزار سوار بادشاہی نوکر تھے
جنکے گھوڑوں کا داغ حرف ق مقرر تھا۔ جو اسحاق خاں کے نام کا حرف آخر ہے بادشاہ کو
جس قدر اُسپر اعتماد تھا اتنا کسی دوسرے امیر پر نہ تھا اُسکی ناک میں چند پھنسیاں نکلیں ورم آگیا

اِسلیے بادشاہ سے کئی بار عرض کیا کہ حضور نواب سید علی محمد خان کو میرے حوالے کر دین مگر وزیر اعظم اُنکے ہمیشہ آڑے آتے رہے اور صفدر جنگ کی کوئی بات نواب موصوف کے برخلاف بادشاہ کے حضور مین نہ چلنے دی[۱]۔

شجاع الدولہ کی شادی

محمد شاہ نے اس خیال سے کہ صفدر جنگ اور نجم الدولہ مین قرابت پیدا ہو جائے ایک دن صفدر جنگ سے فرمایا کہ شجاع الدولہ کا کہان بیاہ کروگے۔ عرض کیا کہ میرے ماموں سیادت خان کی بیٹی آگے اُس سے نامزد ہوئی تھی مگر اُس لڑکی کی پیٹھ پر ایک خط منحوس ظاہر ہو گیا ہے اسلیے شجاع الدولہ کی مان اِس نسبت پر راضی نہین ہے۔ تھوڑے عرصے سے نسبت کا پیغام علی قلی خان داعستانی ششش انگشتی کے گھر سے آتا ہے۔ اگرچہ علی قلی خان سید عباسی ہے اور حسن علی خان کا بھتیجا ہے جو شاہ طہماسپ صفوی کا وزیر تھا لیکن جو کہ اُسکی بیٹی گنا بیگم ایک کسبی کے بطن سے ہے اسلیے شجاع الدولہ کی مان اس قرابت سے بھی راضی نہین اب دیکھیے کہان قرار پائے بادشاہ نے ارشاد کیا کہ نجم الدولہ کی بھی ایک بہن موجود ہے اور اس کا سلسلۂ نسب حلیمہ مرضعہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بہتر ہے کہ شجاع الدولہ کا بیاہ نجم الدولہ کی بہن کے ساتھ ہو جائے صفدر جنگ نے عرض کی حضور کا حکم غلام کے سر و چشم پر بادشاہ نے فرمایا کہ وہ لڑکی میری لڑکی ہے صفدر جنگ نے آداب تسلیم ادا کیا چنانچہ ۱۱۵۸ھ ہجری مین شادی قرار پائی بڑی دھوم سے شادی ہوئی ۴۶ لاکھ روپے صرف ہوئے[۲] صفدر جنگ نے اپنی خوشی اور بادشاہ کی خوشنودی کے لیے بڑا تکلّف اور کرّوفر کیا تھا۔ یہان تک کہ ساچق کے دن ایک ہزار اور کئی سو گھڑے چاندی کے تیار کرا کے عروس کے گھر بھجوائے کہ ہر ایک گھڑا سو روپے سے کم مین تیار نہ

[۱] دیکھو تاریخ عالم شاہی ۱۲ [۲] دیکھو عماد السعادت ۱۲

یہ بیان امدرام کے بیان کے سامنے جس سے ہمنے اقتباس کیا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا اور
یہ قیاس میں آتا ہے کہ نواب سید علی محمد خاں پہلے سے یکجہتی کیے بغیر یوں ہی قائم خاں کے ڈیرے
چلے جاتے خلاصہ کلام یہ ہے کہ نواب سید علی محمد خاں نے اپنی فوج کو نواب قائم خاں کے کیمپ
میں چھوڑا اور دو تین سو سواروں کے ساتھ نواب وزیر الممالک کے لشکر مین گئے عمدۃ الملک
اور ابو المنصور خان صفدر جنگ اور قائم خاں مورچوں سے سوار ہو کر بادشاہ کے پاس
چلے گئے اور سہ پہر کے وقت نواب وزیر نواب سید علی محمد خاں کو اپنے ہمراہ لیکر مورچوں سے
سوار ہوے وزیر الممالک پہونچے تو بادشاہ حرم سرا سے نکلے اور دیوان خاص میں مسند پر
بیٹھے اول عمدۃ الملک مدار المہام اور پھر دوسرے امرا سلطنت ارباب مجرا ہوے بعد اسکے
بادشاہ نے سید علی محمد خاں کی حاضری کا حکم دیا انتظام الدولہ خلف وزیر اعظم اُنکے دونوں ہاتھ
رومال سے باندھ کر حضور میں لے گئے بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آزاد اور اسکی تقصیرات کو معاف کیا
اسکے ہاتھ کھولدیا چاہیئے۔ نواب سید علی محمد خاں آداب بجالائے اور ہزار اشرفیاں بدر گذرانیں
جو منظور ہوئیں نواب سید علی محمد خاں کو رخصت کر دیا اور حکم دیا کہ بالفعل قائم جنگ کے پاس رہیں
پانچ جمادی الاولے اکیسوے کو چھ گھڑی دن چڑھے بادشاہ نے کوچ کر دیا تمام لشکر کے پیچھے
عمدۃ الملک تھے اور نواب سید علی محمد خاں سو سوار اور سو پیادوں کے ساتھ عمدۃ الملک کے ہمراہ تھے
اور اُسکے تمام علاقے پر فرید الدین خاں بن نواب عظمت اللہ خاں سابق حاکم مراد آباد مقرر کیے گئے
اور بادشاہ نے قائم خاں کو قائم الدولہ خطاب عطا کیا۔ واپسی کے وقت گنگا کے پل کی تیاری
کا کام علی محمد خان جارچی ملازم صفدر جنگ کے سپرد ہوا تھا۔ پل کی تیاری میں ہمسی دیر اور
دقت واقع ہوئی سلخ جمادی الاولے ۱۱۵۸ ہجری کو بادشاہ دلی میں پہونچگئے ابو المنصور خاں
صفدر جنگ روہیلوں کی خرابی کے نہایت درپے تھے چاہتے تھے کہ انمیں کا ایک متنفس باقی نہ

بادشاہ کی خدمت مین اطاعت اور عفو قصور کی درخواست کی اور بادشاہ کے بعض شرائط
کی بجا آوری پر راضی ہوے اور کہا کہ اپنی مقدرت کے موافق زر نقد بھی نذر کرونگا وزیر الممالک
نے مورچون سے ایک عرضی اس مضمون کی بادشاہ کے حضور مین بھیجی۔ بادشاہ رضامند ہو گئے
اور وزیر الممالک کو اختیار دیا کہ جو تمھاری راے ہے اُسکے مطابق کارروائی کرو اور دوسرے دن
سوال وجواب ہو کر صلح قرار پائی اور طرفین سے گولہ باری موقوف ہوئی۔ ۲ جمادی الاولے
روز جمعہ کو نواب سیّد علی محمد خان بنگڑھ سے بادشاہ کی قدمبوسی کے لیے سوار ہوے اس
عرصے مین آندھی چلنے لگی پھر کچھ بوندا باندی ہوئی اُنکی سواری آہستہ آہستہ چلکر قائم خان
کے خیمے کے پاس پہونچی وہان تھوڑی دیر قیام کیا اور اپنی گرد آلود اور بھیگی ہوئی پوشاک
بدلی۔ انند رام مخلص نے بنگڑھ کے سفرنامے مین اسی طرح لکھا ہے۔ یہان ایک بات جان لینے
کے قابل ہے کہ تاریخ فرخ آباد مین آردن صاحب نے بیان کیا ہے کہ نواب سید علی محمد خان
صفدر جنگ کے ذریعہ سے حضور سلطانی مین حاضر ہونا چاہتے تھے اور نواب صفدر جنگ کے
دیوان نولراے کے توسل سے معاملہ عہد وپیمان شروع ہوا تھا۔ قائم خان کی فوج صفدر جنگ کے
داہنے ہاتھ کی طرف تھی ایک دن نواب سیّد علی محمد خان بارہ ہزار زرہ پوش پٹھانون کی ہمراہی
مین صفدر جنگ کے پاس جاتے تھے جب اُنکی نظر قائم خان کے خیمے پر پڑی تو پوچھا کہ یہ خیمہ
کس کا ہے جواب ملا کہ قائم خان کا تب اُنکے خاص خاص سردارون نے کہا کیا ضرور ہے کہ
معاملہ صلح کا اعتبار ایک مغل اور اُسکے دیوان نولراے پر رکھا جائے یہان آپ کے ہم قوم
نواب قائم خان موجود ہین اُن سے سفارش کے واسطے درخواست کیجیے نواب نے اس بات کو
قبول کیا اور قائم خان کے پاس گئے قائم خان اُن سے نہایت تپاک سے ملے جب صفدر جنگ نے
جو منتظر تھے یہ مضمون سُنا تو نہایت برہم ہوے اور تمام عمر نواب قائم خان سے بغض رکھا

اُمرائے بادشاہی نے سید علی محمد خاں کے مغلوب کرنے میں نہایت سُستی اور کاہلی کا برتاؤ کیا۔
اسد رام اس امر کی نہایت شکایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عمدائے سلطنت
در گذر یہ اہلِ دولت کے کیا مدنظر ہے ۱۱۵۸ھ ہجری میں انکی خود کی تدبیروں کی وجہ سے
لشکر بادشاہی ہندوستان پر مسلط ہوگیا اور اُسے تباہ کر دیا نواب سید علی محمد خاں پر بادشاہ
نے بنفس نفیس چڑھائی کی اور اُنکے قیام گاہ سے تین کوس کے فاصلے پر پہونچگئے گر دہ تنگ
مطیع ہوسکے امرائے شاہی روز حملے کے لیے سوار ہوتے ہیں اور کچھ دور جاکر لوٹ آتے ہیں اور
اسی قدر یہاں سرداروں نے کفایت نہیں کی بلکہ ایک بیا افسوس کی بات ہے کہ بادشاہ کو
بعض اُمرائے سر دیا اور تھوڑے سے خواص اور چند خواجہ سراکے ساتھ تنہا چھوڑ کر جدا گئے ڈیرے
ڈیرے کر دیے ہیں میر آتش کا یہ حال ہے کہ وہ توپخانے کا افسر ہیں مگر سب سے زیادہ کاہل مزاج
اور نیند یہ داہیں۔ مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ وزیر کے متصدی ہر سد کو نواب سید علی محمد خاں نے
تباہ کر دیا تھا مگر پھر بھی وزیر عمدۃ الملک اور صفدر جنگ کے برخلاف نواب سید علی محمد خاں
کی طرفداری کرتے تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف بھی کہتا ہے کہ وزیر عمدۃ الملک اور صفدر جنگ
کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اسلیے نواب سید علی محمد خاں کے در پردہ طرفدار تھے ان دونوں امیروں
نے بھی پٹھانوں کی مہم کو وزیر کی مرضی پر چھوڑ کر ڈھیل ڈالدی تھی۔ بنگڑھ کے گرد
اسقدر گنجان بانس بوئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے گولہ انکے پار نہ جاسکتا تھا ہاں ٹوٹے
گولے شاہی توپوں کے بن گڑھ میں پہونچتے تھے اور طول محاصرہ سے گھوڑوں وغیرہ کو
گھاس چارے کی تکلیف ہونے لگی تھی آخر الامر پٹھانوں نے نواب سید علی محمد خاں کو صلاح دی
کہ صلح کرلینی چاہیے کیونکہ جو اپنے سلطان سے جنگ کرتا ہے اُسپر اُسکی عورت حرام ہوجاتی ہے
یکم جمادی الاول کو نواب سید علی محمد خاں نے نواب قائم خاں والی فرخ آباد کی معرفت

لیکن آیندہ ایسا ہوگا تو جملہ چیزین سرکار مین ضبط کر لی جائینگی صفدرجنگ نے اُن قزلباشون کو
اتنا پٹوایا کہ دو آدمی صدمے سے مرگئے۔ پہلی ربیع الثانی کو سنبھل سے بادشاہی فوج آگے بڑھی
۱۷ ربیع الثانی کو ایک مقام پر امرا بادشاہ کے پاس حاضر ہوے۔ جوکہ تھوڑے عرصے سے
صفدرجنگ اور قائم جنگ والی فرخ آباد مین ملال تھا اسلیے وزیر اعظم نے بادشاہ کے حکم سے
دیوان خاص کے خیمے مین بادشاہ کے پس پشت دونون کے ملاپ کراکے بغلگیر کرا دیا۔ ۲۳
ربیع الثانی کو بادشاہی فوج بن گڑھ سے چار پانچ کوس کے فاصلے پر جا پہونچی سہ پہر کے وقت
نواب سید علی محمد خان کی فوج شاہی فوج پر حملہ کرنے کے لیے قلعہ سے نکلی اور آگے بڑھی
عمدۃ الملک امیر خان اور صفدرجنگ حاکم توپخانہ اور نواب وزیر الممالک مقابلے کو روانہ ہوے
اور گولہ اندازی شروع کرائی۔ نواب سید علی محمد خان کی فوج پسپا ہو کر قلعہ مین گھس گئی ۲۶ ربیع الثانی
کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ نول راے نائب نظامت صوبۂ اودھ بادشاہ کے حضور مین آتا تھا کہ اُسکی
اور سید علی محمد خان کی سپاہ سے لڑائی ہوگئی اور پائندہ خان سید علی محمد خان کا سردار مارا گیا
صفدرجنگ یہ خبر سُنکر مدد کو سوار ہوے۔ نواب وزیر نے اپنی سرکار کے بخشی اول صوفی بیگ خان نامی کو
حکم دیا کہ فوج لیکر صفدرجنگ کے ساتھ جائے اور وزیر آپ سوار نہ ہوے۔ اس لیے کہ ہر کاردن
کی زبانی معلوم ہوگیا کہ لڑائی ہونے کی خبر غلط ہے۔ اصل اس واقعہ کی اس قدر تھی کہ نول راے کی
آمد آمد کی خبر سُن کر صفدرجنگ اس خیال سے سوار ہوے تھے کہ مبادا نواب سید علی محمد خان اُس
کا راستہ روکین ان سب باتون کے علاوہ صفدرجنگ کی اصلی غرض یہ تھی کہ وہ بادشاہ سے
عرض کر چکے تھے کہ ملک اودھ کا نائب ایک بھاری جمعیت رکھتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا پس اُسکو
ہمراہ لانے مین اُسکے ہمراہیون کی تعداد کھُلے گی نہین مغالطہ باقی رہیگا اور یہ راے اُن کی
بہت صائب تھی غرضکہ صفدرجنگ نول راے کو ساتھ لیکر سہ پہر کے وقت لشکر شاہی مین داخل ہوے

سوار ہوکر کولی باغ میں ٹھہرے وزیرالممالک اعتمادالدولہ اور عمدۃ الملک امیر خاں اور
ابوالمنصور خاں میر آتش وغیرہ امرا ہمرکاب تھے۔ ماہ صفر میں بادشاہ نے امرا کو جمع کرکے
سید علی محمد خاں کی تنبیہ کے لیے رائے قرار دی۔ لشکر کی ہراولی وزیرالممالک کو ملی ۱۲ صفر کو
پانچ گھڑی دن چڑھے بادشاہ نے تخت رواں شکاری پر سوار ہوکر فرحت افزا سے کوچ کرکے
دریائے ہینڈن کے پاس جیورن میں مقام کیا تھا کوجشن نوروز کی محفل منعقد ہوئی جس کا رنگ
سریستی تھا اور وہ مراد ہے تحویل آفتاب سے بیت الشرف میں اور بیت الشرف ایسے برج کو
کہتے ہیں جس میں کوئی سیارہ پہونچ کر شرف اور سعادت پاتا ہے پس ہر سیارے کے لیے
بیت الشرف علیحدہ ہے چنانچہ آفتاب کا بیت الشرف برج حمل ہے۔ وزیر اور صفدر جنگ
اور عمدۃ الملک نے ایک ایک سو ایک ایک اشرفیاں نذر دکھائیں اور تہنیت کے آداب بجالائے
۱۹ صفر کو بادشاہ نے پرگنہ ڈاسنہ میں پہونچکر حکم دیا کہ میر بحر دریائے گنگا کے پل کی درستی کو
روانہ ہو اور بادشاہ رام گھاٹ ضلع بداین کی راہ گنگا کو عبور کرکے پرگنہ اگور میں آپہونچے
اس وقت نواب سید علی محمد خاں نے آنولہ کو چھوڑکر بن گڑھ عرف سنگوس پناہ لی
۹ ربیع الاول سے ۱۶ ربیع الاول تک ستہبار پور میں بادشاہ کا مقام ہوا۔ انکو آگے روانہ ہوئے
صفدر جنگ کے قزلباش ملازم گاؤں میں جاکر لوٹ مار کرتے تھے اور جانور اور آدمی پکڑ لاتے
تھے وزیرالممالک نے بادشاہ سے عرض کرکے کھیتوں اور دیہات کی حفاظت کیلیے فوج مقرر کردی
اور حکم دیا کہ اگر کوئی قزلباش رعایا کو ستائے تو اُس کو سزا دینی چاہیے اور باندھکر لانا چاہیے
ایک دن صفدر جنگ کی سرکار کے چالیس ہاتھی کھیتوں کے چارے سے لدے ہوئے تیس
قزلباشوں کے ساتھ لشکر میں آرہے تھے فوج محافظ انکو وزیرالممالک کے پاس پکڑ لائی
وزیر نے انکو بادشاہ کے حضور میں پیش کردیا حکم ہوا کہ ہاتھی جسکے ہیں اُس کے پاس پہونچا دو

نواب موصوف سے ناخوش کردینا۔ بادشاہ کی نواب صاحب پر چڑھائی طول طویل محاصرے کے بعد نواب سید علی محمد خان کا بادشاہ کی اطاعت کرلینا۔

سنہ ۱۷۴۶ء مین داروغہ عمارات نواب صفدر جنگ سال کے لٹھے کاٹنے کیلیے دامن کوہ کمایون
مین آیا تھا نواب سید علی محمد خان روہیلہ کے ملازم تھانے مین متعین تھے اُنسے لڑائی ہوگئی
اور کئی آدمی دونون طرف سے مارے گئے اور ملازمان صفدر جنگ بہت مغلوب کیے گئے۔
داروغہ کارخانے کو جنگل مین چھوڑ کر دلّی پہونچا اور صفدر جنگ سے کہا کہ آپکی عمارت کا تمام کارخانہ
روہیلون نے برباد کردیا اور نوکرون کو مار ڈالا صفدر جنگ کو بہت غیظ پیدا ہوا کہنے لگے
کہ اب ہماری یہ ذلّت ہوگئی کہ روہیلون نے ہمارے کارخانہ عمارت کو لوٹ لیا اعتماد الدولہ
قمرالدین خان سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ہماری رفاقت اس بات مین کرین اور بادشاہ کو
نواب سید علی محمد خان کی سزادہی پر متوجہ کرین تو بہتر ہے ورنہ مین ضرور بادشاہ سے
عرض کرونگا اعتماد الدولہ نے اگرچہ بظاہر آرے بلے کردیا لیکن صفدر جنگ سے دلی عناد
کی وجہ سے در پردہ نواب سید علی محمد خان کے طرفدار رہے۔ صفدر جنگ کو جب یہ بخوبی یقین
ہوگیا کہ اعتماد الدولہ تہ دل سے نواب علی محمد خان کی جانب داری کرتے ہین تو عمدۃ الملک
امیر خان اور غازی الدین خان فیروز جنگ اور محمد اسحاق خان اور حیدر قلی خان اور صمصام الدولہ
بیرم خان اور کامیاب خان وغیرہ کو موافق کرکے ایک بڑا شکایت آمیز واقعہ بادشاہ کے سامنے پیش کرکے
بادشاہ کو روہیلون کے استیصال پر متوجہ کیا چنانچہ محمد شاہ ایک لاکھ جمعیت کے ساتھ بذات خود اس مہم پر آمادہ ہوئے
انندرام مخلص نے اس مہم کے سفرنامے مین لکھا ہے کہ ۲۴ محرم ۱۱۵۸ ہجری کو محمد شاہ دلّی سے

آں طرف دریائے سرجو بنابر یاس وہراس فوج اسلام ورسیدن زمیندار سری نگر سرمور کمٹ
بہ اجتماع دو رستادن ادھر پورہ خود را برائے مصالحت وایکہ بسب ریزش برف بمقتضائے
مصلحت ومشورت یکدیگر ار احکام راحت نمودہ در رکاز رسیدہ شدہ در جیسے بہ آنولہ
مے رسید مطالعہ در آمد حقیقت مندرجہ حرف بہ حرف بوضوح پیوست کیفیت سمیت آب و
ہوائے کوہستان وقلت محاصل آں ملک پر ظاہر بود کہ پیش ازیں ہم نگارش رفتہ اگر حفاظت
اماکن مانحودہ کوہستان از قرار واقع متصور باشد استحکام آں مضائقہ ندارد واگر ازنا موافقت
آب وہوائے آنجا صورت بست ایں معنی متعذر باشد باز میندار آنجا دار مدار نمودہ ادرار خود
باید ساخت آں مہرباں نظر بہ آں کار خوبی ارکان حضور کہ دار مدار کردہ لعج دمیسری
معاودت نمودند ومقتضائے مشورت وقت کار پرداختند مستحسن ومناسب بحصول رسید دانست
کہ بروفق مرضی اعیان حضور پر نور از مداخلت اماکن کوہستان دست درآستین کشیدہ
درآنولہ رسیدہ شدہ۔ دریں صورت حصول رضامندی ارکان حضور وہم ظہور تقیاد دو دودنت
درپیش گاہ والا خواہد گردید فقط

ان خطوں کو کاتبوں نے بیحد غلط لکھا ہے اسلیے مطلب نکالنے میں دقت بہت ہوئی اور
بعض الفاظ میں قیاس کو مداخلت دی اور غور وخوض سے لفظوں کو موقع پر جمانے کی کوشش
عمل میں آئی ممکن ہے کہ اصل عبارتوں کے بعض الفاظ بدل گئے ہوں مگر مطلب ہاتھ سے
نہیں جانے دیا۔

ملازمان نواب سیّد علی محمد خان کے ہاتھ سے دار وغہ عمارات صفدر جنگ کو ہزیمت پہونچنا صفدر جنگ کا محمد شاہ کو

وآینده دیگران را از نتائج خدمت مایوس نمودن بلکه از خدمتگذاری باز داشتن ست
زود به بهرنند باید نوشت که دست از پرخاش بآستین کشد و معاملت نماید و به نواب بهادر
هم بتاکید نگارش یافته که اگر ارقام اینجا واظهار ایشان نواب موصوف به سمع صفا جا دهند
خیر والا بوالاجناب ارفع واعلی عرض نمایند که حضرت بدولت ازین عزیمت ممانعت فرمایند۔
آن مهربان هم بر قلیل وکثیر نظر نکرده وروپیه را عزیز نداشته بمعاملت پردازند و بهر نهج که
باشد سررشته سلوک وآشتی از دست ندهند۔

ایضاً۔ فوج همراهی ایشان گاہے بمعاینه در نیامده یقین ست که مردم خوب ومحنتی خواهند بود
از رفاقت رفقا وتردد ومحنت آن ها همه مقدمات رو به اسلوب مے آرد و کارها بخوبی سرانجام
مے پذیرد مکان هارا مستحکم واجتماع جمعیت ولوازم محاربه درست باید داشت و فوجها که در تهانجات
واطراف وجوانب متفرق بوده باشد همه را یک جا فراهم ومجتمع باید ساخت که درصورت معاملت
کسے زمین را بر داشته نخواهد برد باز استحکام تهانجات مے تواند شد واگر جمعیت جابجا منتشر
ومتفرق باشد بنا بر بُعد مسافت بروقت خبرگیری هم گر متعذر ومعهذا اگر طرفے بیک فوج
چشم زخم برسد دیگر افواج را دل سردی روے مے دهد این قسم مقدمات خیلے بامتحان وتجربه
این جانب آمده ست لهذا بمبالغه واغراق نوشته مے شود که اولاً بهر قسم که ممکن باشد
به سخنان آشتی آمیز وهم بزر هارفع پرخاش نموده این آتش را فرو باید نشانید وبهسال از منافع
محالات طمع باید برداشت درصورتیکه این معنے صورت پذیر نه شود وخواه مخواه مقدمه به ستیز
وآویز کشد درصورت استعداد ومضبوطی باهم مصالحت ومعاملت بآئین بهین بسیرے تواند شد
وهم مقدمه جنگ بآئین بهتر بعرصۂ ظهور مے تواند رسید زیاده چه نگارش رود۔

ایضاً رقیمه مرسله سامی متضمن رسیدن در الموڑه پنجم رمضان ومامن گرفتن کوهیان

خواہد نمود۔

بنام نواب سید علی محمد خان القاب کے بعد لکھتے ہیں رقیمہ مرسلۂ سامی موصول
مطالعہ گردید حقیقت مندرجہ حرف بہ حرف پیرایۂ اصلاح پوشید نوشتہ بودند کہ ہرسد
او خود داوں کار عقلی خریف الحال کہ ارادہ یرحاش دارد باعث آں دریافت مے شود اگر
بہ طلق ایمائے نواب وزیرالممالک بہادر ست ازیںجانب نواب موصوف نگارش رود۔ پیشتر
دریافت شدہ بہ دشتیں از حلق براجہ ہرسند کرر مرقوم گشتہ و بہ نواب بہادر مدفعات اتمام یافتہ
کہ بہ نواب وزیرالممالک بہادر طاہر ساختہ نوشتۂ مانعت از آدیر شیہا بہ ایشاں سام ہرسد فرود
لعر یسد چنانچہ دیروز کہ چہارم محرم روز یکشنبہ بود رقیمۂ نواب بہادر وصول یافت کہ ہرچند
از نواب موصوف گفتہ شد ایشاں خواہ مخواہ میر معین الدین خلف خود را از پیش گاہ والا
بجہت پشت گرمی ہرسند رخصت دہانیدند واز نواب بہادر ہم برائے ہمراہ کردن جمعیت گفتند
چوں عذر قلت مردم درمیاں آوردند گفتند کہ ایں جانب بنگارند کہ ازاں طرف فوج برسد
چنانچہ برایں ہمہ مراتب محمد دلیر را مطلع کردہ ہمراہ فلانے کہ از فلانے مدارمہمات ہرسد اتصال
برادری و قرابت قریبہ دارد فرستادہ شد کہ مطالعہ و استمداد نمانیدہ ہرسند از سرپرخاش
باز دارد و بہ ترتیب مصالحت آورد و بہ نواب وزیرالممالک مطالعہ کمال نوشتہ شد کہ ایں
ہر دو فوج خود را کہ عبارت ازاں مہرباں و راجہ مذکور باشند دریں وقت کثرت شورش کفار
ارگرد آویزش چہ گرہ مصئوں داشتن مناسب ست و مہد فلانے یعنی آں مہرباں اسوج عظیم
با ایشاں دارند و جہلے شاں ہرسال برائے خدمتگاری بخدمت مے رسد ہنگام محاربہ
سیف الدین علی خاں خود شاں رسیدہ مصدر ترددگردیدہ بودند الحال کہ درجلدوے
ایں ہمہ خدمتگاری ہا انتزاع ریاست و برآوردن شاں از وطن منظور خاطر گردیدہ جائے تعجب

علی محمد خان بہادر کہ ہفت ہشت کروہ پیشتر از آنولہ سکونت داشت رسیدہ باوجود این حالت سزاولان دوستدار نواب محمد علی خان بہادر را نمے گذاشتند کہ از آنولہ بر آیند بسبب کرر رسیدن خطوط مردم آن فوج متضمن اضطرار بے اختیار در فوج خود رسیدند مشیت ایزدی آویزشے بر روے کار آمد و آنچہ پیش نہاد خاطر انبود بعرصۂ ظہور رسید الحال ہم نواب محمد علیخان بہادر مراتب رسوخ و خلوص خود بسامی خدمت مے نویسند کہ درین مقدمہ تقصیر بندہ نیست. ہرچند بجہت معاملہ و آشتی خواستم۔ زمینداران اخراجی راجہ ہرنند را بر سر معاملت آمدن نداوند لاچار بحفظ جان و ناموس ایستادم و سابق ہم برائے خدمتگذاری نواب وزیر الممالک حاضر بودم و الحال نیز درصورت عفو تقصیر و بودن بر مکان و وطن و نیز بہ خدمتگذاری نواب جان نثاری خواہم نمود معہذا آنچہ مرضی سامی باشد بر آن اطلاع رود۔

ایضاً۔ پیش ازین دو قطعہ رقائم یکے پیش از وقوع محاربہ بہ نواب محمد علی خان و ہرنند و دویمی بعد ر و داد ستیز و آویز بسامی خدمت ابلاغ یافتہ تا حال خاطر دوستی فخار بعز وصول جواب آن انتظار دارد۔ شاید کہ خطوط مذکور از دست قاصدان بعرصۂ تلف در آمدہ یا آنکہ بکوتاہ دستی نامہ بران مزین مطالعہ لامعہ نشدہ والا چہ احتمال کہ جواب آن رقم پذیر خامۂ اشفاق طراز نگردد دوستدار در بارہ نواب محمد علی خان بہادر اصلا گاہے عرضداشت بقدسی جناب ارسال نداشتہ مگر دو دفعہ در مقدمہ شان بسامی خدمت مصدع شدہ۔ کیفیت شورش رو بکار و استیلا و غلبۂ کفار بر ضمیر منیر روشن و مبرہن اول نواب محمد علیخان بہادر از اہل اسلام و معہذا از متوسلان قدیم آن مہربان اند اگر رقم عفو بر صفائح جرائم شان کشیدہ شود و بجاے و مکان خود سکونت پذیر توانند ماند بمقتضاے صدق رسوخ کہ از دل و جان بسامی خدمت متحقق دارند رونے بکار شریف خواہند آمد و جان نثار بہا

لیکن امسال شورش مرہٹہ بیشتر از بیشتر دریافت مے شود دریں وقت آویزش و ستیزش این دو فوج اسلام کہ ہر دو اداں سامی سرکار مناسب نے باید۔ فوج نواب محمد علیخان بہادر ہمیشہ و ہر سال بمقتضائے فدویت بخدمت گذاری شریف حاضر ماندہ و در وقت تاخت عظیم اللہ خان بہادر بسمت ہار بہ خودش بجمعیت ہمراہی رسیدہ مصدر ترددات شدہ الحال نیز مطیع و منقاد ند شجعے کہ ایں قدر خدمت نماید در اندک مقدمات استیصال و اخراج فرمودن فی الحقیقت دیگر عبودیت کیشان را مایوس نمودن ست و بعہد استیلائے شورش کفار باین درجہ درچنین وقت اولواح اسلام را ہم گرچپقلش نمودن و کشتہ و خستہ شدن چہ مناسب بر تقدیریکہ از نواب محمد علی خان بہادر امر بیجا ہم بوقوع رسیدہ باشد این مرتبہ عفو جرائم شان باید فرمود۔ و براجہ ہرسند اجازت شود کہ معاملت نمودہ آتش جدال و قتال را منطفی سازد۔

ایضاً بسامی مفاوضہ در مقدمہ نواب محمد علی خان بہادر عز وصول یافت پیش از وصول رحمت خان و شاہ اختیار را فرستادہ شدہ بود کہ فیما بین مشارالیہ در اجہ ہرسند سلوک معاملت نمودہ رفع مخاصمہ نماید۔ رحمت خان بمانعت راجہ مذکور ہیں او تامت و شاہ اختیار نیز نزد راجہ مذکور رفت و آنجا کہ شاہ اختیار موافق گفتہ نامبردہ کہ از نزد این جانب دو کس معتبران بیارد کہ معاملت صورت پذیر دپیش در شد ار رسیدہ فی الفور مقیم خان وعبداللہ خان را مع شاہ اختیار در حریطہ سامی مفاوضہ بجسب روانہ ساخت و ایشان تا بدایوں رسیدہ بودند و پیشتر ازیں رحمت خان نیز فرستادہ مخلص بر در اجہ ہرسند رسیدہ و شش روز در توجش قیام داشتہ آمادہ بر مہمت معاملت و رفع منازعت مے کرد ہرسند لیں راہم رخصت بود و بیست و چہار کروہ مسافت کردہ راہ طے کردہ و ردیکی فوج نواب

فوج کشی کرکے داؤد خان کا انتقام لیا اس پہاڑ پر اب تک مسلمانی ریاست قائم نہین ہوئی تھی اور نہ کسی مسلمان بادشاہ نے اسپر حملہ کیا تھا نواب نے اس ملک کو فتح کرکے پہاڑ کے اوپر کا ملک تین لاکھ روپے کے خرچ پر راجہ سری نگر کے حوالے کرکے کاشی پور اور رُدّر پور کو اپنے ملک مقبوضہ مین شامل کرلیا۔

(۱۰) اسوقت نواب سید علی محمد خان کا اقتدار بہت بڑھ گیا مراد آباد سنبھل بریلی پیلی بھیت۔ آنولہ وغیرہ بہت ملک انکے قبض و تصرف مین آگیا اور تیس چالیس ہزار پٹھان انکے پاس جمع ہوگئے انکے حق مین شاہ حمزہ صاحب کشف الاستار مین لکھتے ہین "عجب کسے بود داستان سخاوت و شجاعت و عدالت او بر زبانہاست درین اوراق گنجائش پذیر نیست"۔

(۱۱) نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کے خطون کو انکے میر منشی بھگوان داس نے جمع کرکے اُس کا نام عزیز القلوب رکھاہے۔ اسمین وہ خط بھی ہین جو اُنھون نے راجہ ہرنند اور نواب سید علی محمد خان کی جنگ ہونے سے قبل دہلی کے وزیر اعظم قمر الدین خان کو صلح کی تحریک مین لکھے تھے اور نواب سید علی محمد خان کو انکے خطون کے جواب مین تحریر کیے تھے انکے دیکھنے سے نواب سید علی محمد خان کی نیک خیالی اور صلح جوئی اور ارکان سلطنت کی فتنہ پردازی اور جنگ وجدل کی شعلہ افروزی کا پتا چلتاہے مین اُن خطون کو یہان نقل کرتاہون کیونکہ ایسی کمیاب کتابین ہر جگہ کہان ملتی ہین۔

بنام قمر الدین خان وزیر۔ نواب صاحب مشفق مہربان سلامت درین ولا از خطوط قائم خان بہادر دریافت شد کہ میر معین الدین خان بہادر از خدمت سامی برائے پشت گرمی راجہ ہرنند دستوری مے یابند۔ نواب محمد علی خان بہادر از متوسلان سامی ہستند و بر ضمیر رافت پذیر مبرہن ست کہ با وصف قرب وجوار درین مدت گاہے بکار دستدار نیامدہ اند

انھوں نے نواب موصوف کی شکایات محمد شاہ کے حضور مین کین بادشاہ نے قمر الدین خاں وزیر اعظم سے فرمایا کہ روہیلوں کی تدبیر کرنی چاہیے قمر الدین خان نے ۱۱۵۵ھ ہجری مین اس مہم پر راجہ ہرنند نامی کھتری کو مامور کیا اور بہاں جنگ جیسے توپخانہ اور بانوں کا ذخیرہ اور دوسرا ساماں اپنی سرکار سے دیکر حکم دیا کہ جتنی فوج کی ضرورت سمجھے اور انتظام صوبہ مذکور کیلیے ضروری ہو نوکر رکھے ہرنند سنگھہ نے اطراف وجوانب کے راجوں کو بھی کمک کے لیے بلا لیا اگرچہ نواب کو اپنی فوج کی دلاوری پر اعتماد کلی تھا اور خدا کی برکت سے وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب رہتے تھے گرچونکہ ہمیشہ واقعات جنگ میں تسمہ رہا کرتا ہے اسلیے وہ لڑائی سے پہلو بچاتے تھے اور نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد سے اس امر کی درخواست کی کہ آپ ہمارے اور راجہ ہرنند کے درمیان مین پڑکر تصفیہ کرادیں گرحد اکو تو منظور تھا کہ دشمنوں کی نحوت وغرور کا توڑنا اور انکا قدم اس ملک مین جمانا تھا اسلیے وزیر نے نہ مانا اور بادشاہی توپخانہ راجہ کی کمک کے لیے بھیجدیا اور اپنے بیٹے میر معین الدین خاں کو بادشاہ سے اجازت لے کر ایک بھاری لشکر کے ساتھ راجہ کی مدد کو روانہ کیا نواب نے صلح سے مایوس ہو کر ہرنند پر ایسے زور شور کے ساتھ حملہ کیا کہ اُس کی تمام قوت کا شیرازہ بکھر گیا اور اُسکی قریب پچاس ہزار کے سپاہ میدان جنگ میں نواب کے ہاتھ سے پامال اور مغلوب ہو گئی اور راجہ کے عین میدان جنگ میں مارے جانے نے اس فتح کی عظمت کو دوبالا کر دیا اس فتح کے بعد نواب نے قریب قریب تمام روہیلکھنڈ پر قبضہ کر لیا آخر کار ارا کین سلطنت نے بیسی کی حالت میں نواب سید علی محمد خاں سے صلح کا موجانا مثل فتح کے سمجھے نواب نے اس طرح کی فتوحات سے سلطنت مغلیہ کے اُمرا کو مغلوب کر دیا تھا۔

(۹) واقعۂ ہرنند سے چھ ماہ کے بعد نواب سید علی محمد خاں نے راجہ کمایون پر

کے نام سے مشہور ہوئی ۱۷۳۵ء مین اُنکی قوت بہت زیادہ ہوگئی کیونکہ سلطنت کی حکومت دم بدم انحطاط پر تھی جو مجرم سلطنت کے خوف سے بھاگتا تھا وہ اُنکے پاس آکر پناہ گزین ہوتا تھا ۱۱۵۱ہجری مطابق ۱۷۳۹ء مین نادر شاہ کی چڑھائی کے وقت دہلی لُٹ لٹا کر سلطنت کی حالت بہت ضعیف ہوگئی ایسی ابتری کے وقت مین نواب سید علی محمد خان کو اپنے ملک کی ترقی اور اپنی قوت کی دُرستی کا بڑا موقع ملا اس بدنظمی سلطنت کے باعث بہت سے پٹھان دہلی سے بھاگ کر انکی فوج مین شامل ہونے لگے۔

(۷) بظاہر نواب سید علی محمد خان کے حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ بادشاہ اور وزیر کے مکرر بُلانے سے دلی چلے جاتے اور وہان دربار مین حاضر باشی کرتے تو بادشاہ کے دلکو عمدۃ الملک امیرخان اور صفدر جنگ اور برہان الملک سعادت خان اور صمصام الدولہ اور نظام الملک آصف جاہ اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان کی طرح پیارے ہوتے کیونکہ جبکہ اُنکو گھر بیٹھے پنجہزاری تک منصب ملگیا تو وہان رہنے اور آنے جانے سے اور بھی محبت اور درجۂ امارت و تقرب شاہی بڑھتا لیکن جب ہم غور سے دیکھتے ہین تو اُن کا وہان نہ جانا اور ٹالے بالے بتا دینا ہی بہتر ہوا کیونکہ اُس بذلہ سنجی اور لطیفہ بازی کے دربار مین عیش و عشرت کی بہار تھی وہان امیرخان جیسے شخص کی باتون کی قدر تھی اور نواب سید علی محمد خان نبرد آزمائی و کشور کشائی کے جوہرون کے آدمی تھے اُنھین بھلا ایسی باتین کہان بنانا آتین کہ بادشاہ اور اہل دربار کو ہر وقت ہنساتے رہتے اُنھون نے تو ملک گیری اور ملک داری اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے اوصاف سے پورا پورا حصّہ پایا تھا وہ ایسے آدمیون مین جو شراب و کباب اور عیاشی مین مستغرق رہتے ہون کیسے نبھ سکتے۔

(۸) ابوالمنصور خان صفدر جنگ کو نواب سید علی محمد خان سے دلی عداوت تھی

دار الحکومت قرار دیا یہان تک کہ قمر الدین خان وزیر اعظم سے بھی تعارف حاصل ہو گیا اور اب سمت سا خالصے کا علاقہ اور امرا کی جاگیریں نواب کو ٹھیکے مین حاصل ہوئیں اور زر مستاجری کو ایسی حسن دھندی سے ادا کیا کہ تمام ملک میں آپکی ساکھ بندھ گئی اور امارت کا سامان جمع ہونے لگا اور بادشاہی اُمرا سے خط وکتابت کرکے تحفے تحائف بھیجکر اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

(۵) ۱۱۵۰؁ھ ہجری میں اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر ہندوستان نے اپنے بھائی عظیم اللہ خاں کی ماتحتی میں سیف الدین علی خان رئیس جانسٹھ برادر حسین علیخان امیر الامرا پر بادشاہی فوج روانہ کی تو نواب سید علی محمد خان کو بھی دو ہزاری منصب اور علم و نقارہ بادشاہ کے حضور سے بھجوا کر اُنکی رفاقت مین جانے کا حکم دیا جیسا کہ منتخب العلوم میں ہے، اور اس مہم کے فتح ہونے کے بعد وزیر اعظم نے نواب سید علی محمد خان کو جلادت و جانفشانی کے صلے میں محمد شاہ کی جانب سے نوابی کا خطاب اور نوبت اور طوغ و علم و ماہی مراتب اور منصب پنجہزاری ذات اور پانچہزار سوار کا بھیجا جیسا کہ جلد سوم تنقیح الاخبار فی آثار الاولیا میں ہے۔

(۶) نواب سید علی محمد خان چونکہ صاحب حزم و ارادہ تھے ہر ایک تقریب اور تدبیر کے ساتھ محالات قرب وجوار کو مسخر کرنے لگے تمام ملک جاگیرداروں اور وزیر سے ٹھیکے مین علاقہ لے لیا ہزاروں پٹھان اطراف قندھار کے افواج ایرانی کی یورش کی وجہ سے اپنے ملک سے نکل آئے تھے وہ نواب ممدوح کے پاس آکر جمع ہو گئے کیونکہ اُنکی شجاعت اور افغانی دوستی کا حال دُور دُور مشہور ہو گیا تھا اور سید علی محمد خان کی جمعیت روہیلون

۱۱۵۰؁ طوغ یا ڈھول دمیں سمرہ بمعنی نشان فوج ۱۲

تدبر کی گواہی دیتے ہین

(۴۳) نسب ان کا سادات بارہہ کو پہونچتا ہے جیسا کہ عماد السعادت تاریخ اودھ مؤلفہ سید کریم علی۔ اور آئینہ محمدی مؤلفہ شاہ آل احمد صاحب خلف شاہ حمزہ صاحب سجادہ نشین مارہرہ وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے تاریخ سادات بارہہ مولفہ سید مظفر علی خانصاحب رئیس جانسٹھ ضلع مظفرنگر مین آپکا آبائی شجرہ اسطرح لکھا ہے۔

نواب سید علی محمد خان بن سید دلاور علی بن سید یعقوب علی بن سید دلدار علی بن سید یونس بن سید ابراہیم بن سید فتح محمد بن سید احمد بن سید حمزہ بن سید یوسف عرف سید گدن بن سید ابی طالب بن سید تاج الدین بن سید حسین عرف سید حسنے بن سید علی بن سید ادی عرف سید ہدیا بن سید فخرالدین بن سید محمد بن سید علاؤل بن سید ابوالحسن بن سید ابوالفتح بن سید ابوالفضل بن سید ابوالفرح واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید تحیےٰ بن سید زید ثالث بن سید عمر بن سید زید ثانی بن سید علی بن سید حسن بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید عیسیٰ مؤتم الاشبال بن زید شہید بن جناب امام زین العابدین علیہ السلام بن جناب امام مظلوم سید معصوم حسین شہید کربلا علیہ السلام بن جناب امیرالمومنین شیر یزدان شاہ مردان علی علیہ السلام۔

(۴۴) راجہ کماؤن کے حکم سے داؤد خان کے مقتول ہونے کے بعد بیس سال سے کچھ زیادہ عمر مین نواب سید علی محمد خان اُنکے قائم مقام ہوے اور اپنے خداداد جوہر قابلیت کی بدولت ایکدم سے روہیلون پر حکومت کرنی شروع کردی اور تمام ملک کٹھیر کی تسخیر کا آہنگ کیا اور آنولہ اور اُسکے قرب وجوار پر بزور شمشیر قبض و تصرف کرکے آنولے کو اپنا

صفدر جنگ کو میر آتشی یعنی توپخانے کی افسری کا خلعت عطا کیا اس موقع پر بادشاہ نے وفاداری اور حقوق نمک خواری کی بقا اور توقعات کے الفاظ اسی زبان سے ارشاد کیے صفدر جنگ نے اپنا نائب خاصہ جو میر آتش کے لیے ضروری ہوتا تھا قلعہ میں آراستہ کرکے اپنی سکونت وہاں قرار دی اور سید ہدایت علی کی بادشاہ سے سفارش کرکے چکلہ سکندرہ کی سند اسکو دلادی اور بادشاہ کی کورنش سے مشرف کرایا اور خدمت نظم کا خلعت دلوایا ۲۷ شعبان ۱۱۵۸ھ ہجری کو بادشاہ نے اسد الدولہ اسد یار خاں کو صوبہ داری کشمیر سے معزول کرکے یہ خدمت صفدر جنگ کو عطا کی جنہوں نے اپنے ماموں کے بیٹے شیر جنگ کو مع فوج مغلیہ اور ہندوستانی کے وہاں کے بندوبست کو روانہ کیا۔ شیر جنگ نے وہاں پہونچکر میر اللہ کو جو بڑا بہادر اور متمرد تھا عہد وپیمان کے ساتھ دلجوئی کرکے اپنے پاس بلالیا اور قید کردیا اور تھوڑے دنوں وہاں رہ کر انتظام کرکے صفدر جنگ کے ایک رفیق افراسیاب خاں نامی کو صفدر جنگ کے حکم سے اُس صوبے کی نیابت پر چھوڑ کر خود دلی کو لوٹ گیا۔

نواب سید محمد علی المخاطب بہ نواب علی محمد خان معروف بہ روہیلہ

(۱) نواب موصوف ۱۱۳۸ھ ہجری میں پیدا ہوے تھے۔

(۲) داؤد خان بڑیچ نے جنہوں سے روہیلکھنڈ میں روہیلوں کی ریاست قائم کرنا چاہی تھی بوجہ لاولدی کے چھٹپن میں آپکو متبنے کیا یہ ہونہار لڑکا داؤد خان کے سایہ میں پرورش پانے لگا اور بڑا ہوکر ایسا نکلا کہ مورخ اُسکی اولوالعزمی جوانمردی اور

اُسکے انصاف کی ایک حکایت یہان بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار نول رائے کا مقام پرگنہ سانڈی مین قصبے سے چار کوس کے فاصلے پر ہوا اُسکے سفر کا یہ قاعدہ تھا کہ بھیر اور سامان اور تمام لشکر کو رات سے روانہ کر دیتا اور خود غسل اور پوجا کر کے اور کھانا کھا کر پہر دن چڑھے سوار ہوتا تھا ہنوز اپنی ضروریات سے فرصت پا کر کمر باندھکر ہتھیار لگا کر خیمے سے نکلکر ہاتھی پر سوار ہونا چاہا کہ اُسی وقت پرگنہ سانڈی کی رعایاے اہل حرفہ نے آکر دُہائی دی اور فریاد کی کہ سلام اللہ چودھری نے ڈاکہ مارا ہے ہمارا مال لوٹ لے گیا ہے راجہ نے حکم دیا کہ سلام اللہ کو فوراً حاضر کرین غول سے دو شتر سوار نکلے اور اُسکے لانے کے لیے شتر دوڑا کر گئے ابھی راجہ کھڑا تھا کہ فراشون نے فرش پاکر کرسی اور مونڈھے اور فرش لا کر بچھایا راجہ اور رسالہ دار و جماعہ دار و مصاحب گھوڑونسے اُترکر بیٹھے اور بادشاہون کا تذکرہ باہم ہونے لگا ایک پہر نہ گذرا تھا کہ سلام اللہ کو شتر سوار لے آئے راجہ نے اُس سے بلند آواز کے ساتھ کہا کہ "یہ آدمی تمپر فریادی ہین تمنے کیون اِن کو لوٹا ہے" سلام اللہ نے عرض کیا کہ غلام گنہگار ہے حکم ہوا کہ راضی نامہ لاؤ اُسی وقت سب کے سامنے عاجزی کر کے راضی کیا اور اُنسے راضی نامہ حاصل کر کے نذر کیا نول رائے نے رعایا سے دریافت کیا کہ راضی ہو گئے عرض کیا کہ مہاراجہ کی بدولت اپنی داد کو پہونچے۔ اُس وقت راجہ سوار ہوا نقارہ آگے تھا نقارچی نے ڈنکے پر چوٹ ماری ۔غرض کہ راجہ نول رائے ایسا دادگستر تھا کہ رعایا اور سپاہ دونون اُس سے راضی تھے۔

صفدر جنگ کو توپخانے کی افسری اور کشمیر کی صوبہ داری ملنا

عمدۃ الملک کی سفارش سے ۱۰ صفر ۱۱۵۴ ہجری روز یکشنبہ کو اول روز مین بادشاہ نے

اور اُنکے پیچھے سے صفدر جنگ بڑے کروفر کے ساتھ سوار ہوکر شام کو بادشاہ کی خدمت میں پہونچے اور مستفیض کورنش ہوکر دارا شکوہ کی حویلی مین داخل ہوے۔ یہ حویلی برہان الملک کے عہد سے بادشاہ کی عنایت سے اُنکے قبضے مین چلی آتی تھی۔ آخر بتدریج تمام لشکر اور فوج شہر مین داخل ہوگئی۔

نول راے کا حال و انتظام

یہ نول راے صفدر جنگ کا دیوان بیگی بخشی تھا اور سکسینہ کایستھ تھا اور یہ اسکا خاندان اور پرگنہ اٹاوہ کا موروثی قانون گو تھا۔ اپنی حسن لیاقت سے صفدر جنگ کا دیوان ہوگیا تھا۔ اوّل اوّل رتن چند دیوان اعظم عبداللہ خان و حسین علی خان قاتلان فرخ سیر کی عنایت سے بکسر ... [illegible] ۲۱۱۵ھ مین ہوئی تھی۔ گیان پرکاش میں لکھا ہے کہ جب صفدر جنگ محمد شاہ کے پاس ... کر دیا اور ... کے ساتھ حکم چلایا ... سپاہ ... بیگم کے جلے گئے تو نول راے نے اودھ مین سپاہ کو ترتیب دیکر ... رہ کر انتظام ... کی عدالت کے ساتھ حکم چلایا ... قوم مغل اور ہندوستانی کو ایک نظر سے دیکھتا تمام ملازمین کو ماہ بماہ تنخواہ دست بدست تقسیم کرتا۔ اُسکی سرکار مین پانچہزار سوار خوش اسپہ و جیداسپہ ملازم تھے اور پیادون کی فوج بھی بھاری تھی اور توپخانہ اور شترنال اور سیورچیا اور شیشکے بہت کثرت سے رکھتا تھا۔ جزائل انداز اور بان انداز اور کمان انداز بھی کثرت سے جمع کیے تھے۔ جب کبھی اُسکو یہ خبر پہونچتی کہ فلان جگہ کے زمیندار نے سرکشی کی ہے تو فوراً دو منزلیان کرتا ہوا وہان پہونچتا اور اُسکو واقعی سزا دیتا۔ تحصیل میں اسنے نہایت آسانی کر دی تھی اور تنخواہ سب کو خزانے سے نقد دیتا تھا اور ماہ بماہ ہر ایک پرگنے اور گانوٗن کی تشخیص کراتا اور تشخیص سے ایک حبہ زیادہ نہ لیتا۔ رعایا اور آبادی کی ترقی مین رات دن کوشان رہتا۔ مال ملک میں بڑھاتا۔ اُس کے عہد حکومت مین سب خوش تھے۔

اپنی فوج مغلیہ و ہندوستانی کو تیار کر کے جنکے پاس بانات وردی اور ولائتی گھوڑے نقرئی ساز سے آراستہ تھے اور ہاتھیون کو زری کی جھولون اور گنگا جمنی حوضون سے سجا کر بڑے تجمّل اور شوکت سے اپنے مقام سے سوار ہو کر قلعہ شاہی کی طرف روانہ ہوے صفدر جنگ کے ہمراہ دس بارہ ہزار آدمیون سے کم ہجوم نہ تھا صفدر جنگ قلعہ بادشاہی کے مقابل پہونچکر حسب ضابطہ دیوان خاص کے طلائی برج مثمن کے سامنے جو خورشید کی طرح دمک رہا تھا سواری سے اُترے اور آداب تسلیمات اربعہ بجا لا کر تھوڑی دیر کھڑے رہے اور پھولون کا ہار لیکر جو بادشاہ نے کسی خواجہ سرا کے محلی کے ہاتھ بھیجا تھا سوار ہو کر اپنے قیام گاہ کو لوٹ آئے بادشاہ صفدر جنگ کی طرز سواری سے نہایت محظوظ ہوے جمعرات کے دن ۱۵ شوال سنہ مذکور کو جبکہ ملازمت کا وقت تھا قلعہ بادشاہی کے پاس جمنا کے کنارے پر دو درجے کے خیمے برپا ہوے اور صفدر جنگ تمام خدم و حشم اور فوج و سامان کے ساتھ کشتیون کے پل پر سے عبور کر کے اپنے خیمہ گاہ مین جا اُترے۔

وزیر اعظم قمر الدین خان چین بہادر نصرت جنگ استقبال کو آئے خیمۂ اوّل ملازمان صفدر جنگ سے بھرا ہوا تھا حکم دیا کہ یہ سب آدمی خیمے سے نکلکر میدان مین پوشیدہ بیٹھ جائین اور خیمے کو ہمراہیان وزیر کے لیے خالی کر دین وزیر کے ہمراہیون نے اُس خیمے مین پہونچ کر ہجوم کیا وزیر صفدر جنگ کے خاص خیمے کے دروازے پر پہونچکر وہان ذرا ٹھہرے اور چند مصاحبون اور اُمرا کو ہمراہ لیکر اندر گئے صفدر جنگ بھی چند مصاحبون کے ساتھ خیمے مین انتظار کرتے تھے جب وزیر کو دیکھا تو مسند سے اُٹھے اور وسط صحن تک استقبال کر کے بعد معانقہ ایک مسند پر آبیٹھے گھڑی بھر اختلاط رہا پھر عطر و پان کی مدارات ہو کر جواہرات اور کپڑون کے خوان اور ہاتھی گھوڑے پیش کش مین دیے گئے اِسکے بعد وزیر رخصت ہو کر پشتیر چلے

احراز سعادت قدمبوس اقدس اعلیٰ عبارت از آن ستارے شود و گرامی دریافت
ذخیرہ اند در ابتہاج می گردد بالفعل سیادت و رفعت پناہ سید عطاء اللہ را روانہ ساختہ
کہ حالات خستہ سمات را بہ چشم خود بلا واسطہ معائنہ مودۃ رنگار و مترقب کہ تا انفصال ایام
مباعدت مدام بارقام خیریت ماقرین مسرت و شادمانی ہا باید داشت۔

خط سوم بنام رستم بیگ انچہ حوالہ شدہ بود بار از نامبردہ دریافت شد اگر تشریف آوری
تشریف باین راہ اتفاق می شد لوازم ضیافت قسمے کہ دل می خواست بعرصۂ ظہور
می رسید لیکن چہ تواں کرد بنا بر تاکید حضور انور عزیمت سامی باز ہماں راہ صورت گرفتن
باین مسافت رسیدن طعام پختہ متعذر بود لہذا رفعت پناہ شیخ [illegible] خیر خان و افضل خان را فرستادہ
شد مراتب اشتیاق را اگر [illegible] گذارش خواہند آورد امید کہ ہنگام مواصلت مسرت مسالمت ہموارہ
بہ صحائف نشاط آگیں انبساط تزئین خاطر دوستی دوست را مسرور منبسط باید داشت

لہ ہم پھر اصل بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ نولرائے جو صفدر جنگ کے ساتھ تھا
اسکو صفدر جنگ نے گنگا کے گھاٹ سے اودھ کو رخصت کر دیا اور سید ہدایت علی کو خیرآباد
کی فوجداری دیکر نولرائے کے ہمراہ کیا اور کہا کہ تمنے سفر کا رنج اٹھایا ہے چند روز آرام کرو
اگر راہ سے صحت برآر نہو تو ہمارے پاس چلے آنا۔ مگر سید ہدایت علی نے راہ کی ناحقی تکلیف
نہ کی اور صفدر جنگ کے ہمراہ رہے کوہ جالیسر کے نواح میں عید آئی صفدر جنگ نے
وہاں مقام کیا مراسم عید ادا ہوئے پھر کوچ کر کے دہلی کے نزدیک پہونچے۔ نثار محمد خان بہادر
شیر جنگ ولد سیادت خان برادر سعادت خان برہان الملک جو کہ صفدر جنگ کے ماموں
کا بیٹا تھا اور بجائے خود ایک امیر تھا مع راجہ لچھمی نرائن وکیل صفدر جنگ کے دو تین منزل پیشتر
استقبال کو آیا اور صفدر جنگ دریائے جمنا کے کنارے پہونچے اور یہاں مقام کیا اور

صفدر جنگ کے لشکر مین اُنکی خیر و عافیت کے استفسار کے لیے بھیجا چنانچہ محمد خان کے
تین خطوط مین اس کا ذکر ہے جنکو عزیز القلوب سے یہان نقل کیا جاتا ہے۔
خط اوّل انچہ بجہت تشریف بُردن بحضور انور مکنون خاطر بودہ باشد مُطّلع باید ساخت
لیکن یک مرتبہ تشریف بردن بہ پیش گاہ فلک کارگاہ اصلح و اصوب ست کہ درین صورت
ہم نظام مہام مغلوبی و منکوبی مخالفان و ہم سرمۂ گلوے تحریر سخن طرازان خواہد بود و
بہ فضل آلہی ایتلاف قلوب و محبتہاے روحانی آنقدر استحکام و اسلوب پذیر ست کہ شمۂ
ازان تقریر و تحریر نے توان نمود انچہ بہ بنیان اتحاد مؤکد باشد اہتمام تمام بر آن لازم
و ضرور و بپاس این مراتب بر وقت احتیاج از جانبین مراسم اعانت ہمہ گر از قوت
بفعل رسد یعنی خدا نخواہد اگر در نواح مفوضہ کار پردازان شریف شورے بر روے کار آید
ازین طرف بہ فرستادن فوج وغیرہ تشئید مبانی وداد و لمعہ ظہور دہد و بر تقدیرے کہ
درین ضلع غبار آشوبے برخیزد بہ نشاندن آن کار پردازان ایشان بہ مساہمت و
مرافقت پردازند۔
خط دوم نواب صاحب مہربان سلامت. درین ہنگام نشاط آغاز بہجت انجام تشریف شریف
این روے دریاے گنگ بعزیمت حضور پر نور مسامع افروز گردیدہ دل اتحاد منزل را
افادۂ فراوان بہجت و سرور ساخت اگرچہ تمناے باطن آن بود کہ بہ صدور مناشیر مباہات
تخمیر فوراً آستان بوس میمنت مانوس پردازد لیکن بنا بر کثرت عارضہ و قلت توانائی
نشست و برخاست لاچار چندے از دریافت این دولت عظمےٰ مقصر و معذور ماند
انشاء اللہ المتعال قسمے کہ درین روزہا طبیعت رو بہ بہی دارد ہمین کہ از قرار واقع رفع مرض
مے شود و ناتوانی بتوانائی ابدال مے پذیرد بر جناح استعجال شتافتہ کامیاب ویرین آرزو کہ

نواب نامدار سلامت۔ شمشیر خود را در میان کن وگرنہ آب نخواہد ماند۔

محمد خاں نے اپنے دیوان صاحب رائے کو جواب ترکی بترکی لکھ دینے کا حکم دیا۔ منشی نے اس خط کی پشت پر اس طرح جواب لکھا۔

"نواب نامدار سلامت۔ این شمشیر مردان در معرکہ میدان بخون چشیدہ بمیان می آید"

صفدر جنگ نے یہ جواب پاکر چاہا کہ شمشیر خان کے ساتھ مقابلہ کریں لیکن انکے مشیروں نے انکو لڑنے کی رائے نہیں دی اور یہ کہا کہ بادشاہ کی ناخوشی کا سبب ہوگا اور لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ لڑے اور فتحیاب ہوے تو کہا جائیگا کہ چیلے کے ساتھ لڑے تھے اور اگر خدا نخواستہ نوع دیگر معاملہ ہوا تو ہمیشہ کے لیے بدنامی کا ٹیکا آپکے ماتھے رہیگا چنانچہ وہ اُس قرب وجوار سے بی الور راہ ہوکر دہلی چلے گئے۔ شمشیر خاں کے اشارے سے اُن کی خاص فوج کا اسباب لٹ گیا کہتے ہیں کہ اسی نزاع کی وجہ سے لکھنؤ کے حکام اور محمد خاں کے خاندان میں باہم ملال پیدا ہوگیا یہ بیان آردن صاحب کی تاریخ کے مطابق ہے مگر عزیز القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب محمد خاں بنگش اور صفدر جنگ میں اُس وقت تک نہایت دوستی اور تپاک تھا اور نواب محمد خان بنگش کی عین خوشی یہ تھی کہ صفدر جنگ اثنائے سفر میں فرخ آباد میں بھی نزول اجلال فرمائیں اور صفدر جنگ کا بھی ابتدا میں یہ ارادہ تھا مگر پھر محمد شاہ بادشاہ کی تاکید کی وجہ سے وہ فرخ آباد کو نہ جاسکے جسکی معذرت اُنھوں نے محمد خان کو لکھی تو اُنھوں نے شمشیر خاں اور افضل خاں کو مراتب اشتیاق گذارش کرنیکے لیے صفدر جنگ کے لشکر میں بھیجا تھا لیکن جب صفدر جنگ کے دہلی کو روانگی کے ارادے سے گنگا کو عبور کرنے کا حال محمد خان کو معلوم ہوا تو خود اُس کا بھی چاہا کہ فرخ آباد سے چلکر صفدر جنگ کے پاس ملنے کو جائے مگر بوجہ علالت کے خود تو نہ جاسکا اسی طرف سے عطاء اللہ خاں کو

اپنے پیش خیمہ مین داخل ہوے جو تھوڑی مسافت پر استادہ تھا یہان چند روز قیام کرکے اوائل ماہ رمضان مین کوچ کیا اور مع اہل و عیال کے روانۂ دہلی ہوے (گیان پرکاش مین بیان کیا ہے کہ) سواری فیض آباد سے سات آٹھ کوس پر نکلی تھی کہ وہان یعنے اثناے راہ دہلی مین شجاع الدولہ کی ولادت کی خبر سُنی تمام رسالہ دارون اور جماعہ دارون اور امیرون نے مبارکباد کی نذرین دکھائین۔ ایک شخص نے تاریخ تولد اس طرح نظم کرکے نذر کی ؎

بدولتخانۂ نواب منصور   برآمد آفتاب از مطلع نور

نواب نے ناظم کو پانچہزار روپے نقد دیے اور پانچ گانؤن جاگیر مین عطا کیے۔ اور جس مقام پر یہ خبر سُنی تھی وہان مبارک گنج آباد کیا۔ اس شعر کے دوسرے مصرع سے گیارہ سو چالیس نکلتے ہین اور یہ سفر گیارہ سو چھپن مین واقع ہوا تھا گیان پرکاش کے مؤلف سے غلطی ہوئی۔ حقیقت مین شجاع الدولہ ۱۱۴۴ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ صفدر جنگ ابھی مسند نشین نہین ہوے تھے۔ برہان الملک زندہ تھے۔ صفدر جنگ نے نانامئو گھاٹ واقع پرگنۂ بلہور[1] ضلع کانپور پر پہونچکر چار روز تک مقام کیا اور کشتیون کا پل بندھوا کر گنگا کو عبور کیا۔ شمشیر خان چیلہ نواب محمد خان والی فرخ آباد کی طرف سے پرگنات موسلے نگر۔ بلہور۔ اکبر پور اور قنوج کا عامل تھا اُسنے کہا کہ جب تک اُس نقصان کی بابت جو فصلون کو پہونچے معاوضہ نہ دیا جائے تب تک میری عملداری کی حدود مین صفدر جنگ کے خیمے کھڑے نہون یہ حکم شمشیر خان کا صفدر جنگ کو ناگوار گذرا اور اُنھون نے ایک سانڈنی سوار اِس مضمون کا خط لکھکر فرخ آباد کو بھیجا۔

[1] یہ پرگنہ قنوج کے مشرق مین ہے ۱۲

عمدۃ الملک کی تحریک سے بادشاہ کا صفدر جنگ کو دہلی مین بلانا

(جام جہان نما میں ذکر کیا ہے کہ) عمدۃ الملک امیر خاں نے قمر الدین خان وزیر اعظم کی بیں زنی کے خوف سے جسکی وجہ سے اُسکو دلی چھوڑ کر الہ آباد کی صوبہ داری پر جانا پڑا تھا صفدر جنگ سے دوستی پیدا کر لی تھی ۱۱۵۶ھ ہجری مین بادشاہ نے عمدۃ الملک کو دلی مین طلب کیا تو اُسنے بادشاہ سے عرض کرکے صفدر جنگ کو بھی اودھ سے بلوایا۔ اسلئے رجب ۱۱۵۶ھ ہجری میں بادشاہ کا شقہ صفدر جنگ کی طلب میں پہونچا (سیر المتاخرین میں ہے کہ) بعد ورود شقہ بادشاہی صفدر جنگ نے جو کہ سابق سے عمدۃ الملک سے دوستی پیدا کرکے اپنے آپکو اس کا متوسل خیال کرتے تھے اُس سے حاضری کے بارے میں رائے لی۔ عمدۃ الملک نے ایسے مقتدر کا اتفاق اپنے ساتھ ملوثلہ کے حصول میں ضروری سمجھ کر ترغیبات دیں صفدر جنگ اُسکے ایما سے روانگی پر آمادہ ہوئے اور لوہار کو جو سابق میں صفدر جنگ کی سرکار میں دس روپیہ کا ملازم تھا اور بتدریج ترقی کرکے اعلیٰ درجے پر پہونچ گیا تھا اپنی نیابت پر تجویز کیا اور چند روز افسران فوج اور اپنے سرداروں اور معتمدوں کے حاضر ہونے اور سامان سفر تیار کرنے کے لیے ٹھہرے رہے اور عمدۃ الملک سے اپنی حاضری کا وعدہ کیا عمدۃ الملک صفدر جنگ کی روانگی سے قبل الہ آباد سے کوچ کرکے رمضان ۱۱۵۶ھ ہجری میں دلی پہونچ گیا تھا۔

وسط شعبان میں صفدر جنگ تمام سامان تیار کرکے چلنے کو تیار ہوئے جب تمام فوج اور سامان روانگی کو تیار ہوا تو ایک گھڑی تک سیج بیگم خان کے مکان میں ٹھہرے عبدالرحیم خان منجم ہاشمی نے آفتاب کو اصطرلاب مین دیکھکر ساعت روانگی کی خبر دی۔ صفدر جنگ سوار ہوکر

سنہ ۱۱۵۴ ہجری مین جھگڑا ہوا تھا اور چند مرہٹہ سردارون کو برہان الملک نے میدان معرکہ مین گرفتار کیا تھا کہ وہ ابتک صفدر جنگ کی قید مین تھے۔ اسلیے صفدر جنگ بالاجی راؤ سے اندیشہ رکھتے تھے اسلیے انھون نے اپنا لوٹ جانا مصلحت سمجھا اور بہت جلد عظیم آباد سے کوچ کر کے گھاٹ منیر پر پل باندھکر اُتر گئے اور منیر سے سید ہدایت علی کو رخصت کر دیا صفدر جنگ نے محمد خان بنگش کو بھی لکھا کہ آپ مرہٹون کو ادھر آنے سے روکین۔ اگر ان ممالک مین پہونچگئے تو اُنکے ہاتھ سے بڑا نقصان پہونچیگا جس کا جواب محمد خان نے یہ دیا کہ "ہواخواہ کی دوستی سے ہر طرح آپ اپنے دلکو مطمئن رکھین۔ کیونکہ کفار کے ہنگامے مین تمام مسلمانون پر واجب ہے کہ متفق اللفظ والمعنی ہون اور چونکہ ہمارے اور آپکے درمیان مراتب ہمسائگی کے علاوہ اتحاد دلی متحقق ہے پھر کس طرح کفار کی شورش کے وقت علیحدہ رہ سکتا ہون" اور پھر صفدر جنگ کے دوسرے خط کے جواب مین محمد خان یون لکھتا ہے کہ مرہٹون کی تنبیہ اور گوشمالی ساز وسامان سے تعلق رکھتی ہے اور خدا کے فضل سے آپ ہر طرح کا سامان اور اقتدار رکھتے اور توپین اور جزائل آپکے پاس ایسی ہین کہ اگر ان گمراہون کے ایک لاکھ سے زیادہ سوار مقابلے مین آئینگے تو اُنکے صدمے سے مثل زاغان کمان دیدہ کے ٹھہر نہین سکینگے۔ اگرچہ میری خانہ نشینی اور بے سامانی کی کیفیت چھپی ہوئی نہین ہے لیکن پہلے اس سے بھی مکرر آپکو لکھا گیا اور اب پھر تحریر کرتا ہون کہ مین ہر طرح آپکا شریک ہون اگر فرض کر لیا جائے کہ مرہٹے جمنا کو عبور کرینگے تو اول ان کا مقابلہ میرے ساتھ واقع ہوگا اور خدا کی عنایت سے اُن کو سزا مین ایسی اچھی طرح دیدہ بجائے گی کہ پھر ان کو گنگا کے عبور کرنے کی مجال نہ رہے گی۔[1]

---

[1] دیکھو عزیز القلوب ۱۲

سے پیش آئے جس سے وہ لوگ بیدل اور ناراض ہوے۔ کچھ عمدہ ہاتھی اور بڑی بڑی توپین مہابت جنگ عظیم آباد میں اسلیے چھوڑ گیا تھا کہ اگر مرہٹے ادھر کلاچ کرین تو اُنکے مقابلے میں کام آئین صفدر جنگ نے اُنکی تعریف سنکر سید ہدایت علی سے فرمایا کہ وہ ہاتھی در توپین ہمین دیدو اور اُنکی قیمت ہم سے لے لو ہدایت علی خان نے جواب دیا کہ نہ تو میرا آقا سوداگر ہے اور ہمین اُس کا گماشتہ ہون وہ بھی امیر ہے اور حضور بھی امیر ہیں اور باہم رابطۂ اتحاد ہے پس اُس کا اور آپ کا مال واسباب جُدا نہین جو چاہے تصرف مین لائیے۔ مگر مین اپنی طرف سے بلا اجازت مالک کے نہیں دے سکتا۔ صفدر جنگ نے اس جواب پر کچھ التفات نہ کیا اور دو تین ہاتھی تین چار توپیں اپنی سرکار مین داخل کرلیں اور یہ بات بالکل اُنکی شان کے لائق نہ تھی جب یہ خبر مہابت جنگ نے سُنی تو اُسپر بہت شاق گذرا اُسنے خیال کیا کہ صفدر جنگ کی طمع مخالفانہ ہے اسلیے صفدر جنگ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ آپ مرشد آباد کو نہ آئیے اپنے صوبے کو معاودت کیجیے اور بادشاہ کو بھی عرضی لکھی کہ مجھے صفدر جنگ ایسے لوگوں کی مدد کی حاجت نہیں باقبال حضور جو کچھ ہوگا اسی جانفشانی سے تعمیل کرونگا اُمیدوار ہون کہ صفدر جنگ کے نام واپسی کا حکم صادر فرمایا جائے ورنہ میری اور اُنکی صحبت موافق نہ آئے گی۔" بادشاہ نے بموجب گذارش مہابت جنگ کے صفدر جنگ کے نام شُقۂ خاص جاری کیا کہ بہت جلد اپنے صوبے کو لوٹ جاؤ۔ اور اُنکے وکلا کو بھی تاکید سخت ہوئی ابھی صفدر جنگ کے پاس بادشاہ کا شقہ معاودت کے باب مین نہیں پہونچا تھا کہ اُنکے وکلا نے اُنکو پیشتر سے اس امر کی اطلاع کردی کہ مہابت جنگ کی عرضی موصول ہونے پر بادشاہ نے معاودت کے واسطے آپکو لکھا ہے اور صفدر جنگ کو اُن کے ہرکارون کے ذریعے سے یہ بھی خبر پہونچی کہ حسب الحکم بادشاہ بالاجی راؤ مہابت جنگ کی کمک کے لیے بھاسکر کے مقابلے میں اپنے مقرِ دولت سے روانہ ہوا ہے چونکہ بالاجی راؤ اور برہان الملک

کہ صفدر جنگ مدد کو آتے ہین جب قریب پہونچین تو استقبال کرنا چاہیے تاکہ اُنکو کسی طرح کا ملال نہو عظیم آباد مین صفدر جنگ کی فوج مغلیہ کی آمد آمد سے عجیب طرح کا زلزلہ اور غلغلہ پڑرہا تھا گویا ایک قیامت برپا تھی۔ کیونکہ یہان کے لوگون نے دلّی مین قتل عام نادری کی خبر سُن رکھی تھی۔ سید ہدایت علی کے پاس جس قدر سپاہ اور سامان جنگ تھا صفدر جنگ کے ساز و سامان اور فوج کی آن بان کے روبرو اُسکی کیا حقیقت تھی سیّد ہدایت علی چونکہ صفدر جنگ سے پہلے سے شناسائی نہین رکھتا تھا حفظ آبرو کے خیال سے مرید خان کو ملاقات کے لیے واسطہ بنایا۔ یہ مرید خان چونکہ محمد شاہ کے اُمرا مین سے تھا اسلیے صفدر جنگ سے تعارف رکھتا تھا۔ مرید خان صفدر جنگ کی ملاقات کو گیا اور سید ہدایت علی کی ملاقات کے لیے تقریب کی اور صفدر جنگ کی طرف سے ایک پروانہ تشفی اور دلاسے کے مضمون کا لے کر سید ہدایت علی کے پاس پہونچا۔ سید ہدایت علی گھاٹ مُنیر تک اپنے ضروری سامان کے ساتھ استقبال کو گیا۔ صفدر جنگ نے اُسپر بہت مہربانی کی بعد اسکے صفدر جنگ عظیم آباد کو آئے اور سید ہدایت علی کے طرز عمل سے بہت خوش رہے۔ صفدر جنگ نے عظیم آباد پہونچکر حکم دیا کہ قلعہ مہابت جنگ کے اسباب اور مال وغیرہ سے خالی کردینا چاہیے بلکہ اس حکم کے پیشتر ہی اُنکے نوکر قلعہ کے دروازو ںپر بیٹھ گئے تھے۔ آدمیونکا نکلنا اور اسباب کا باہر آنا متعذر ہوا۔ سید ہدایت علی نے حکم کی تعمیل کی۔ صفدر جنگ بڑے کروفر سے شہر عظیم آباد مین داخل ہوے اور قلعہ کو بنظر اجمالی ملاحظہ فرماکر چند ہمراہیون کو متعیّن کیا اور خود اپنے نانا کی قبر پر واسطے فاتحہ کے گئے جو عظیم آباد مین مدفون ہین۔ یہ جگہ سعادت خان کے باپ کے مقبرے کے نام سے مشہور ہے اور وہان سے باقی پور مین جہان اُن کا لشکر مُقیم تھا گئے۔ تمام منصب دار اور اُمرا و زمیندار اُن کے سلام کو حاضر ہوے۔ صفدر جنگ مین غرور و نخوت بہت تھی اکثر عالی شان آدمیون سے نہایت بے التفاتی

اور عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد کو بھی لکھا کہ جس طرح ممکن ہو ابوالمنصور خان کو مہابت جنگ
کی مدد پر روانہ کرے وہ حیلہ نہ کرنے پائے بہ تعمیل حکم صفدر جنگ نے آخر شوال یا اول ذیقعدہ
۱۱۵۵ ہجری میں فوج مغل اور ہندوستانی اور کسی قدر بار ماندہ معلیہ فوج نادری کے ساتھ
جس میں مغل سات ہزار کے قریب ہونگے اور ہندوستانی دس بارہ ہزار تھے اور دوسرا سامان
توپخانہ وغیرہ ہمراہ لے کر اپنی دار الامارت فیض آباد سے کوچ کر کے عمدۃ الملک کو لکھا کہ مین
بادشاہ کے حکم سے مہابت جنگ کی مدد کو جاتا ہوں۔ مگر مرہٹوں سے لڑنا آسان نہیں ہے۔
میرا صوبہ مفسد اور بد معاش زمیندارون کا آرام گاہ ہے۔ اُنکی وجہ سے ناموس کے بابمیں
بڑا اندیشہ ہے۔ تو انکو صوبۂ اودھ مین چھوڑ سکتا ہوں۔ کیونکہ کوئی مستحکم جگہ اس صوبے میں نہیں
ہے اور نہ ہمراہ لے جاسکتا ہوں پس اُمیدوار ہون کہ قلعۂ رُہتاس اور چنار گڑھ عنایت ہوں
تاکہ عیال واطفال کی طرف سے دلجمعی کر کے مرہٹوں کی سرا دہی میں مصروف ہوں۔ عمدۃ الملک
نے یہ امر منظور کر کے لکھا کہ بادشاہ سے عرض کر کے اجازت حاصل کر لو اور اس بارے میں
مَیں بھی بادشاہ کے حضور میں تحریک کرونگا۔ جب بادشاہ کی خدمت میں عرضی گئی تو اُنھوں
نے قلعۂ رُہتاس اور چنار گڑھ کی قلعہ داری صفدر جنگ کے حوالے کی اور قلعہ دارون کو
حکم بھیجا کہ ان قلعون کو صفدر جنگ کے حوالے کر دین۔ صفدر جنگ بنارس تک پہونچکر
پل باندھکر دریاے گنگا سے اُترے اور اپنے عیال واطفال کو لیکر قلعہ چنار گڑھ مین آئے اور
اُس کو دیکھ کر پسند کیا اور اپنی جانب سے اُس کی محافظت کے لیے آدمی مقرر کر کے آپ
بہ کمال شوکت وجاہ عظیم آباد کا قصد کیا اور متعلقین کو عظیم آباد ہمراہ لے گئے اس ارادے
سے کہ اگر عظیم آباد کے گرد ونواح مین مرہٹوں سے مقابلہ ہو جائے گا تو بہر صورت متعلقین کو
قلعہ مذکور میں پہونچا دیا جائے گا۔ مہابت جنگ نے سید ہدایت علی خان نائب عظیم آباد کو لکھا

بھیجا ہے چونکہ ہمکو مرہٹونکی مہم درپیش ہے اور تمام سپاہ کے ساتھ اُنکے مقابلے کے لیے اپنے مقام سے کوچ کیا ہے مگر ہمکو یہ خبر ملی تھی کہ بنگالے مین سواے فوج پیادۂ محافظ شہر عظیم آباد کے اور سپاہ نہین اسلیے یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ مبادا مرہٹے وہان پہونچکر غارت گری کرین پس صفدر جنگ کو اُس ملک کی حفاظت کیلیے مامور کیا تھا تاکہ مرہٹے اُدھر کا رُخ نکرین اسلیے تم کو اُنکا مقابلہ نکرنا چاہیے بلکہ اُنسے محبت سے پیش آنا چاہیے" صفدر جنگ اِس شُقّے کے پہونچنے کے بعد وہین مقیم رہے جب دیکھا کہ مہابت جنگ مرشد آباد مین ٹھہر گیا اور جس عجلت کے ساتھ اُدھر آرہا تھا اب نہین آتا تو اودھ کی طرف واپس ہوے اِسکے بعد مہابت جنگ عظیم آباد کو آیا اور بادشاہ کا شُقّہ اپنے خط کے ساتھ صفدر جنگ کو بھیجدیا مہابت جنگ کے خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ کی فوج کے دبدبے سے مرہٹے بادشاہی ملک مین دخل نہین کرسکے بلکہ خاص آپکی آمد کی وجہ سے صلح کرکے چلے گئے پھر آپنے اتنی جلدی کیون مراجعت کی اتنا ضرور ٹھہرنا چاہیے تھا کہ مین وہان پہونچ جاتا اور مراسم شکر گذاری بجالاتا اب مجھکو نہایت شرمندگی ہے" غرضکہ صفدر جنگ نو مہینے کے بعد اپنے صوبے مین داخل ہو گئے۔ سید ہدایت علی خان سہارنپوری ہمراہ تھا۔

لیکن سید ہدایت علی خان کے بیٹے نے سیر المتاخرین مین جو کچھ لکھا ہے وہ بیان عماد السعادت کی اس روایت سے بہت کم ملتا ہے وہ کہتا ہے کہ جب رگھوجی بھوسلہ نے بھاسکر پنڈت کو بنگلے پر یورش کے لیے بھیجا تو مہابت جنگ نے بادشاہ کی خدمت مین لکھا کہ ایسے وقت مین کوئی سردار میری مدد کے لیے متعین فرمایا جائے۔ اگر خدانخواستہ فدوی تباہ ہوا تو سلطنت کی شان و شوکت مین بل آجائے گا محمد شاہ نے اپنے اُمراسے مشورہ لیا اور عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد کو بھی لکھا سب نے عرض کیا کہ ضرور مدد دینی چاہیے بادشاہ نے نہایت جلد ایک شُقّہ خاص اپنے قلم سے ابو المنصور خان صفدر جنگ کو لکھا اور تاکید کی کہ جلد مہابت جنگ کی مدد کے لیے بنگالے کو چلے جاؤ

ین مہابت جنگ کی مدد کے لیے بھیجا تھا جسکا قادیہ مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا اور اس مہم کے صلے میں قلعہ رہتاس اور قلعہ چنار گڑھ بادشاہ نے صفدر جنگ کو مرحمت کیا تھا مگر پھر صفدر جنگ آدھی فوج نولرائے کی ماتحتی مین کرکے اور اُسے صوبۂ اودھ کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود ۱۱۵۵ھ[۱] ہجری میں عظیم آباد کو روانہ ہوے اُن دنون اسد الدولہ ہدیت علیخاں سہارنپوری مہابت جنگ کی طرف سے عظیم آباد مین نیابت کے طور پر صوبے کا کام کرتا تھا اُس کی فوج کم تھی وہ صفدر جنگ کی آمد آمد سے گھبرا گیا اور پرتاب رائے معروف بہ پرتاب سنگھ اس دیوان آتارام سے خط و کتابت کرکے اسکی معرفت صفدر جنگ کی ملازمت حاصل کی نواب نے اُسکے حال پر مہربانی کی یہاں روایت کی دو صورتین ہیں بعض کہتے ہیں کہ صفدر جنگ کی فوج عظیم آباد مین داخل ہوئی تھی اور بعض کہتے ہین کہ عظیم آباد کے باہر رہی تھی لیکن نزدیک تھا کہ داخل ہو اسلیے کہ کوئی مانع و مزاحم باقی نہ رہا تھا۔ مہابت جنگ کو جبکہ فتح علیخاں کی تحریر سے یہ حال معلوم ہوا تو مرہٹوں سے صلح کرکے عظیم آباد کی طرف لوٹا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ محکو حضور دارا سے آپکے ملنے کا اشتیاق ہے الحمد للہ کہ خود بدولت رئیس نفیس تشریف لائے اگر اس جگہ یاد کرتے تو بندہ خود حاضر ہوجاتا اب امیدوار ہون کہ میرے پہونچنے تک وہانسے روانہ ہوں۔ نواب صفدر جنگ نے یہ تحریر دیکھ کر سمجھ لیا کہ مہابت جنگ دھمکی دیتا ہے اسلیے راجہ نولرائے کو ایک رقعہ لکھا کہ تم وہان کا انتظام کرکے تمام فوج کے ساتھ وہانسے ہمارے پاس چلے آؤ کہ مہابت جنگ سے لڑائی درپیش ہے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے صفدر جنگ کو ایک شقہ لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ مہابت جنگ سے جنگ کرنا ہماری مرضی کے خلاف ہے بہت جلد اپنے صوبے کو لوٹ جاؤ بادشاہ نے ایک شقہ مہابت جنگ کو بھی اِس مضمون

[۱] دیکھو جام جہان نما

تھا اور یہ شخص ساختہ و پرداختہ اسی خاندان کے ہاتھ کا تھا جب تک وہ زندہ رہا نہایت مطیع رہا اسکے بعد
اُسکے بیٹے اور بھائیون نے اس نعمت کی قدر نجانی اور کفران نعمت پر کمر باندھی مخالفت کرنے لگے صفدر جنگ
نے انکی سزا دہی کا قصد کیا وہ نہایت مضبوط قلعون مین رہتے تھے اسلیے اطاعت پر مائل نہوے صفدر جنگ
نے بارہ شبانہ روز اُنسے لڑائی جاری رکھی اور آخر کار اُنکے قلعے مفتوح ہوگئے اور اُنکے تمام ساتھی منہزم ہوے
اور بن جی کا بھائی ایک معرکہ مین کام آیا اور دوسرا گرفتار ہوا اور تمام ہاتھی گھوڑے اور توپین نواب کے قبضے مین آئین۔

اسی زمانے مین مرہٹون کی آمد آمد کی شہرت ہوئی نواب نے اُنکے مقابلے کے لیے انتظام
کیا اور نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کو بھی لکھا اُسنے صفدر جنگ کو جواب دیا کہ اگر وہ ادھر
کا قصد کرینگے تو مین ضرور اُنسے جنگ کرکے سزا دونگا۔

صفدر جنگ کا بادشاہ کے حکم سے بنگالے کو جانا

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ سراج الدولہ کے باپ الہ وردی خان مہابت جنگ صوبہ دار
بنگالہ کو مرہٹون کی مہم پیش آئی اور وہ تمام فوج کے ساتھ اُنکے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ نواب
امیر خان عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد نے محمد شاہ کو متواتر عرضیان اس مضمون کی بھیجین
کہ ان دنون مہابت جنگ دکھنیون کی مہم مین مبتلا ہے بنگالے کی تمام فوج اُسکے ساتھ ہے
حضور صفدر جنگ کو حکم دین تو وہ اپنی فوج کے ساتھ اُس ملک پر قبضہ کرلین اور ایسا ملک
وسیع اولیاے دولت کے قبضے مین آجائے اگر حضور اُس ملک کی نیابت صفدر جنگ سے متعلق
فرمادینگے تو صفدر جنگ سال بہ سال زر خراج بخوبی ادا کرتے رہینگے اور اگر وہ ملک کسی دوسرے
امیر شاہی کے سپرد ہو جائیگا تو وہ بھی ایسا ہی کریگا۔ بادشاہ نے عمدۃ الملک کا معروضہ
پسند کیا اور صفدر جنگ کو حکم دیا کہ وہ بنگالے کو فوج لیکر چلے جائین۔

لیکن جام جہان نما اور مآثر الامراے ثابت ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو ۱۱۵۵ھ ہجری

صفدر جنگ بہت ڈرپوک تھے

فرح بخش میں محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے ہنگامے اور برہان الملک کی رحلت کے بعد سلطنت دہلی کے رعب و داب میں فرق آتے ہی چاروں طرف ملک میں بدامنی پھیل گئی ہر طرف جھگڑے اور فساد کھڑے ہونے لگے ہر ایک زمیندار خود سری کا دعوے کرنے لگا ایک ادنیٰ آدمی جو تلوار کا استعمال بھی نہیں جانتا تھا وہ بھی نایت کا دعوے کرتا تھا۔ اودھ میں لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر امیٹھی واقع ہے نصرت اللہ اور فرحت اللہ وہاں کے زمیندار تھے انھوں نے بھی فتنہ پردازی پر کمر باندھی اور ایک لاکھ گنوار جمع کر لیے اسی طرح حسینداراں تلوئی اور گڑھ امیٹھی کے زمیندار اور جگدیس پور کے نومسلم بھی سرکشی پر آمادہ ہو گئے اور سب نے اتفاق کر کے صفدر جنگ کی حکومت کو اٹھا دیا۔ نواب کے پاس مغلیہ فوج کثرت سے تھی تو بیکار تھی کام کی تھا مگر بزدلی ذاتی کی وجہ سے سہم گئے اور ان سرکشوں کے تدارک کے لیے لکھنؤ سے کوچ کرنے میں تامل کرتے تھے ان کے میدان میں نہ نکلنے سے زمینداراں باغی کی اور بھی ہمت بڑھ گئی اور اب یہاں تک نوبت پہونچی کہ حکومت کے حق میں حقارت آمیز الفاظ علانیہ بولنے لگے نواب کی بیگم نے انکو سمجھایا اور بہت کچھ غیرت دلائی اور ان زمینداروں کی سزادہی کیلیے آمادہ کیا بیگم کی تاکید سے جیسے باہر نکلے نواب نے سپاہ کے ساتھ کوچ کیا اور بہت جلد اُن بدمعاشوں کا کام تمام ہو گیا۔

بن جی زمیندار کے بیٹے اور بھائیوں کا بغاوت کرنا صفدر جنگ کا انکی تنبیہ کے لیے عزیمت فرمانا

حزیر القلوب سے مستفاد ہوتا ہے کہ بن جی نام ایک بہت بڑا زمیندار اودھ کے علاقے مین

ہین نہ شیر جنگ ملازمان بادشاہی مالک ہین۔ جسکو چاہین بخشین۔ صفدر جنگ مرد متین اور خدا ترس اور صاحب لیاقت اور وعدے کے پابند ہین اور تمام سپاہ اُنسے راضی ہے اور دو کروڑ روپیہ حضور مین پیش کرنے کو اُنھون نے مہیا کیا ہے۔ یہ عرضی عبدالباقی خان زنکیہ کے توسط سے نادر شاہ کے حضور مین بھجوادی نادر شاہ نے دونون عرضیان ملاحظہ فرماکر محمد شاہ سے صفدر جنگ کے واسطے خلعت حاصل کر کے اپنے ایک مصاحب کے ہمراہ اودھ کو صفدر جنگ کے پاس بھیجا اور اپنے یہان کے دو سو سوار بھی روانہ کیے تاکہ صفدر جنگ سے وہ زر پیش کش وصول کر لائین چنانچہ وہ خلعت صفدر جنگ کے پاس پہونچگیا اور دو کرور روپے داخل خزانۂ نادری ہوے اور صفدر جنگ صوبۂ اودھ کی حکومت پر مستقل ہوگئے

تاریخ تقرر یہ ہے ؎

سعادت خان چو شد مخلو جنت	فشرد اختر نگر را دل بحسرت
ابوالمنصور خان وقتیکہ مامور	بجائش شد مع الخیر و سعادت
فروغ تازہ ترا ختر نگر یافت	ز نور نظم و نسق ماہ طلعت
ز تاریخ جلوسش ہاتف غیب	رقم کردہ زہے زیبائے خلعت

لیکن جہانکشائے نادری اور دُرّہ نادرہ مین لکھا ہے کہ برہان الملک کے مرنے کے بعد اُنکے خزانۂ اودھ سے ایک کرور روپیہ اور قیمتی جواہرات اور دوسرا عمدہ اسباب اور ہاتھی نادر شاہ کے پاس آئے اور بیان الواقع مین بیان کیا ہے کہ نادر شاہ نے نواب شیر جنگ کو برہان الملک کا خزانہ لانے کے لیے اودھ مین ابوالمنصور خان کے پاس بھیجا چنانچہ وہ وہان سے ایک کروڑ اسّی لاکھ روپے نقد لائے اور بیس لاکھ روپے جو دلی مین برہان الملک کے موجود تھے وہ ملا کر دو کروڑ کی رقم پوری کی اور مورد اشفاق ہوے۔

محمد شاہ نے انھیں ابو المنصور خان صفدر جنگ خطاب عطا کیا[۱] اس خاندان میں نواب صفدر جنگ اپنی بیاہتا بیوی نواب صدر جہاں بیگم بنت سعادت خاں برہان الملک کے سوا مدت عمر میں کسی عورت سے واقف نہوے یہ بیگم نواب عالیہ کہلاتی تھیں صفدر جنگ کے اکلوتے بیٹے کا نام جلال الدین حیدر تھا جنکو صفدر جنگ نے پہلے میل احمد شاہ بن محمد شاہ سے توپخانے کی داروغگی دلاکر اپنے نائب کر دیا تھا یہ شجاع الدولہ کے خطاب کے ساتھ مشہور و معروف ہیں۔

فائدہ جلیلہ یہ تمام حالات بیان کرنے کے بعد یہ بات بھی لکھنے سے چارہ نہیں کہ بہت نام میں صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے کہ پدر منصور علی خان کا نسب سارے کی کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ ابو المنصور خان کی جگہ منصور علی خان لکھا ہے اور یہ سہو ہے۔

صفدر جنگ کی مسند نشینی

جب برہان الملک نے انتقال کیا اور وہ دفن ہو چکے تو انکے بھتیجے شیر جنگ نے طہماسپ خان جلائر کے ذریعہ سے نادر شاہ کے حضور میں ایک عرضی بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ میں سعادت خاں کے بڑے بھائی کا بیٹا ہوں اور انکی جانشینی میرا حق ہے اور ابو المنصور خان صفدر جنگ انکے بھانجے ہیں بھتیجے کے موجود ہوتے بھانجے کو میراث نہیں ہو سکتی اسلیے امیدوار ہوں کہ اپنے بھائی محمد شاہ سے غلام کی سفارش فرما دیں تاکہ صوبہ داری اودھ کی سند فدوی کو مرحمت ہو جائے اس اثنا میں راجہ لکھمی نرائن پسر راجہ ہرنرائن وکیل نواب برہان الملک نے ایک عرضی اس مضمون کی تیار کی کہ نواب برہان الملک کو شیر جنگ کے ساتھ صفائی دلی حاصل نہ تھی اگر صفائی دلی حاصل ہوتی تو وہ اپنی بیٹی صفدر جنگ کو نہ دیتے برہان الملک کے مال و اسباب کے مالک صفدر جنگ

[۱] دیکھو جامع التواریخ ۱۲

میر شاہ میر پسر میر محمد یوسف کی بڑی بیٹی عرف بی بی کلان سے نکاح کیا جس سے نیشاپورین منسوب ہو چکے تھے اُس سے ایک بیٹا مرزا جعفر نامی پیدا ہوا۔ محمد قلی خان کا ایک بیٹا اور بیوی سے بھی تھا جس کا نام محمد علی خان ہے۔ محمد علی خان مرزا جعفر سے دو برس بڑا تھا۔ محمد علی خان کا بیاہ نہوا اگرچہ بیبیان بہت تھین۔ محمد علی خان کے ۵ یا ۶ بیٹے اور چار بیٹیان تھین بڑا بیٹا مرزا احمد علی خان جسکی شادی نھنی بیگم بنت نواب سعادت علی خان سے ہوئی دوسرا مقرب الدولہ مرزا مھدی علیخان پوتی بیگم بنت غازی الدین حیدر سے جو بادشاہ بیگم کے بطن سے تھی منسوب ہوا۔ پوتی بیگم کا انتقال نواب سعادت علی خان کے عہد مین ہو گیا ایک بیٹا محسن الدولہ اور دو بیٹیان حاجی بیگم اور زہرہ بیگم چھوڑین یہ محسن الدولہ کی شادی نصیر الدولہ محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سلطان عالیہ بیگم سے غازی الدین حیدر کے عہد حکومت مین ہوئی تھی۔ محسن الدولہ کے ایک بیٹے مرزا علی قدر کی شادی علی نقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی سے ہوئی اور محسن الدولہ کی دونون بہنون کو بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر نے پرورش کیا تھا جنکی شادیان مرزا ابو تراب خان اور مرزا ابو القاسم خان ابنائے مرزا ابو طالب خان کے ساتھ ہوئین محمد علی خان کا تیسرا بیٹا اکبر علی خان ہے جس کی شادی مرزا جعفر کی بیٹی سے جو غازی الدین حیدر کے بڑے مقرب تھے ہوئی۔

فائدہ مفتاح التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا محسن کے نکاح مین نواب نجف خان ذو الفقار الدولہ کی بہن بھی آئی تھی اور خطاب ان کا نواب عزت الدولہ تھا مرزا مقیم خلف جعفر خان بیگ کو اُنکے ماموں برہان الملک نے نیشاپور سے ہندوستان مین بلایا تو وہ حسب الطلب وطن سے روانہ ہند ہوے۔ سعادت خان برہان الملک نے اپنی بڑی بیٹی صدر جہان بیگم کا عقد اُن سے کر دیا اور تھوڑے دنون کے بعد اپنے صوبے کی نیابت پر مقرر کر دیا۔ برہان الملک کی سفارش سے

جس کا نام جعفر قلی خان اور عرف مرزا بزرگ تھا میر شاہ میر کی چھوٹی بیٹی سے جو چھوٹی
بی بی کے نام سے مشہور تھی بیاہے گئے انکے ایک بیٹا مرزا شفیع خان نامی پیدا ہوا تھا جب
مرزا شفیع خاں نیشاپور سے ہندوستان مین آئے تو نواب شجاع الدولہ نے انکو اپنی سپاہ
میں رسالہ دار کر دیا اور آمنہ بیگم کی بیٹی کے ساتھ جو میر محمد امین المخاطب برہان الملک
کی نواسی تھی انکی نسبت ہوئی لیکن ابھی رخصت عروس نے پائی تھی کہ نواب شجاع الدولہ
نے انتقال کیا اور مرزا شفیع خاں دلی کو چلے گئے نجف خان ذوالفقار الدولہ کے انتقال
کے بعد دلی کے امیر الامرا ہوئے محمد بیگ خان ہمدانی نے دغا سے مارڈالا مرزا بزرگ کے ایک بیٹا
اور بھی تھا جو چھوٹی بی بی کے علاوہ ایک اور عورت کے بطن سے تھا اسکا نام زین العابدین خاں
تھا جو مرزا شفیع سے عمر میں بڑا تھا زین العابدین خاں کا ازدواج نواب محمد قلی خاں کی بیٹی
بڈھن بیگم کے ساتھ ہوا تھا بڈھن بیگم برہان الملک کی بیٹی محمدی بیگم کے بطن سے تھی زین العابدین خاں
کے بڈھن بیگم کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوے۔ بیٹی بن بیاہی مرگئی بیٹے کو مرزا بزرگ
کہتے تھے انکا عقد نکاح نواب شجاع الدولہ کی بیٹی سے ہوا مگر اس بیگم کے بطن سے مرزا بزرگ کے کوئی اولاد
نہ تھی البتہ دوسری بی بی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوے اور وہ خود حالت جنوں میں مرگئے
بیٹے کا نام قائم علی خاں تھا جو مرزا برہان الدین حیدر عرف مرزا جنگلی کی پوتی سے بیاہے گئے تھے
اور قائم علی خاں کی بہن مرزا جنگلی کے بیٹے نواب مرزا کے ساتھ منعقد ہوئی تھی جس کے بطن سے
تین بیٹے پیدا ہوے اور نواب محمد قلی خان عرف مرزا کوچک بن مرزا محسن جو اپنے چچا صفدر جنگ
کی طرف سے الہ آباد کے ناظم تھے اور شجاع الدولہ کے ہاتھ سے مارے گئے پہلے محمدی بیگم بنت نواب
برہان الملک کے ساتھ بیاہے گئے تھے اُنسے ایک بیٹی بڈھن صاحبہ نامی پیدا ہوئی جس کا بیاہ
زین العابدین پسر مرزا بزرگ بن مرزا محسن کے ساتھ ہوا محمدی بیگم کے مرنے کے بعد محمد قلی خان نے

خالہ کے گھر مین جوان ہوے۔

مرزا محسن (جنھون نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ ہجری شب چہارشنبہ کو عارضۂ ہیضہ مین انتقال کیا تھا) اُنکی شادی اُنکے چچا محمد شفیع خان بیگ کی بیٹی سے ہوئی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا جس سے اُنکے دو بیٹے اور دو بیٹیان پیدا ہوئین بڑے بیٹے کا نام جعفر قلی خان عرف مرزا بزرگ تھا۔ اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد قلی خان عرف مرزا کوچک تھا اور انھین آغا بابا بھی کہتے تھے۔ مرزا محسن کی دونون بیٹیونمین سے بڑی بیٹی لاولد فوت ہوئی اور چھوٹی بیٹی مرزا ابوتراب خان بن مرزا ابوطالب خان سے منعقد ہوئی جو نواب صفدرجنگ کے پھوپی زاد بھائی تھے اور نسب اُن کا سادات حسینی تھا اور اُنکے دادا مرزا فخرالدین محمد خان مشہد مقدس مین حضرت امام رضا کے روضے کے متولی تھے۔ مرزا ابوتراب خان داماد مرزا محسن کے دو بیٹے پیدا ہوے۔ بڑے بیٹے کا نام مرزا محمد ابراہیم خان اور عرف مرزا سید و تھا اور چھوٹے کا مرزا ابوطالب خان نام تھا۔ ابوطالب خان کا بیاہ نصیرالدولہ محمد علی شاہ بن نواب سعادت علی خان بن نواب شجاع الدولہ خلف نواب صفدرجنگ کی حقیقی بہن فاطمہ بیگم نامی کے ساتھ ہوا اور اُنکے تین بیٹے پیدا ہوے جنکے یہ نام ہین مرزا ابوتراب خان اور مرزا ابوالقاسم خان اور مرزا ابوالحسن خان عرف مرزا امین الدین سے مرزا ابوتراب خان کی شادی غازی الدین حیدر خان بن نواب سعادت علیخان کی نواسی حاجی بیگم سے ہوئی اور مفخرالدولہ ابوالقاسم خان حاجی بیگم کی دوسری بہن زہرہ بیگم سے بیاہے گئے یہ دونون لڑکیان نواب محسن الدولہ کی حقیقی بہنین تھین جو پوتی بیگم بنت غازی الدین حیدر کے بطن سے تھین۔ مرزا منیرالدولہ ابوالحسن عرف مرزا امین نصیرالدولہ محمد علی شاہ بن نواب سعادت علی خان کی چھوٹی بیٹی نواب روشن آرا بیگم سے بیاہے گئے مرزا محسن کے بڑے بیٹے

بیٹی مرزا میڈ ویسر نواب شجاع الدولہ سے بیاہی گئی اور مرزا رحیم خان کے بیٹے کا نام مرزا مسیح تھا جن کی پنشن ریاست لکھنؤ اور سرکار انگریزی سے سو سو روپیہ ماہوار کی مقرر تھی۔ سرکار انگریزی میں انھوں نے ضلع آگرہ مین تحصیلداری کی خدمات انجام دی تھیں جسکی وجہ سے دو سرکار انگریزی سے پنشن پاتے تھے اور فساد لکھنؤ سے قبل مر گئے۔ شفیع خان بیگ کی دوسری بیٹی ہما بیگم کا میر عبد اللہ سے بیاہ ہوا تھا جسکے بطن سے میر عبد اللہ سے تین بیٹے پیدا ہوے نصیر الدولہ نواب عبد المطلب خان اور مرزا حیدر علی خان اور مرزا اکبر علی خان یہ سب بے اولاد مر گئے بجز مرزا عبد المطلب خان کے جنکی ایک بیٹی تھی جو مرزا مسیح ابن مرزا رحیم خان سے بیاہی گئی میر عبد اللہ کا نسب امام حسن علیہ السلام تک پہونچتا ہے اور تیسری بیٹی جو اپنی تمام بہنون سے چھوٹی تھی مرزا یوسف سے منسوب ہوئی افضل التواریخ میں لکھا ہے کہ یہ مومنہ نجف گڑھ مین خیمے کی چوب کے صدمے سے ہلاک ہوئی اس سے چار بیٹے پیدا ہوے تھے (۱) سید محمد خان (۲) مرزا شاہ میر خان (۳) مرزا امیر خان جیسا کہ افضل التواریخ مین ہے (۴) مرزا جعفر چوتھی بیٹی مرزا شفیع خان نے اپنے بھتیجے حرمت الدولہ مرزا محسن سے بیاہی جو میر محمد امین سعادت خان برہان الملک کے بھانجے اور مرزا مقیم المخاطب بہ صفدر جنگ کے بڑے بھائی تھے۔

جعفر قلی خان بیگ ابن محمد قلی خان بیگ کی شادی میر محمد امین المخاطب بہ نواب برہان الملک کی حقیقی بہن سے ہوئی تھی جن کے دو بیٹے پیدا ہوے بڑے بیٹے کا نام مرزا محسن تھا اور چھوٹے کا مرزا مقیم تھا یہی صفدر جنگ ہوے۔ مرزا محسن ابھی چار برس کے تھے اور مرزا مقیم چھ مہینے کے جو انکی ماں نے انتقال کیا مرزا مقیم کو انکی خالہ نے جو محمد شاہ میر بسیر میر محمد یوسف کے ساتھ منسوب تھی اپنا دودھ پلا کر پرورش کیا تھا اور یہ دونوں بھائی اپنی

بسنہ ۱۲ ہجری کو اصفہان سے کوچ کیا اور حدود قزوین سے گذر کر چھ دن مین تبریز پہونچگیا اور گیارھوین دن تبریز سے ۳ فرسنگ کے فاصلے پر مقام کیا۔ رعایا یہان کی تمام شیعہ تھی اسلیے وہ شاہ عباس کے آنے سے بیحد خوش ہوئی اور سہل طور پر اُسے وہان قبضہ میسر ہوگیا تبریز نہایت خراب و ویران ہو رہا تھا اسلیے کہ عرصہ بیس سال تک عثمانیہ فوج کے صدمات اُٹھاتا رہا علی پاشا غازی بیگ سے صلح کر کے عباس کے مقابلے کو آیا اور شکست پائی تبریز پر شاہ عباس کا قبضہ مستقل ہوگیا اب ہم اصل سلسلۂ بیان کی طرف رجوع کرتے ہین اور اُنھین معمولی تواریخ اودھ کی سند سے لکھتے ہین کہ منصور مرزا کا بیٹا محمد قلی خان بیگ ہوا۔ اس کا بیٹا جعفر خان[۱] بیگ تھا اور اسکا بیٹا محمد قلی خان[۲] بیگ ثانی ہوا اس محمد قلی خان بیگ دوم کے دو بیٹے تھے (۱) بڑا محمد شفیع خان بیگ (۲) چھوٹا[۳] جعفر قلی خان بیگ۔ بعض لوگ اس شخص تک منصور مرزا کی اولاد کو والی نیشاپور لکھتے ہین اور اسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی۔

بہرصورت مرزا شفیع خان بیگ پسر محمد قلی خان بیگ کی چار بیٹیان تھین انمین سے ایک بیٹی مرزا مسیح سے بیاہی گئی جس کی سیادت مین کلام ہے۔ اس لڑکی کے مرزا مسیح سے دو بیٹے پیدا ہوے ایک کا نام محمد علی خان اور دوسرے کا مرزا رحیم خان تھا محمد علی خان ابن مرزا مسیح کے بیٹے مرزا حسین خان کی شادی نواب سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی اور وہ لاولد فوت ہوا اور محمد علی خان کی ایک بیٹی بھی تھی جو نواب سالار جنگ کے فرزند سے منعقد ہوئی تھی اور اسکی اولاد عالم طفولیت مین مرگئی۔ مرزا رحیم خان سے ہندوستان مین ایک بیٹی ایک بیٹا پیدا ہوا

---

[۱] اس نام کو کہین جعفر بیگ خان لکھا ہے ۱۲ [۲] اس نام کو کہین محمد بیگ قلی خان لکھا ہے اور کہین محمد قلی بیگ خان بھی آیا ہے ۱۲ [۳] اس نام کو کہین جعفر بیگ خان ثانی لکھا ہے ۱۲

نصف حصۂ ملک پر قابض ہو گیا اسی سنہ میں حسن علی شاہ کے انتقال کے بعد شاہ ناصر مرزا
تخت آبائی پر جلوہ افروز ہوا۔ مگر صرف ایک سال سلطنت کی تھی کہ انتقال ہو گیا۔ افضل التواریخ
میں اس بادشاہ کا نام چھوٹ گیا ہے ۹۰۵ھ میں شاہ منصور مرزا ابن شاہ ناصر مرزا
تخت نشین ہوا مگر اسکے عہد میں خاندان صفویہ کا ایران میں دور دورہ شروع ہو چکا تھا
عنان حکومت شاہ اسمعیل صفوی کے ہاتھ میں تھی خاندان صفویہ کا اقبال کمال عروج پر تھا
چنانچہ پندرھویں صدی عیسوی کے شروع شروع میں شاہ صفوی نے ترکمانوں کی قوت
کا استیصال کرنا چاہا اور منصور مرزا پر چڑھائی کر دی یہ شخص دور اندیش تھا یہ سمجھ کر کہ میں
تاب مقاومت نہ لاسکوں گا مقابلہ کرنا مناسب وقت نہ سمجھا بلکہ جس وقت شاہ اسمعیل داخل
مملکت تبریز ہوا منصور مرزا نے نہایت تپاک کے ساتھ اسکا استقبال کیا اور بلا عذر
عنان حکومت اسکے ہاتھ میں دیدی بعض کہتے ہیں کہ شاہ عباس اول بیرہ شاہ طہماسپ
صفوی تبریز کو تسخیر کر کے منصور مرزا کو اپنے ساتھ بیجاپور کو لے گیا اور اسکے لیے جاگیر مقرر کر دی
لیکن اس قول کی صداقت میں کلام ہے اسلیے کہ شاہ عباس ماضی نے جب تبریز پر
چڑھائی کی تو اُس وقت وہ سلطنت عثمانیہ کے قبضے میں تھا نہ منصور مرزا کے چنانچہ جلد ہشتم
روضۃ الصفا میں ذکر فتح آذربائیجان و تبریز کے ضمن میں لکھا ہے کہ آذربائیجان اور تبریز
سلطنت عثمانیہ کا مقبوضہ تھا اور روم کی طرف سے علی پاشا یہاں حاکم تھا۔ اُس سے اور
غازی بیگ کرد سے اس زمانے میں جھگڑا پیدا ہو گیا علی پاشا نے اردلان اور ریحوان اور
تبریز کا لشکر جمع کر کے غازی بیگ پر چڑھائی کی اُسنے اپنے بیٹے ابدال کو شاہ عباس ماضی
کے پاس استمداد کے لیے بھیجا۔ شاہ نے اس موقع کو نہایت غنیمت جانا کیونکہ اسوقت میں
تبریز رومیوں سے خالی تھا اور تیاری کر کے ارادۂ سفر مازندران کی شہرت دیکر بسرعت تمام

نہیں ہوے تھے کہ قرا یوسف کو ہیضہ ہوا اور درد شکم کے صدمے سے انتقال کیا۔ بایسنغر بن شاہ رخ مرزا
نے تبریز پر قبضہ کر کے شاہ رخ کے نام کا خطبہ پڑھا جب شاہ رخ فتح تبریز سے فارغ ہو کر واپس
ہوا تو قرا یوسف کے بیٹے اسکندر نے جو شاہ رخ کی فوج سے بھاگ گیا تھا پھر آذر بائجان پر قبضہ
کر لیا شاہ رخ نے دوبارہ چڑھائی کی تو اسکندر ۲۹ رجب ۸۳۲؁ھ ہجری کو شکست کامل پا کر
روم کی طرف بھاگ گیا اور ۸۳۸؁ھ ہجری تک بالکل کمزور ہو گیا اور اپنے بیٹے قباد کے ہاتھ
سے ۸۴۱؁ھ ہجری میں مارا گیا۔ آخر کار شاہ رخ نے اپنا پیچھا چھڑانے کے لیے جہان شاہ برادر اسکندر
کو ملک واپس دیدیا بایسنغر جب تک زندہ رہا جہان شاہ زور نہ پکڑ سکا یہ شخص شاہ رخ مرزا
کا بیٹا اور بابر کا باپ تھا یہ اسکا شعر ہے ؎

گدائے کوے جانان بادشاہیست   گدائے کوے او شد بایسنغر

بایسنغر کی وفات کے بعد جہان شاہ نے بڑا عروج پایا۔

مفتاح التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بیٹے کا نام بھی پیر بداغ تھا اور آخر میں اپنے
اس بیٹے سے ناراض ہو گیا تھا وہ باپ سے ڈر کر شیراز سے بھاگ کر بغداد کو چلا گیا جہان شاہ
نے اسکا محاصرہ کر لیا پیر بداغ نے عاجز ہو کر اطاعت کی لیکن ۲۴ ذیقعدہ ۸۷۱؁ھ ہجری کو
باپ کے حکم سے مارا گیا۔ بعد اسکے جہان شاہ نے دیار بکر کی تسخیر کا ارادہ کیا وہاں ستر برس
کی عمر میں ۸۷۲؁ھ ہجری میں امیر حسن بیگ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس موقع پر اسکے سب امرا
اور اولاد ہلاک ہو گئے اس واقعہ کے بعد سے قرا یوسف کی ثروت مستاصل ہو گئی بعض کہتے
ہیں کہ بداغ جہان شاہ کا بھتیجا تھا۔ عماد السعادت۔ قیصر التواریخ کی جلد اول اور وزیر نامے
وغیرہ میں لکھا ہے کہ جہان شاہ کے بعد حسن علی مرزا اپنے باپ کا جانشین تخت ہوا۔
۸۷۳؁ھ ہجری میں سفید بھیڑ والے ترکمانوں کا سردار اوزون حسن اس بادشاہ کو شکست دیکر

کے زمانے میں قرا یوسف کو بھی ملک گیری کی ہوس ہوئی اور ترکمانوں کو جمع کرکے لوٹ مار شروع کی اور آذربائیجان و آرمینیا وغیرہ بعض ملکوں پر قبضہ کرلیا امیر تیمور نے اُس پر اور سلطان احمد بن سلطان اویس جلائر پر چڑھائی کی اس وقت میں جیسا کہ کتاب ہفت اقلیم میں لکھا ہے بایزید ایلدرم نے جو سلاطین عثمانیہ روم کے اجداد میں سے ہے ان دونوں کی حمایت کی اور آخر کار مقابلے میں قید ہوا اور وہ دونوں بھی مصر کی طرف بھاگ گئے حبیب السیر کی جلد سوم کے جزو سوم میں مذکور ہے کہ جس زمانے میں قرا یوسف ترکمان مصر مین پناہ گزین تھا تو وہاں اُس کے ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام پیر بداق ہے احمد جلائر بغدادی بھی ان دنوں وہیں پناہ گزین تھا جسنے اُس لڑکے کو اپنی فرزندی مین لے لیا یہ لفظ مین معمہ ہے بداغ بھی آیا ہے چنانچہ اس سجع سے کہ اُس کا نتیجۂ فکر ہے ظاہر ہے ؎

نام مداغ شدہ با داغ حیدرم   ہر جا ستے مست در ہمہ عالم غلام ماست

۸۰۷ھ مین امیر تیمور کی وفات کے بعد قرا یوسف نے پھر سر اُٹھایا اور قلعۂ آذربائیجان کو فتح کرلیا تیمور کے انتقال کے بعد مرزا ابوبکر بن میران شاہ اور اُسکے بھائیوں میں باہم جنگ و جدل شروع ہوئی تو قرا یوسف اور سلطان احمد جلائر نے ملکر کردستان میں بھی اپنی حکومت قائم کرلی سنہ ۸۱۰ھ ہجری میں قرا یوسف نے لشکر عظیم لیکر تبریز پر یورش کی اور یہان امیر تیمور کے بیٹے میران شاہ کو قتل کیا ۸۱۳ھ ۱۴۱۱ع ہجری میں سلطان احمد جلائر کو قرا یوسف کی ملک گیری پر حسد پیدا ہوا اور اُسنے بغداد سے قرا یوسف پر حملہ کیا جسمین وہ شکست کھاکر مارا گیا۔ جس نے خاندان جلائر کا خاتمہ کردیا۔ قرا یوسف نے بغداد کو بھی فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا ۸۱۴ھ میں قرا یوسف پر شاہ رخ مرزا ابن امیر تیمور نے چڑھائی کی قرا یوسف ساٹھ سال کے ساتھ مقابلے کو تبریز سے نکلکر مقام ادجان مین آیا اور ابھی دونون لشکر لڑائی میں مصروف

(۲) تنگت یا تبتی وہ قوم ہے جو ہندوستان کے شمال کی جانب تبت مین رہتی تھی اور جسنے ساتوین صدی عیسوی مین مذہب بودھ اختیار کیا۔

(۳) مغل وہ ہین جو مانچوریہ سے مغرب کی طرف مغلستان (منگولیا) مین رہتے تھے جو بڑے جنگجو تھے۔

(۴) ترک وہ لوگ ہین جو منگولیا کے مغرب سے بحیرۂ خزر اور کوہ یورال تک آباد تھے۔ جنھون نے خراسان۔ ماوراء النہر شام روم و مصر وغیرہ پر حکومت کی چنانچہ سلجوق۔ اتابک خوارزم شاہی بادشاہ اور انکی تمام شاخین اور ہندوستان کے وہ تمام مسلمان خاندان جو محمد غوری سے ابراہیم لودھی تک ہند پر حکمران رہے۔ ترکمان بھی انھین مین سے ہین بعض نے وجہ تسمیہ ترکمان کی یہ لکھی ہے کہ جب ترکون نے توران و روم سے ایران مین نقل مکانی کی تو انکی اولاد ایرانین ترکمان کہلانے لگی اور صاحب حبیب السیر نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ لوگ بہ نسبت ترکون کے کم رتبہ ہین اسلیے ترکمان کہلاتے ہین مان تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے یعنی ترکون کی مانند ترکمانون مین دو قومین ہین ایک سفید اور دوسری سیاہ پہلی کو آق قوئنلو اور دوسری کو قرا قوئنلو کہتے ہین بعض کہتے ہین کہ جنکے جھنڈون اور پھریرون پر سفید بھیڑ کی تصویرین ہوتی تھین وہ سفید بھیڑ والے ترکمانون کے نام سے مشہور ہوے اور جنکے جھنڈون اور پھریرون پر سیاہ بھیڑ کی تصویرین ہوتی تھین وہ سیاہ بھیڑ والے ترکمان کہلاتے تھے ابوالمنصور خان صفدر جنگ قرا یوسف بن قرا محمد بن بیرم کی اولاد سے ہین جو سیاہ بھیڑ والے ترکمانونین سے تھا مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ قرا یوسف بن قرا محمد کے اسلاف خانہ بدوش تھے اور ترکستان کے جبال عارف مین رہتے تھے سلطان اویس جلائر بغدادی نے قرا یوسف اور اُسکے باپ اور دوسرے رشتہ دارون کو اپنے چوپایون کے چرانے اور انکی نگہداشت و خدمت کے کام پر مقرر کر دیا تھا۔ امیر تیمور کی ملک گیری

درجہ سوم نو ہزار سات سو روپیہ۔

- ہجہزاری اسپ عراقی ۳۴ عس ۳۴ ترکی ۶۸ یابو ۶ تازی ۶۷ جنگلہ ۲۶ ہاتھی تیرگیر ۲ سادہ ۳ محمولہ ۲ کرہ ۲ پھندرکیہ ۱۰ ادت ۸ بحر ۲ چھکڑے اور گاڑی ۱۶

تنخواہ درجۂ اول تیس ہزار روپیہ درجۂ دوم انتیس ہزار روپیہ درجۂ سوم ۲۹ ہزار روپیہ

ہفت ہزاری اسپ عراقی ۴۹ عس ۹ ترکی ۹۸ یابو ۹ تازی ۶۸ جنگلہ ۶۸ فیل تیرگیر ۳ سادہ ۲۴ محمولہ ۲۷ کرہ ۲۷ پھندرکیہ ۲۱۱۲ سٹ ۱۱ بحر ۲۷ گاڑی چھکڑے ۲۲ ماہانہ ۵۴ روپیہ

نسب مرزا مقیم المخاطب بہ نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ

قبل اسکے کہ اس خاندان کے حسب و نسب سے بحث کی جائے یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ والیان اودھ قوم کے مغل نہ تھے بلکہ انکی قوم ترکمان قبیلۂ قراقو یلو تھی قوم مغل اور قوم ترکمان میں فرق کیا ہے اسکے سمجھنے کے واسطے یہ واقعات کہ تقسیم اقوام کہاں سے شروع ہوئی قابل لحاظ ہیں ملک تاتار جسکو زمانۂ قدیم میں سدیا (سیذیا) کہتے تھے جو بحر الکاہل سے بحرہ حزر تک پھیلا ہے چین ہندوستان اور ایران کے شمال میں پھیلا ہوا ہے اس میں بہت سی خانہ بدوش قومیں آباد تھیں اور وہ قومیں ان چار بڑے طبقوں پر منقسم ہوئیں جس سے یہ جدا جدا قومی سلسلے قائم ہوئے۔

(۱) منکس یا (مانچو) وہ ہیں جو مشرقی حصہ یعنی مانچوریہ میں آباد تھے اور جنھوں نے چین فتح کر کے دوبارہ سترھویں صدی عیسوی سے اپنی سلطنت قائم کی۔

اکبر آباد کے بطن سے تھی اور باقی چار بیٹیان بی بی صاحبہ سے تھین بعض تواریخ مین ایسا ہی لکھا ہے لیکن محمد فیض بخش نے فرح بخش مین والدہ شجاع الدولہ کی نسبت کہا ہے کہ "بعمر ہفت سال ہمراہ والدین در سنہ یکہزار دیک صد دبست از نیشا پور وارد شاہجہان آباد شدہ بودند"

منصب کی توضیح

برہان الملک کے بیان مین مذکور ہے کہ ایک بار انکو منصب ہزاری دوبارہ منصب ڈیڑھ ہزاری تیسری بار پنج ہزاری چوتھی بار ہفت ہزاری ملا۔ سمجھنے کے لیے ان منصبون کی تھوڑی سی تفصیل آئین اکبری سے یہان لکھتا ہون۔ اس کتاب مین بیان کیا ہے کہ اکبر شہنشاہ ہندوستان نے دہ ہزاری تک منصب مقرر کیے تھے پھر اس مین ہر ایک کے باعتبار تنخواہ کے تین تین درجے تھے ان منصبون مین سے پنجہزاری تک نوکرون کو ملتا تھا اُس سے آگے بادشاہ کے بیٹون کے واسطے مخصوص تھا۔ ہر ایک منصب والے کے لیے گھوڑے ہاتھی باربرداری اور تنخواہ خصوصیت کے ساتھ مقرر تھی۔ مثلاً۔

منصب ہزاری کے لیے گھوڑون مین عراقی ۱۰۔ مجنس ۱۰۔ ترکی ۲۱۔ یابو ۲۰۔ تازی ۲۱۔ جنگلہ ۲۱۔ ہاتھیون مین شیر گیر ۷۔ سادہ ۸۔ منجھولہ ۶۔ کرہہ ۷ پھندرکیہ دو۔ باربرداری مین اونٹ ۲۱ خچر ۴ گاڑی اور چھکڑے ۴۲۔ تنخواہ ماہانہ درجۂ اول ۸۲۰۰ روپیہ درجہ دوم ۸۱۰۰ روپیہ درجہ سوم ۸۰۰۰۰ روپیہ۔

ڈیڑھ ہزاری گھوڑون مین عراقی ۱۲ مجنس ۱۲ ترکی ۴۲ یابو ۴۲ تازی ۴۲ جنگلہ ۴۲۔ ہاتھیون مین شیر گیر ۹ سادہ ۱۰ منجھولہ ۸ کرہہ ۷ پھندرکیہ ۳ باربرداری مین شتر ۴۲ خچر ۵ گاڑی اور چھکڑے ۵۰ تنخواہ ماہانہ درجہ اول دس ہزار روپیہ درجہ دوم نو ہزار آٹھ سو روپیہ

بادشاہ کے ہاں سے خلعت عطا ہوا۔ قضارا وہ عارضۂ چیچک یا کسی اور مرض میں بچپن ہی میں
مرگیا تو مرزا مقیم کو جو نواب برہان الملک کے داماد تھے اصالۂ خلعت مرحمت ہوا جنھوں نے
اپنی یاوری اقبال سے صفدر جنگ کا خطاب پایا۔

اولاد نواب سعادت خان

نواب سعادت خاں برہان الملک کے ہندوستان میں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں
بڑی بیٹی صدر جہاں بیگم دوسری نورجہاں بیگم تیسری ہما بیگم عرف سدی بیگم چوتھی محمدی بیگم
پانچویں آمنہ بیگم۔ اور بیٹا برہان الملک کے بعد حالت طفلی میں مرگیا جب برہان الملک کی
بڑی بیٹی صدر جہان بیگم کی عمر ۱۲ برس کی ہوئی تو انکی اول یہ منشا ہوئی کہ اپنے بھتیجے نثار محمد خاں
شیر جنگ سے بیاہ دیں لیکن چونکہ وہ لوٹ مار ہی میں مصروف رہتے تھے اسلیے اپنی بڑی بہن
کے بیٹے مرزا مُقیم ابن جعفر خان بیگ کو نیشاپور سے بلاکر صدر جہان کی اُسسے شادی کردی
انکا عرف نواب بیگم ہے لوجہ لوک کی دوسری بیٹی نورجہاں بیگم عرف ہینگا بیگم دس برس کی عمر کو
پہونچی تو اپنی چھوٹی بہن کو جو میر محمد شاہ میر کی زوجیت میں تھی مع اُسکے بیٹے نصیر الدین حیدر
خاں بیگ کے نیشاپور سے بلوا کر نورجہاں بیگم کی شادی اپنے اُس بھانجے سے کردی نواب
کی تیسری بیٹی ہما بیگم نواب کے بھتیجے سید محمد خاں سے منسوب ہوئی تھی جو اپنے باپ سیادت خاں
کے خطاب کے ساتھ مخاطب تھے چوتھی بیٹی محمدی بیگم کا ازدواج نواب محمد قلی خاں ابن مرزا محسن
برادر مرزا مقیم کے ساتھ ہوا اور پانچویں بیٹی آمنہ بیگم کا بیاہ سید محمد خان سے ہوا جیسا کہ قیصر التواریخ
میں ہے اگر یہ وہی سید محمد خاں ہے جو نواب کا بھتیجا ہے تو ہما بیگم کے انتقال کے بعد آمنہ بیگم
اسکے نکاح میں آئی ہوگی اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو خیر یا کاتب کی غلطی سے نام بدل گیا ہے۔
انمیں سے صدر جہاں بیگم زوجۂ نواب صفدر جنگ مادر صاحبہ نواب محمد تقی خاں صوبہ دار

(سنہ ۵۲ الہ ھ) ایک دن برہان الملک اور عمدۃ الملک محمد شاہ کے حضور مین حاضر تھے نواب نے امیر خان پر طعن کر کے کہا ؎

پسرِ نوح بابدان بہ نشست　　خاندانِ نبوتش گم شد

یعنی تو کہ شاہ نعمت اللہ کی اولاد مین سے ہے نامعقول وضع رکھتا ہے امیر خان نے جواب مین کہا سچ ہے ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند　　پئے نیکان گرفت مردم شد

یعنی تم کہ گمنام تھے اس مرتبے کو پہونچگئے عمدۃ الملک زنانہ اطوار رکھتا تھا آنکھون مین کاجل لگاتا تھا دانتون پر مسّی ملتا تھا ہاتھ پیرون مین مہدی لگاتا تھا انگوٹھی چھلّے در تعویذ اور دونون کانون مین بالے پہنتا تھا۔

برہان الملک نہایت کارطلب امیر تھے جبروت کے ساتھ رعیت پرور بھی تھے مزاج مین بھی نہایت مدبر شجاع اور منتظم تھے۔ مرتے وقت خزانے مین نقد نو کرور روپے چھوڑے جیساکہ عماد السعادت مین لکھا ہے مگر یہ سراسر مبالغہ ہے۔

طبیعت موزون تھی شعر بھی کہتے تھے آمین تخلص کرتے تھے میر عبد العلی طالع تخلص ایک غزل کے مقطع مین کہتا ہے ؎

طالع این مصرع نواب دل از دستم برد　　دل غمگین بکسے دادہ ام ویادم نیست

دوسرا مصرع آمین کا ہے ریاض الشعرا مین علی قلی خان داغستانی نے اُنکے نام سے یہ شعر لکھا ہے ؎

زکدام رہ بیایم کہ بہ چشم تو درآیم　　کہ بگرد چشم مستت ہمہ نیزہ سپاہ است

نواب سعادت خان برہان الملک کا جانشین

قیصر التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب برہان الملک کے مرنے کے بعد اُنکے بیٹے کو جو چھوٹا تھا

کرکے کہا کہ والصاحب اس حال کو سنکر برہان الملک کے بہت ممنون ہوے حسب تھوڑے دنوں کے بعد دکن سے دہلی کو آئے اور برہان الملک اُنسے ملنے کو گئے تولب فرش تک استقبال کیا اور ایک مسند پہ بیٹھے اور اُس دن سے دونوں میں محبت بڑھگئی۔

برہان الملک کے طبعی عادات

برہان الملک عجیب سعید اور باوفا آدمی تھے لیے مادام الحیات یہ دستور رکھا کہ جب کبھی نواب سربلند خان کی سواری ملتی تھی تو ہاتھی سے اُترکر اُنکو بڑے ادب سے سلام کرتے تھے جب مبارز الملک سربلند خاں دلاور جنگ ۱۷۳۲ء میں صوبہ داری گجرات سے معزول ہوا اور اُنکی جگہ مہاراجہ ابھے سنگھ پسر اجیت سنگھ والی جودھپور مقرر ہوا تو سربلند خاں کی کیطرف لوٹا بادشاہ کے حکم سے آگرے میں ٹھہر گیا یہاں سپاہ نے تنخواہ کے لیے اُسپر بلوا کیا سعادت خاں نے مروت کی وجہ سے تنخواہ کو اپنے ذمّے لے لینا چاہا مگر سربلند خاں نے نہ مانا اور اسباب فروخت کرکے سپاہ کی تنخواہ ادا کی۔

سعادت خاں کی بیتابی پر یہ بدنامی کا داغ ضرور رہا کہ اُنھوں نے بادشاہ کے ہاتھوں دلی کو برباد کرادیا تاریخ مظفری میں ہے "در دیگر فردوس آرام گاہ خلعت میرنجشی گری بنام نظام الملک فتح جنگ مرحمت فرمود سعادت خاں برہان الملک کہ میدار این خدمت بود از حد کبیدہ خاطر گشت وبادشاہ را برقتل دارالخلافہ شاہ جہاں آباد ترغیب نمودہ و از نمک حرامی ادا کرد و حرا اُنچہ شد فاش است احتیاج گوش زد کردن" مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی ہے "ارکنفش نادرشاہ ارمیدان قتال کرنال بہ بہانہ ضیافت در قلعہ شاہ جہاں آباد داخل شدہ دار الامارۂ بادشاہ چنیں مودحیانچہ تاریخ دفاتش بزیادت یک عدد چنیں یافتہ اند ع

ے سعادت نمک حرام بمرد

اس وقت دستگیری فرمائین کیونکہ والد تو دکن مین ہین اور مخالف لوگ داؤن مین لگے ہین اور بادشاہ کو غصے کر دیا ہے آپ باپ کی جگہ ہین اُنھون نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت مختار اور جان و مال کے مالک ہین ہم سب اُنکے غلام ہین وہ جو کچھ کرتے ہین خوب کرتے ہین - مین بندگان اقدس کی مرضی کے خلاف عرض کرنے کی طاقت نہین رکھتا ہون والد نے جب یہ جواب سُنا تو زندگی سے قطع امید کی اور اس بات پر آمادہ ہوے کہ انگوٹھی سے ہیرا نکالکر اور پیس کر کھالین اس اثنا مین برہان الملک جو دربار مین آئے ہوے تھے اُنھون نے بھی یہ حال سُن لیا آتش غضب بھڑکنے لگی اور بادشاہ کے پاس پہونچے تو خشم آلود اور چین بر جبین کھڑے رہے بادشاہ نے اس حال کا سبب دریافت کیا - برہان الملک نے عرض کیا کہ غلام سخت حیران ہے اور نہایت متعجب ہے کہ قلعہ کیون نہین منہدم ہو جاتا کہ آصف جاہ نے رکاب سعادت مین بڑی مستعدی سے خدمات کین اور اُس کا بڑا بیٹا جو حضور کا جان نثار ہے ایک ادنی آدمی کی وجہ سے پیش خانے کے سپاہیون کے پاس نظر بند ہے جو کچھ اُسکے باپ نے خدمات کین اُن کو اس طرح یکلخت بھلا دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس غلام کی داڑھی بھی عنقریب اپنے خون سے رنگین ہوگی - یہ بات کہی اور پیش خانے مین آکر میرے باپ سے کہا کہ تم یہان کیون بیٹھے ہو تمھارا سسر نامرد ہے اُس سے کچھ توقع مت رکھو میرے ساتھ چلو دیکھون تو کون ایسی ہمت رکھتا ہے کہ مجھ سے تمکو چھڑا لے گا - اُسنے بہت الحاح کیا کہ بادشاہ کے بے حکم اُٹھنا اچھا نہین - برہان الملک نے نہ مانا اور اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین مضبوط پکڑ کر اپنی پالکی مین بٹھا کر قلعہ سے نکالکر اُسکی حویلی مین پہونچا دیا اور کہا کہ میرا سر آصف جاہ کے فرزند پر نثار ہے - اگر اب کوئی فوج قلعہ سے آئے تو خدا کے لیے یہ نکرنا کہ خاموشی کے ساتھ اُسکے ہمراہ چلے جاؤ - بلکہ مجھے خبر کر دینا اُسی وقت پہونچکر تمھارے باپ کی اُن مہربانیون کا جو میرے اوپر ہین حق ادا کرونگا - عماد الملک نے یہ قصہ بیان

تو تیری کھال کھنچوا لونگا آصف جاہ اور شاہ سے رخصت ہوکر برہان الملک کے پاس آیا اور
نادر شاہ کی ساری تقریر سنا کر کہا کہ بھائی آج یہ آفت ہمارے سر پر ہے کل تمھاری خیر نہیں اب
کوئی صورت آبرو بچانے کی باقی نہیں ہے میں وہی آصف جاہ ہوں کہ کئی بار دکن کو فتح کیا ہے
مدۃ العمر میں ۸۰ لڑائیاں سر کی ہیں تف ایسی زندگی پر کہ بڑھاپے میں ایک گدلے قزلباش کج
بے نام ونشان آکر میرے ساتھ ایسا سلوک کرے میں تو اس بات کو بہتر جانتا ہوں کہ ابھی
جان کو ہلاک کر ڈالوں اور زہر کا پیالہ پی لوں میرے اور نادر کے سوال وجواب قیامت میں
ہونگے برہان الملک صاحب دل تھے انھوں نے آصف جاہ سے کہا کہ آپ اپنے مکان کو تشریف
لیجائیے کہ میں بھی ایسا ہی کرونگا آصف جاہ رخصت ہوکر اپنے مکان کو گیا اور برہان الملک نے
ایک شربت کے پیالے میں زہر ملا کر پی لیا اور چادر تان کر سو رہے اور مر گئے مگر نظام الملک نے
زہر نہیں کھایا آرام سے اپنے دیوان خانے میں سو گیا جب بیدار ہوا اور برہان الملک کی خودکشی
کی خبر سنی تو بظاہر تاسف کیا اور باطن میں مسرور ہوا عماد السعادت کا مؤلف کہتا ہے کہ
یہ حکایت محض بے اصل ہے حقیقت حال یہ ہے کہ برہان الملک کے چند روز سے دنبل نکلا تھا
اور کرنال کی جنگ میں وہ موجود تھا اسی صدمے سے وہ مر گئے انکے اور آصف جاہ کے درمیان
ہرگز عداوت نہ تھی اور دلیل اسپر یہ ہے کہ آصف جاہ کا پوتا عماد الملک ایک شب اپنے ایک دوست
سے بیان کرتا تھا کہ برہان الملک بڑی خوبی کے آدمی تھے ہمارے دادا انکو قمر الدین خاں وزیر سے
زیادہ عزیز رکھتے تھے کیونکہ قمر الدین خاں تو ہمارے رشتہ دار تھے اور برہان الملک باوجود اجنبیت
کے بڑے بڑے سلوک کرتے تھے عماد الملک جب یہ بات کہہ چکا تو اسکے دوست نے کہا بھلا کوئی سلوک
بیان تو کرو اُسنے کہا کہ ایکبار محمد شاہ نے میرے والد کو بعض دشمنوں کے اغوا سے پیش جانے کے
پیادوں کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ تا حکم ثانی اسے قید رکھیں۔ والد نے قمر الدین خاں کو لکھا کہ آپ

منع کردے کہ وہ تعظیم کو نہ اُٹھین اُنھون نے نہ مانا جب آصف جاہ پہونچے خدمتگارون کی اعانت سے تعظیم کو کھڑے ہوے۔ علی قلی خان والہ داغستانی اُنکے مرثیے مین کہتا ہے۔

رباعی

دوراز تو سپہر واژگون مے گرید | بنگر کہ زمانہ بے تو چون مے گرید
رفتی زجہان و پشت شمشیر شکست | با قامت خم ہمیشہ خون مے گرید

شیر جنگ جو کہ قزلباش سوارون کی جمعیت کے ساتھ نادر شاہ کی طرف سے برہان الملک کے پاس مامور تھا تاکہ دو کروڑ روپے جنکے نذر کرنے کا اُنھون نے وعدہ کیا تھا وصول کرے وہ اُن سوارون کو لیکر اودھ مین گیا اور صفدر جنگ سے وہ روپے وصول کرکے نادر شاہ کے پاس لایا۔

گیان پرکاش کے مؤلف نے برہان الملک کی وفات کا واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے سعادت خان برہان الملک اور آصف جاہ کو چند سخت اور نالائم الفاظ کہے۔ نظام الملک آصف جاہ ایک عیار آدمی تھا اُسنے سعادت خان سے کہا کہ اب زندگی بے لطف ہے اور ایک شربت کا پیالہ زہر کے بہانے سے پی لیا۔ نواب سعادت خان کہ نہایت غیور تھے اور مردمی کا طنطنہ رکھتے تھے واقع مین زہر کھاکر مرگئے۔ نادر شاہ ابھی دلی مین مقیم تھا۔ مگر عماد السعادت سے گیان پرکاش کی روایت کی تردید ہوتی ہے اُسکے مؤلف کا بیان یہ ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے نظام الملک کو جسکی اولاد مین اب حیدر آباد والے نواب ہین طلب کرکے فرمایا کہ اے بوڑھے تونے ہمکو قندھار تحریر کیا تھا کہ اگر حضور اشرف ہندوستان تشریف لائینگے تو پچاس کروڑ روپے کا انتظام کردونگا اور جو کچھ بادشاہ و امراسے ہاتھ لگےگا وہ علاوہ ہوگا اب وہ روپے کہان ہین جا آج اور کل کی مہلت ہے پرسون تک اگر حاضر نہ کرسکے گا

دیگر

شد آں زورے کہ نادر شاہ ایران — بہ دہلی داخل و دریا فعالش
بہ نواب سعادت خاں کہ بودہ — وکیل مطلق از شاہ زمانش
مشقت در شد و آمد بیفزود — شقاقلوس شد رخش رسانش
ازاں صدمہ بہ لیل عید اضحیٰ — رواں در جنت شد روانش
ز روے درد ہاتف ایں ندا داد — کہ فردوس جہاں باد آشیانش

دیگر

بہ سیم ذیحجہ را داخل بہ دہلی — چو نادر شاہ شد عالم طرزید
وکیل مطلق از مردود دولت — چو نواب سعادت خاں گردید
ازیں رو اندراں روز و ز رو وقت — مشقت در شد و آمد فزائید
شقاقلوس کہ دریا داشت ایں وقت — دراں روز ار تنگ و دلش خراشید
بپایاں زیں تعب و لخستہ گشتہ — بسوے جنت شتا شدہ شب عید
سر آہے کشیدہ گفت ہاتف — خدا وندا بہ جنت باد جاوید

سیر المتاخرین میں بیان کیا ہے کہ لڑائی سے چند روز کے بعد برہان الملک مرض سرطان کے صدمے سے جو انکے پاؤں میں تھا راہی ملک آخرت ہوے خزانہ عامرہ میں مذکور ہے کہ نویں ذی الحجہ کو برہان الملک نادر شاہ کے حکم کے موجب دن بھر اپنے گھر پر بادشاہی کام سرانجام دیتے رہے مگر شقاقلوس کا درد اور بے طاقتی بہت تھی کبھی غش آجاتا تھا کبھی افاقہ ہوتا تھا۔ عید قرباں کی رات کو صبح سے پہلے انکی سانس نکل گئی۔ جس شب انتقال کیا نظام الملک آصف جاہ عیادت کے لیے گئے اور پیشتر سے ایک آدمی کو بھیجدیا کہ برہان الملک کو

مدفون ہوے۔

تاریخ وفات یہ ہے ع

برفلک رفت مسیحاے جدید

اپنی وفات سے ایک سال پیشتر اپنے کتب خانے کو وقف کرکے علی قلی خان کو اُس کا متولی کردیا تھا اور کہدیا تھا کہ جو کوئی پڑھنے کے لیے کتاب مانگے اُسے دیدی جاے اور انفراغ کے بعد واپس لے لی جاے چونکہ کوئی بیٹا نہ چھوڑا تھا اسلیے اوّل احمد شاہ بادشاہ بن محمد شاہ نے حکم دیا کہ اُن کا تمام مال واسباب اور زر نقد ضبط کرلیا جاے آخرش نواب صفدر جنگ وزیر کی تجویز سے یہ مقرر ہوا کہ تمام نقد و جنس اور جواہرات اور ہتھیار مرحوم کے حقیقی بھانجے علی نقی خان کے سپرد کردیے جائین وہ اُنکے ورثہ کو جو شیراز اور بنگالے مین ہین حصۂ فرائض کے بموجب تقسیم کردین۔ مفتاح التواریخ مین غلط لکھا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کی اولاد سے تھے۔

بُرہان الملک کی وفات

مآثر الامرا وغیرہ مین ذکر کیا ہے کہ برہان الملک اس لڑائی کے زخمون سے ۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ ہجری روز شنبہ کی شب مین مرگئے اور مرآت آفتاب نما مین لکھا ہے کہ جس دن نادر شاہ دلّی مین داخل ہوا اُسکی صبح کو برہان الملک نے وفات پائی۔

تاریخ وفات

ہوئی جسدم کتاب ابجد عمر	ادیب مرگ کے ہاتھون سے ابتر
پئے تاریخ کی جو فکر شایان	ہوا سال اسم ہی سے اُنکے اظہر
قلم نے دال ملفوظی کے اعداد	کیے اسم سعادت خان سے باہر

بیان الواقع کا مؤلف کہتا ہے کہ علوی خاں ایسے دلیر تھے کہ علاج کے معاملے میں نادر شاہ کا رعب نہیں لاتے تھے علوی خاں محمد بن حنفیہ کی اولاد سے تھے جو حضرت علی علیہ السلام کے بیٹے ہیں سوائے جناب فاطمہ علیہا السلام کے ایک اور عورت سے اور آپکی ایسی اولاد کو اصطلاح میں علوی عین اور لام کے فتحوں سے کہتے ہیں۔

انکا نام ہاشم باپ کا نام حکیم ہادی دادا کا نام مظفر الدین حسین علوی ہے ۱۰۸۰ھ ہجری میں شہر شیراز ملک فارس میں پیدا ہوے تھے علم کی تحصیل اپنے والد اور ملا لطف اللہ شیرازی اور احمد مسیحا سے کی ۱۱۱۱ھ ہجری میں بعمر تیس سال وطن سے ہندوستان میں آئے اور قلعہ ستارہ کے پاس اورنگ زیب عالمگیر کی ملازمت حاصل کی خلعت و منصب ملا اور محمد اعظم شاہزادے کے پاس متعین ہوے حکیم محمد شفیع شوستری نے انکی نجابت اور کمالات پر نظر کر کے اپنی بیٹی اُنکے نکاح میں دی شاہ عالم بہادر شاہ بن عالمگیر کے عہد میں علوی خاں خطاب ملا اور منصب میں اضافہ ہوکر جاگیر پائی جب محمد شاہ تخت نشین ہوے تو علوی خاں نے اُس کے ایسے معرکۃ الآرا علاج کیے کہ بادشاہ انکی حذاقت مان گئے اور سونے اور چاندی کی برابر تُلوایا اور ہشت ہزاری منصب دیا اور تیس ہزار روپیہ مہینہ نقد بھی مقرر کردیا اور معتمد الملوک خطاب بخشا باوصف اسکے کہ رات دن مطب جاری تھا ہزاروں آدمی علاج کے لیے اسے رجوع کرتے تھے مگر تصانیف کا شغل نہ چھوڑا اسی برس سے عمر گذر گئی تھی اُس وقت تک عینک کی ضرورت نہ پڑی اور قوت باہ ایسی قوی تھی کہ باوجود معمر ہونے کے اور نحافت جسمانی کے ہفتے میں دو تین بار غسل احتلام کرتے تھے لیکن اتنی قوت جماع اور عورتوں اور حرموں کی کثرت پر بھی کوئی اولاد پیدا نہوئی اور ۲۵ رجب ۱۱۶۲ھ ہجری کو دلی میں مرض استسقا سے انتقال کیا اور اپنی وصیت کے موافق حضرت شاہ نظام الدین کی درگاہ کے حوالی میں

(۱۴۴) رائے خوشحال چند پیشکار بخشی گری سے	پونے تین لاکھ روپیہ
شیخ سعد اللہ دیوان تن سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
ناگرمل دیوان خالصہ سے	ساڑھے تین لاکھ روپیہ
سیتارام خزانچی خزانۂ عامرہ سے	تین لاکھ روپیہ
جگل کشور سے	اڑھائی لاکھ روپیہ
سبحان رائے وکیل فاغنۂ دکن سے	ڈیڑھ لاکھ روپیہ
رائے نوند رائے پیشکار خالصہ سے	پونے تین لاکھ روپیہ

اسی طرح دوسرے اکابر وعلما وفضلا وقاضی القضات مین سے کسی کو نہ چھوڑا سب سے روپیہ وصول کیا ان لوگون پر سزاول اور چوبدار اور سپاہی نہایت سخت مزاج مسلط کیے جن سے خدا کی پناہ جو لوگ استطاعت اُس قدر روپے کے دینے کی نر رکھتے تھے جس قدر اُن سے مانگا جاتا تھا تو اُنھین سے کسی نے زہر کھالیا کسی نے ہتھیار سے خودکشی کرلی چنانچہ الہ وردی خان قراول بیگی اور قمرالدین خان وزیر کے سالے کامیاب خان اور سعداللہ خان دیوان تن کے بھائی اِن تینون نے مسموم پانی پیکر جان دی اور شیر افگن خان نے خنجر سے خودکشی کرلی اور خالق یار خان نے پیش قبض مارکر جان دی۔

نادرشاہ اور حکیم علوی خان

نادرشاہ کی طبیعت دلّی مین علیل ہوگئی تھی حکیم علوی خان نے علاج کیا شفا پائی نادرشاہ ان سے بہت خوش ہوا اور اس وعدے پر اُن کو ہندوستان سے اپنے ساتھ ایران لے گیا کہ وہان سے حج کو رخصت کردیگا چنانچہ نادرشاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اُن کو حرمین کو روانہ کردیا علوی خان حج سے انفراغ کے بعد ہندوستان کو واپس چلے آئے

(۳) مُرصّع اور سونے چاندی کے برتن وغیرہ۔	قیمتی ڈیڑھ کروڑ روپیہ
(۴) تخت طاؤس[1] و تخت رواں۔	قیمتی تین کروڑ روپیہ
(۵) اسباب سلاح خانہ و فراش خانہ و آبدار خانہ و خوشبو خانہ و باورچی خانہ و کرکری خانہ و زرین خانہ۔	تخمیناً پندرہ کروڑ روپیہ
(۶) شاہی ہاتھی خانے سے ہاتھی۔	پانسو
(۷) شاہی اصطبل سے گھوڑے۔	دو ہزار
(۸) نواب مظفر خاں و خاندوراں کا وہ مال و اسباب و زر نقد جو میدان جنگ میں اُن کے کیمپوں کی لوٹ سے ملا اسی طرح برہان الملک کے لشکرگاہ کا مال و اسباب اور دہلی میں جو اُن سے زر نقد ملا۔	سات کروڑ روپیے سے زیادہ کا
(۹) اہلکاروں امیروں سوداگروں اور سرداروں سے	دو کروڑ بارہ لاکھ روپیہ
(۱۰) آصف جاہ سے	ایک کروڑ روپیہ
(۱۱) اعتماد الدولہ وزیر اعظم سے	ایضاً
(۱۲) لطف اللہ خاں سے	ایضاً
(۱۳) نواب محمد خاں بنگش سے	نو لاکھ روپیہ

[1] تحفۂ راحتاں میں مولوی حمید اللہ فرحتی نے صرف تخت طاؤس کی لاگت سات کروڑ روپیے لکھی ہے

نکالی ہے جبکہ نادر شاہ قتل عام سے سیر ہوچکا تو محمد شاہ یا اُسکے وزیر کی شفاعت سے غصہ اُسکا ٹھنڈا ہوا اور قتل عام کی ممانعت کا حکم سُنایا گیا اور انتظام اُسکا ایسا معقول تھا کہ جسوقت قتل کی بندش کا حکم صادر ہوا تو اُسی وقت فوج نے تسلیم کیا اور کسی نے دم نہ مارا۔ قاتلون کے ہاتھ جہان کے تہان رہ گئے۔

مگر دِلّی والون کی تکلیفات اِسپر موقوف نہوئین اِسلیے کہ نادر شاہ کا بڑا مطلب ہندوستان کی چڑھائی سے یہ تھا کہ اُسکے مال و دولت سے اپنے آپکو مالا مال کرے اور جب سے اُس نے فتح پائی تھی تب ہی سے روپے کے اخذ و جبر کے رنگ ڈھنگ اُسنے ڈالے تھے جسکا وہ خواہان تھا چنانچہ پہلے مشیر اُسکے سعادت خان ہوے۔

نادر شاہ دِلّی سے اتنا مال لے گیا

کرنال کے میدان مین بُرہان الملک سعادت خان نے نادر شاہ کو ترغیب دی کہ دہلی چلکر روپیہ وصول کرے اور شہنشاہی کارخانون اور خزانون پر ہاتھ مارے لیکن یہ بدنیتی اُن کو راس نہ آئی۔ دلّی کے پہونچنے پر تھوڑی مُدّت گذری تھی کہ وہ مر گئے یہان ایک اور تبہ کار نادر شاہ کے حضور مین پیش ہوگیا اِس گھر کے بھیدی نے ہر ایک چیز اور ہر ایک مالدار کا پتہ بتاکر نادر شاہ کا دست تصرف دراز کرایا اور ذرا بھی کوئی مالدار نظر آیا تو اُسپر ایک رقم مقرر کرادی نام اِس شخص کا جنگل کشور ہے۔ اب تفصیل تمام زر نقد اور اسباب کی جو نادر شاہ نے لیا تاریخ تیموریہ سے نقل کرتا ہون۔

زر نقد یا مال و اسباب کہان سے لیا	قیمت یا تعداد روپیہ یا مال
(۱) خاص بادشاہی خزانون سے	ساڑھے تین کروڑ روپے نقد
(۲) جواہر خانۂ خاص سے جواہر	قیمتی پندرہ کروڑ روپے کا

کہ دلی کے گلی کوچوں میں یہ خبر پھیلی تو ہندوستانیوں کی نفرت علانیہ ظاہر ہوئی اور ایرانیوں کا قتل ہونا شروع ہوا اور چونکہ ایرانی سپاہی جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے اس وجہ سے بہت سے لوگ اُنکے ہندوستانیوں کے غیظ و غضب کی قربانی ہوئے ہندوستانی امیروں نے ایرانیوں کے بچانے میں کوشش نہ کی۔ بلکہ بعض امیروں نے ایرانیوں کو قاتلوں کے حوالے کیا جو انکی محلسرایوں کی حفظ و حراست کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ علی حزیں نے بیان کیا ہے جسکو سیر المتاخرین والے نے لفظ بلفظ نقل کیا ہے کہ سات سو ایرانی مارے گئے اور سکاٹ صاحب کی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں اکیہرار آدمی بیان کیے گئے ہیں نادر شاہ نے اول اول تو فساد کو دبانا چاہا اور اس بات کے دریافت ہونے سے کہ وہ رنجیدہ ہوا کہ وہ فساد رات بھر برپا رہا اور تسکین کی جگہ اُسکو ترقی حاصل ہوئی نا وصفا سکے صبح کو گھوڑے پر سوار ہو کر اس نظر سے باہر نکلا کہ اُسکو چلتا جاتا دیکھ کر پھر امن و امان قائم ہو جائے اور جبکہ وہ باہر نکلا تو اُسے گلی کوچوں میں اپنے ہموطن بھائیوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا گر اسپر بھی اُسکو جوش نہ آیا یہاں تک کہ لوگ ادھر اُدھر سے پتھر پھینکنے لگے اور چاروں طرف سے تیر اور بان اُسپر برسنے لگے اور یہ نوبت پہونچی کہ ایک سردار اُس کا جو اُسکے پہلو میں جاتا تھا اس گولی کا نشانہ ہوا جو خاص اُس پر چھوٹ کر آئی تھی غرضکہ نادر شاہ نے جب یہ بدت درازیان دیکھیں تو وہ بہت غصے ہوا اور قتل عام کا حکم سنایا چنانچہ صبح سے بہت دن چڑھے تک وہ حکم قائم رہا اور اُسکی بدولت وہ صورتیں پیش آئیں جو لوٹ مار اور بربادی و غارت کی نظر سے پیدا ہو سکتی ہیں یعنی شہر کو چند مقاموں سے ایسا جلایا پھونکا کہ وہ آتشباری کا تماشا اور خونریزی کا ویرانی کا نمونہ بن گیا چار ادنے کا ظم جان تیدلے اس قتل عام کی تاریخ عم عام[۱] سے

---

[۱] دیکھو طبقات الشعراء مولفہ مولوی قدرت اللہ شوق ۱۲

آستانۂ شہنشاہ دست داد و منشور نظامت بنام آن مہربان مع شقہ خداوند نعمت حاصل نمودہ شد چنانچہ آغا حسن می رساند و طہماسپ خان بہادر و فقیر بتاریخ سلخ منہ داخل شہر می شویم تا باؤلی استقبال طہماسپ خان قرین صلاح است و از قلعہ دار کلید قلعہ پیش خود طلبیدہ با کلید ہاے دیگر کارخانجات در اول ملاقات حوالہ سردار خواہند فرمود۔ زیادہ والسلام۔

یہ تحریرین شمس الدولہ کے پاس پہونچنے کے بعد پیچھے سے برہان الملک اور طہماسپ خان بھی دلّی پہونچے۔ شمس الدولہ باؤلی تک استقبال کو آیا اور ملاقات کے بعد برہان الملک اور طہماسپ خان و شمس الدولہ کامگار خان کے باغ مین اُترے تھوڑی دیر یہان بیٹھ کر کشمیری دروازے سے شہر مین داخل ہو کر قلعہ کو چلے۔ یار بیگ خان نے قلعہ کی کنجیان حوالے کرنے مین تھوڑی دیر توقف کیا جبکہ محمد شاہ کا شقّہ دکھیا تو قلعہ کا دروازہ کھولدیا۔ طہماسپ خان کی راے سے دیوان خاص سے اسد برج تک تو نادر شاہ کی حرم سرا کیلیے مکانات مقرر کیے گئے۔ اور باغ حیات بخش سے شاہ برج تک محمد شاہ کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی نادر شاہ بھی محمد شاہ کو ساتھ لیکر دہلی کو عازم ہوا۔ ۸ ذی الحجہ ۱۱۵۱ ہجری روز پنجشنبہ کو محمد شاہ اور ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو نادر شاہ قلعۂ دہلی مین داخل ہوے۔ نادر شاہ نے تھوڑی سی فوج کو شہر مین منقسم کرکے یہ حکم صادر فرمایا کہ فوج کے قانون کی سخت پابندی عمل مین آئے اور محمد شاہ کی حفظ و حراست کے لیے پہرے بٹھائے جائین۔

قتل عام

باوصف اسکے کہ نادر شاہ نے دُور اندیشیان اور ہوشیاریان برتین مگر ہندوستانی اُس سے راضی نہوے اور دوسرے دن یہ افواہ مشہور کی گئی کہ نادر شاہ نے وفات پائی اور جون ہی

ربیع الشان میع المکان را از امراے قدیم دولت تیموریہ و معتمدان جاہ گورگانیہ دانستہ سلطنت دارالخلافہ شاہجہان آباد کہ اعظم دیار ملوک ہندوستان و حرم سراے اشرف سلاطین بنے زمین ست سردار و مودیم و حسن خدمت و جوہر امانت و دیانت پرستی آں سرگردہ مومنان حالیقدار بہ گدارش عقیدت گزین راسخ الاعتقاد والاسرلت عالی مرتبت برہان الملک بہادر جنگ کہ بحضور خاکپاے ماموده بود مستحسن و مقبول افتاد باید کہ آں رفیع القدر سکنہ شہر را دلاسا نماید و امیدوار دولت خدا اساس سازد و بوجہے پردازد کہ رعایا و برایا بآسودگی بسر برند و زبردست بزیردست مساوی زیند نشود کہ قادر بر عاجز غلبہ آرد و ضبط کارخانجات و اسپان بادشاہی حراست سلاطین ذمہ خود شناسد جبر شرط است و کلید قلعہ مبارک با جمیع کارخانجات حوالہ طہماسپ خان سردار کہ ہمپاے برہان الملک می رسد باید دریں مادہ شقہ خاص اعلیٰ حضرت بنام آں قدیم الخدمت صادر شدہ حسب الارقام بعمل آرد و مارا متوجہ احوال خود شناسد دریں باب تاکید داند۔ تحریر فی التاریخ ہفدہم شہر ذیقعدہ الحرام۔

نقل شقہ بدستخط محمد شاہ

قدیم الخدمت من۔ برہان الملک و طہماسپ خان بہادر مع منشور بطامت کہ بنام آں قدیم الخدمت از پیشگاہ شہنشاہ صادر شدہ میرسد باید کہ کلید جمیع کارخانجات را حوالہ سردار سازد و دریں باب قدغن بلیغ و تاکید شدید داند

برہان الملک نے اپنی روانگی سے قبل شمس الدولہ کو اپنی طرف سے ایک خط لکھ کر معہ دونوں فرمانون کے آغا حسن کاشی کی معرفت بھیجا۔

نقل خط برہان الملک

نواب صاحب مشفق و مہربان سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ یازدہم ذیقعدۃ الحرام دولت حاکوس

متردد تھے بہت خوش ہوے۔ محمد شاہ کے حکم سے آصف جاہ بہت جلد نادر شاہ کے پاس گیا اور ملازمت حاصل کرکے زر موعود ادا کیا اور خوشی خوشی اپنے لشکر مین واپس آیا اور محمد شاہ کے حضور مین پہونچکر اپنی خیر خواہی اور دولت خواہی کا حال عرض کیا چونکہ صلح کا عہد و پیمان کرآیا تھا امیر الامرائی کا خواستگار ہوا بادشاہ نے اُسکے التماس کے موافق صمصام الدولہ کے انتقال کے دن ہی امیر الامرائی کا خلعت آصف جاہ کو عطا کردیا برہان الملک کو جب یہ خبر پہونچی کہ آصف جاہ نے امیر الامرائی کا عہدہ پایا تو بیقرار ہوگئے اور نادر شاہ سے عرض کیا کہ لشکر محمد شاہ مین آصف جاہ کو پورا قابو حاصل ہے اُسکے سوا کوئی کچھ نہین کرسکتا اُسکے نزدیک ایک دو کرور روپیے کچھ حقیقت نہین رکھتے اس قدر روپیہ تو مین بھی اپنے گھر سے دیسکتا ہون باقی اُمرا اور خزانہٴ بادشاہی اور مہاجنون کا کیا ذکر ہے اگر حضور دلّی کو جو تیس چالیس کوس سے زیادہ دور نہین تشریف لے چلین تو حصول مدعا ممکن ہے۔ نادر شاہ اس بات سے خوش ہوا اور محمد شاہ کو مع خدم و حشم کے اپنے لشکر مین بلالیا۔ اور برہان الملک پر نادر شاہ روز بروز عنایت زیادہ فرمانے لگا خلعت فاخرہ عطا کیا۔ اور اپنی خاص محفل مین حاضر ہونے کی اجازت دی اور اُنکو دولتین کا وکیل مطلق قرار دیا اور صاحب اختیار کل مقرر فرمایا[1] اور طہماسپ خان جلائر کو جو نادر شاہ کی فوج کے ہراول کا افسر تھا۔ برہان الملک کے ساتھ دہلی کو اپنی روانگی سے قبل بھیجا۔ اور نظامت دہلی کے باب مین ایک فرمان اپنی طرف سے اپنی مہر لگاکر اور ایک شقّہ محمد شاہ سے لکھواکر شمس الدولہ کیلیے دیا جسکو محمد شاہ دہلی مین چھوڑ آئے تھے نادر شاہ کے فرمان کی نقل یہ ہے:۔

"عالیجاہ لطف اللہ خان صادق بہادر امیدوار مراحم بادشاہانہ بودہ معلوم نماید کہ آن

[1] دیکھو خزانہٴ عامرہ ۱۲

حوالے کر دیا۔

جام جہاں نما میں لکھا ہے کہ برہان الملک مدات خود آنقدر پائداری وکوشش بہم سانید که مردیے بران در عالم شجاعت متصور ساشد نادر شاہ مکرر گفت که ایں قدر ایستادگی که در برہان الملک ملاحظہ شد دریں محاربات که اتفاق افتاد از ہیچ کس دیدہ نشدو تحسین و آفرین برہان الملک می کرد۔ اس روایت کی تائید خزانہ عامرہ سے بھی ہوتی ہے بیان الواقع میں لکھا ہے کہ آصف جاہ اور نواب قمر الدین خان بادشاہ کو سوار کرا کے برہان الملک کی لشکر گاہ تک کہ لٹ چکا تھا لائے لیکن نادر شاہ واپس چلا گیا تھا آصف جاہ نے نہایت دانشمندی سے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر اس رات میں ان دونوں امرا کی ہزیمت کی خبر مشہور ہو گئی تو تمام لشکر میں پریشانی پھیل جائے گی اور بہت سے آدمی بھاگ جائینگے پس یہ بہتر ہے کہ یہ مشہور کر دیا جائے کہ قزلباش بھاگ نکلے برہان الملک اُن کے تعاقب میں گئے ہیں اسلیے شادیانے کی نوبت بجا دی جائے اس سے لشکر میں ابتری نہ پڑیگی۔

برہان الملک کا نادر شاہ کو دلی چلنے اور ہندوستان سے روپیہ وصول کرنے کی ترغیب دینا

برہان الملک نے امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوراں کی وفات کی خبر سنی تو منصب امیر الامرائی کے امیدوار ہوے نادر شاہ سے مصلحت آمیز باتیں کرکے دو کرور روپے پر اُس سے صلح کر لی اور یہ قرار پایا کہ آصف جاہ حاضر ہو کر یہ دو کرور روپے پیش کریگا بعد اسکے نادر شاہ واپس چلا جائے گا برہان الملک نے اس تمام مضمون کو ایک کاغذ میں تحریر کرکے بادشاہ کے ملاحظے کے لیے آصف جاہ کے پاس بھیجدیا جب یہ رقعہ پہونچا تو آصف جاہ اور محمد شاہ کہتے ہیں

بہت سے مارے گئے لیکن بیان الواقع مین جو انکی تعریف کی ہے وہ اوپر مذکور ہو چکی۔
صمصام الدولہ خاندوران خان خود مجروح ہو کر مع چند رفقاے باقی ماندہ کے میدان جنگ سے
سر شام لوٹکر آیا جسنے سہ شنبہ ۱۹ ذیقعدہ کو قضا کی اور تاریخ مظفری مین ہے کہ ۵ اکو لڑائی ہوئی
اور اُس کے دوسرے دن صمصام الدولہ مرگیا۔ بُرہان الملک میدان جنگ مین کھڑے ہوے
تھے اور اُنکے ہمراہیون مین سے بعض مارے گئے تھے اور باقی ماندہ نہایت پریشانی کی حالت
مین ایک جگہ جمع تھے قزلباشون نے اُنکو چارون طرف سے گھیر لیا ایک نیشاپوری ترک
جو برہان الملک کا ہموطن تھا جرأت کر کے بُرہان الملک کے ہاتھی کے قریب پہونچ گیا۔
بُرہان الملک نے اُسکے چوبین تیر مارا خان مذکور نے آواز دی کہ او محمد امین تم دیوانے
ہوے ہو کس سے لڑتے ہو اور اپنی فوج مین کس پر اعتماد رکھتے ہو یہ کہکر نیزہ زمین پر گاڑ کر
اُس سے گھوڑے کو باندھ دیا اور ہاتھی کا رسا پکڑ کر بُرہان الملک کی عماری مین جا پہونچا
برہان الملک ایران کے ضابطے سے واقف تھے اِسلیے اطاعت بجالائے اور اسیر پنجۂ تقدیر ہوکر
ترک کے ہمراہ نادر شاہ کے حضور مین گئے نادر شاہ نے تقصیر معاف فرمائی[له]۔ اُنکے ہمراہ نثار محمد خان
شیر جنگ بھی گرفتار ہوا تھا خزانۂ عامرہ مین اُنکی گرفتاری کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ
شیر جنگ کی سواری کا ہاتھی مست تھا اور عالم شاہی مین کہا ہے کہ اُسکو بُرہان الملک
کی سواری کے ہاتھی سے عناد تھا اُسنے بگڑ کر برہان الملک کی سواری کے ہاتھی پر حملہ کیا
اور اُسکو ریلیتا ہوا نادر شاہ کے لشکر مین لے گیا تلوار اور آنکس کے بہت اُسپر وار کیے مگر نہ مانا
اس طرح بُرہان الملک دو تین ہمراہیون کے ساتھ نادر شاہ کے قبضے مین آگئے۔ برہان الملک
نے دو زخم اُٹھائے تھے ایک تیر کا دوسرا نیزے کا نادر شاہ نے اُن کو مصطفٰے خان شاملو کے

[له] دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

نہ زیادہ فوج تھی نہ لڑائی کی کوئی عمدہ تدبیر سوچی تھی لیکن جہانتک ان سے ہوسکا کام کیا
بہت ثابت قدمی اور جاں نثاری میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا مگر تیر و کماں سے تیر جزائر کا کیا
مقابلہ ہوسکتا ہے نادرشاہ نے اپنی میمنہ و میسرہ و قلب لشکر کا ایک ایک کوس کا رکھا تھا جیا نچہ اُسکی
فوج سے لڑنے والے توپوں اور بندوقوں کی آوازیں تو سُنتے تھے مگر بُعد مسافت کی وجہ
سے اصل کارسے بالکل بیخبر تھے اسلیے ہندوستانی فوج کی ترتیب بگڑ گئی تھی اور ایک کو
دوسرے کا حال معلوم نہ تھا اس حالت میں بھی نواب بُرہان الملک ایک طرف کارزار
کر رہے تھے اور دوسری طرف خاندوراں خاں سے دادِ مردانگی ظہور میں آرہی تھی بہت سے
کُشت و خون کے بعد شاہ داد خاں افغان اور علی حامد خاں جو نواب خان دوراں خاں کے
لشکر کے نامور آدمی تھے جزائر کے گولوں سے مارے گئے اور خود بھی خاندوراں خاں اسی سے
مجروح ہوا اسکے ہزار سواروں نے جو بڑے بہادر تھے گھوڑوں سے اُتر کر کمر سے دامن باندھکر
نادرشاہ کی سپاہ پر ایسے تیر برسائے کہ جسکے مشاہدہ سے رُستم کا جگر پانی ہوجاتا ان لوگوں نے
دلاوری یا در حلال کمی میں قصور نہ کیا خاں دوراں خاں کا چھوٹا بھائی نواب مظفر خاں کہ
دوسری طرف لڑ رہا تھا جزائر کے گولے سے مارا گیا نواب برہان الملک کے سپاہی باوجودیکہ
صوبۂ الہ آباد سے یلغار کرکے آئے تھے اور تھکے ماندے تھے نہایت ہمت کے ساتھ لڑے آخر کار
انمیں سے بہت سے جزائر کے گولوں سے روانۂ عدم ہوئے بعضے میدان جنگ سے مُنھ پھیر گئے
بعضے متفرق ہوگئے اور بُرہان الملک کے بھی دو زخم لگے۔ جہانکشاے نادری اور درۂ نادرہ
سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد شاہ بھی نظام الملک اور قمرالدین خان کو ساتھ لیکر اُن دونوں اُمرا
کے پیچھے آدھے فرسنگ کے فاصلے سے اپنی فوج اور توپخانے کے پیچھے جاکر کھڑے ہوئے تھے
بعض کتابوں میں لکھاہے کہ امیر الامرا خان دوراں خاں کے ہمراہی ہمت ہار بیٹھے اُن میں سے

وہ اپنی بڑی فوج کو جو پچاس ہزار کے قریب تھی دکن مین چھوڑ کر تین ہزار آدمیون کے ساتھ آیا تھا اور بالفعل ناگہان یہ واقعہ ظہور مین آگیا اسلیے اپنی بڑی فوج کو دکن سے بلا نہ سکا تاہم اُسوقت بھی محمد شاہ کے ساتھ اسّی ہزار کے قریب سپاہ تھی جو سب آصف جاہ کے زیر فرمان تھی ۔

برہان الملک نے کر بادشاہ سے مدد طلب کی تو آصف جاہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میمنہ کی طرف خان دوران کا مورچہ ہے اور لڑائی بھی اسی طرف ہو رہی ہے اسلیے اسکو حکم دیا جائے کہ برہان الملک کی اعانت کرے بادشاہ نے خاندوران کو کہلا بھیجا اُس نے تعمیل کی اور بغیر اسکے کہ توپخانہ اور فوج تیار کرکے ساتھ لیتا تھوڑے سے آدمیون کے ساتھ میدان جنگ کو چلا گیا چونکہ یہ شخص سپاہ پر کمال شفقت رکھتا تھا جسنے اسکی روانگی کی خبر سُنی وہ بڑے شوق سے اسکے پیچھے چلا گیا یہانتک کہ اسکے ساتھ اُنتیس ہزار آدمیون کی جمعیت ہوگئی ۔

نادر شاہ نے اپنی سپاہ کو لڑنے کے لیے اس طرح ترتیب دیا کہ سیدھی طرف طہماسپ خان جلائر کو اور اُلٹی طرف فتح علی خان اور لطف علی خان افشار کو مقرر کیا اور قلب لشکر مین نصر اللہ مرزا کو رکھا جسکے ساتھ اچھے اچھے جنگجو اور تجربہ کار افسر تھے اور آپ چار ہزار سوار جرار لیکر برہان الملک اور خاندوران کے مقابلے کے لیے میدان مین قدم رکھا اور تمام جزائل چلانیوالون کو پیادہ پا کر دیا تاکہ بھاگنے کا ارادہ نکرنے پائین ۔

ہندوستانی امیرون کو چونکہ خدا کی طرف سے غرور و خود پسندی کی سزا ملنے والی تھی نہ تو توپخانہ مقابلے کے لیے نکالا نہ جزائل کو میدان مین لائے اور نہ کوئی اور امیر سپاہ لے کر سعادت خان اور خاندوران کی مدد کو میدان مین گیا نادر شاہ کی اتنی بڑی جرّار سپاہ کے مقابلے پر صرف ان دونون آدمیون کو کافی سمجھا اور اس خیال مین رہے کہ جب ملے جاوینگے تو ہم حریف کو جواب دینگے الحاصل ان دونون ہندوستانی امیرون کے ساتھ نہ تو توپخانہ تھا

چلاتے تھے کہ تیاری کرو نواب جنگ کے لیے سوار ہو گئے ہیں کوئی یقین نہیں کرتا تھا کیونکہ
نواب اپنے کیمپ میں سے سیدھے بادشاہ کے پاس گئے تھے وہ لوگ وہیں اُن کے ہونے کا
یقین رکھتے تھے چونکہ نقیب بھی سپاہیوں کی طرح بے حال ہو رہے تھے وہ میں آوازیں دیکر
سپاہیوں کے پاس جاکر بیٹھ گئے اور آرام کرنے لگے اس حالت میں بھی لشکرگاہ کے کنارے
کوئی چار ہزار سوار اور ایکہزار پیادے نواب سے مل گئے اس وقت میں نادرشاہ کے قراول
سعادت خاں کا تھوڑا سا سامنا کر کے بھاگنے لگے تاکہ نواب کو اُنکے لشکر سے جُدا کر کے اپنے لشکر
کے قریب لے آئیں چنانچہ سعادت خان اپنے لشکر سے ایک کوس دور ہو گئے اُن قراولوں کی
پسپائی کا حال دیکھ کر بادشاہ ہندوستان کے ہرکاروں نے حضور میں پہونچکر عرض کیا کہ ایرانی
سپاہ برہان الملک کے مقابلے کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلی حالانکہ برہان الملک نے بادشاہ کی خدمت
میں عرض کرا کر مدد طلب کی تھی اور بادشاہ اور اُمرا کے سوار ہونے کے لیے اصرار کر رہے تھے
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تو قراول ہیں بڑا لشکر اِنکے عقب میں ہوگا محمد شاہ نے برہان الملک
کے آدمیوں کو اُمرا کے پاس بھیجکر حکم دیا کہ لڑائی کے لیے سوار ہوں بڑے امیر یہ تین تھے
آصف جاہ وکیل مطلق۔ خان دوراں امیر الامرا۔ قمر الدین خان وزیر اعظم۔ ان تینوں نے
متفق اللفظ عرض کیا کہ آج لڑائی شروع کرنا سخت غلطی تھی آخرکار اس بات پر اتفاق ہوا
کہ ہر ایک امیر کو چاہیے کہ اپنی اپنی سمت مفوضہ کی حفاظت کرے کیونکہ قزلباشوں کی سپاہ
لڑائی میں غضب کرتی ہے۔ ہر امیر کا یہ حال تھا کہ دوسرے پر معاملے کو ٹالتا تھا خان دوراں
کا اقتدار تمام اُمرا میں گو زیادہ تھا اور بادشاہ کو بھی اُسپر بہت اعتماد تھا لیکن آصف جاہ
چونکہ عمر میں سب سے بڑا تھا اور لڑائی کے کام میں مہارت اچھی رکھتا تھا اسلیے اُس وقت
اُسکی رائے سے تمام کام ہوتا تھا۔ لیکن بادشاہ کے دل میں اُس سے بدگمانی تھی اس لیے

بیان الواقع کے مؤلف نے اسکا حال چشم دید لکھا ہے جیسا کہ قرائن سے پایا جاتا ہے
یہ شخص حکیم علوی خان معتمد الملوک معالج محمد شاہ کی رفاقت مین تھا وہ کہتا ہے کہ
برہان الملک ۱۴ ذیقعدہ ۱۱۵۱ ہجری کو آدھی رات کے وقت محمد شاہ کے لشکر مین پہونچکر
ٹھہر گئے صبح کو بادشاہ کے پاس گئے اور نذر دکھا کر شریک مشورہ ہوے اسوقت جاسوس
خبر لائے کہ قزلباش برہان الملک کے کیمپ پر حملہ کر کے چار آدمیون کو پکڑ کر لے گئے ہین یہ بات
برہان الملک نے سُنی تو وہ تلوار جو بادشاہ کے سامنے رکھی ہوئی تھی اُٹھا کر لڑائی کے لیے
رخصت چاہی ہرچند بادشاہ اور اُمرا نے ممانعت کی اور سمجھایا کہ ایسے کامون مین جلدی
مناسب نہین تامل و تدبر واجب ہے دوسری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آصف جاہ نے
بہت معقول بات کہی تھی کہ ابھی برہان الملک کا لشکر تھکا ماندہ ہے اُسنے آرام نہین پایا ہے
اسلیے آج لڑائی مناسب نہین کل بہیئت مجموعی دشمن پر چڑھائی ہوگی لیکن برہان الملک نے
نہ مانا اور مقابلے کے لیے روانہ ہونے کو خیمہ شاہی سے باہر نکلے باوصف اسکے کہ تین ماہ کے
عرصے سے اُنکے پاؤن مین زخم تھا اور نوبت شقاقلوس کو پہونچگئی تھی یہانتک کہ کرسی پر بٹھاکر
چار آدمی حرکت دیتے تھے اور اسی ہیئت سے بادشاہ کے پاس پہونچا یا تھا خلاصہ کلام یہ ہے
کہ جیسے ہو سکا بادشاہ سے رخصت ہو کر ہاتھی پر سوار ہوے اور ایک ہزار پیادہ و سوار ساتھ لیکر
قزلباشون کے لشکر کی طرف چلے اور نقیبون کو اپنے لشکر مین بھیجکر حکم سُنایا کہ تمام فوج تیار ہو کر
آجائے اُنکی سپاہ کا یہ حال تھا کہ صوبہ اودھ سے کرنال تک کہ ایک ماہ کی راہ ہے کڑی کڑی
منزلین کر کے آئی تھی اکثر سپاہی منزلون مین اُنکے ساتھ نہ پہنچ سکے تھے پیچھے رہ گئے تھے اور
جسقدر آدمی ساتھ پہونچے تھے وہ طولانی کوچون کی وجہ سے تھک رہے تھے اور اس وجہ سے
کہ آدھی رات کے وقت بادشاہی معسکر مین داخل ہوے تھے اکثر خواب مین تھے نقیب بہتیرا

روانہ ہوے جہاں بڑا لاؤ لشکر اُن کا پڑا تھا سلطان الحکایات میں جو لکھا ہے کہ اسوقت محمد شاہ
کے ساتھ پانچ لاکھ سوار اور آٹھ لاکھ پیادے اور آٹھ ہزار توپیں تھیں یہ بیان نہایت مبالغہ آمیز
اور لغو ہے جبکہ نادر شاہ آچکا تو سعادت خاں اودھ کے صوبہ دار بھی اُسی رائے کے قریب اپنے
بادشاہ کی مدد کے لیے روانہ ہوے جب محمد شاہ کو برہان الملک کے قریب آجانیکی خبر معلوم
ہوئی تو خاندوران خان کو استقبال کے لیے بھیجا ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۵۱ ہجری کو بروز سہ شنبہ کو
خاندوراں نے لشکر سے آدھ کوس کے فاصلے پر استقبال کیا جہاں کشائے نادری میں لکھا
ہے کہ جب نادر شاہ نے یہ خبر سُنی کہ برہان الملک تیس ہزار سپاہ اور توپخانے کے ساتھ
اپنے بادشاہ کے شریک ہونے کو آرہے ہیں اور بہت جلد اردوے محمد شاہی میں داخل
ہونے والے ہیں تو اُنھوں نے رات ہی میں اپنی فوج قراولی کو متعارف راستے پر
متعین کر دیا کہ وہ برہان الملک کو روکے لیکن وہ غیر متعارف راستے سے آدھی رات
کے وقت محمد شاہ کے لشکر میں داخل ہوگئے اس فوج قراولی نے اُن کا تعاقب کیا اور
بہت سے آدمی مار ڈالے اور اسیر کیے اور جو اسباب پایا لوٹ لیا۔ جبکہ برہان الملک نے
یہ حال سُنا کہ ایرانیوں نے انکے عقب لشکر پر حملہ کیا اور اسباب لوٹ لیا تو اُنھوں نے
اس خبر سے برآشفتہ ہو کر امیر الامرا کو پیام بھیجا کہ میں اپنے لشکر کی حمایت اور مدد کے لیے
سوار ہوتا ہوں اور یہ کہکر ہاتھی پر سوار ہوے عالم شاہی میں لکھا ہے کہ برہان الملک محمد شاہ
کے پاس بیٹھے ہوے تھے جو انکو اپنے آدمیوں کی درانیوں کے ہاتھوں سے تباہی کا حال
معلوم ہوا اُسی وقت غیظ و غضب میں آکر مقابلے کے لیے کھڑے ہوے بادشاہ نے کہا کہ
برہان الملک کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے وہ چونکہ غصّے میں بھرے ہوے تھے بر در حضور
سے رخصت ہوے۔

جواب مین بہت عرصہ ہوگیا اور جبکہ جواب اُسکا نہ پہونچا تو نادر شاہ نے تساہل و غفلت کی بڑی شکایت کی اور بہت بُرا بھلا کہکر کچھ توقف نہ کیا چنانچہ سیلاب کی مانند آگے کو غزنی و کابل بڑھا بعد اُسکے صفر ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ۱۷۳۸ع مین ایک ایلچی یہان سے دہلی کو روانہ کیا جسکو پہاڑی پٹھانون نے ٹھکانے لگایا یہانتک کہ نادر شاہ نے ہندوستان کی چڑھائی کو ناواجب نہ سمجھا اور اُسکے لیے بہانہ معقول پایا اور ماہ شعبان ۱۱۵۱ھ ہجری مطابق ماہ اکتوبر ۱۷۳۸ع مین اُسنے شرقی جانب کوچ و مقام کو جاری کیا۔ مگر دلی کا دربار اب مرہٹون کے خوف و ہراس اور اپنے خانگی فسادون مین ایسا مبتلا تھا کہ نادر شاہ کے میل و حرکت پر بہت سی توجہ نہ کرسکا۔

جسقدر دلی کا دربار پہلے نادر شاہ کی طرف سے بے پروا اور غافل تھا ویسے ہی اس وحشت اثر خبر کے سُنتے ہی پریشان و ہراسان ہوا کہ نادر شاہ پہاڑون سے آگے کو بڑھا اور اُس تھوڑی سی ہندوستانی فوج کو جو لاہور کے حاکم کے زیر حکم اُس کے مقابلے پر آئی تھی شکست فاش دیکر اٹک تک آپہونچا اور وہان کشتیون کا پل بناکر پنجاب مین داخل ہوا اور آگے کو بلا تحاشا چلا آیا جمنا تک کوئی چھوٹی بڑی روک ٹوک بھی پیش نہ آئی یعنی دلی سے سو میل کے اندر بلا تکلف بڑھا چلا آیا اور کسی نے چون بھی نہ کی اور جب وہ وہان پہونچا تو ہندوستانی فوج کے قرب و جوار مین اپنے آپکو پایا نادر شاہ کی فوج اور سارے ہمراہیون کی جو مسلح تھے تعداد بموجب اُس روزنامچے کے جس کا ترجمہ فیروز شاہ نے لکھا ہے ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمی تھی مگر اُسکی فوج کے ایک اخبار نویس نے جو بمقام پشاور اُس کی فوج مین داخل تھا ساڑھے چونسٹھ ہزار سپاہی اور چار ہزار ہیر و بنگاہ اُسکی بیان کی ہے۔

محمد شاہ نے بڑی جد و جہد اُٹھا کر تھوڑی بہت فوج اکھٹی کی تھی چنانچہ کرنال کی جانب

عنایت ہے کہ جو وسیلے دربیے سلطنت کی حفاظت کے ممکن ہوں وہ تمام لکھنے کرے
نادرشاہ کی قوت ایسی بودی ہوگئی تھی کہ آصف جاہ اُسکے دریعوں سے اپنی ذاتی فوج کو
چونتیس ہزار آدمیوں تک بڑھاسکا آصف جاہ کی تدبیرون کا کارخانہ نہایت عمدہ تھا
اور سعادت خان کے داماد صفدر جنگ کے زیر حکومت فوج اُسکی مدد کے لیے موجود آمادہ
تھی بُرہان الملک کے سوا دہلی مین کسی امیر کو مرہٹوں کے تعاقب کا حوصلہ نہ تھا ہر ایک نے
عذر کیا اور اُنکے تعاقب مین کوچ نہ کیا بادشاہ اور وزیر اور سب اُمرا نے چوتھ دینے پر رضامندی
ظاہر فرمائی صلح کرکے آتش فساد بجھائی۔

نادرشاہ کی ہندوستان پر چڑھائی بُرہان الملک کا محمد شاہ کی مدد مین نادرشاہ سے لڑنے کے لیے شریک ہونا اور شکست پاکر گرفتار ہوجانا

نادرشاہ نے تخت نشین سلطنت ایران ہوکر ایک قزلباش سردار کو بُرہان الملک
کے پاس بھیجا اور اُسکو دو خط دیے ایک محمد شاہ کے لیے دوسرا بُرہان الملک کے نام سفیر کو
ہندوستان کی حدود مین ڈاکوؤں نے لوٹ لیا مگر اُسنے وہ دونوں خط بچا لیے اور کار سفارت
ادا کیا مگر جو مزاحمت کی قدرت نہ پائی جسکہ نادرشاہ قندہار کے محاصرے مین مصروف تھا
اُسے دلّی کے دربار سے گرفتاری یا اخراج اُن چند افغانوں کا مانگا تھا جو غزنی کے پاس پردیس
کے ملکو نمیں بھاگ کر گئے تھے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی سلطنت اس دلیل رہی
تھی کہ وہ اس درخواست کو قبول کرتی علاوہ اسکے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ اس سلطنت نے
نادرشاہ کی بادشاہی کے قبول و تسلیم میں گونہ تامل کیا تھا جسکہ نظر بوجوہ مذکورہ درخواست کے

ایک طرف مامور تھا جب صمصام الدولہ اور برہان الملک کی ملاقاتین ہوئین اور مہمانون کی ضیافتین ہو چکین اِس عرصے مین چھ سات روز کی مُہلت مرہٹون کو مل گئی اور برہان الملک کے تعاقب سے دلجمعی حاصل ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ دہلی فوج شاہی سے خالی ہے تو باجی راؤ ایک لخت جمنا سے الگ ہوا اور اُس بادشاہی فوج کے بازو سے جو قمر الدین خان وزیر کے تحت حکومت متھرا کے متصل بحیس وحرکت پڑی ہوئی تھی چودہ میل کے فاصلے پر بچ کر گذرا اور ۸ ذیحجہ ۱۱۴۹ ہجری روز سہ شنبہ کو باجی راؤ اپنے لشکر کے ساتھ تغلق آباد مین جا پہونچا۔ دہلی کے ہندو مسلمان کالکا کے میلے کی تقریب سے تماشے کے لیے وہان جمع تھے اُن سب کو لوٹ لیا اور دوسرے روز دہلی کا محاصرہ کر لیا جبکہ اُمرائے شاہی کو جو مرہٹون کے تعاقب اور مقابلے کے لیے مامور تھے یہ معلوم ہوا کہ مرہٹون نے دہلی پر یورش کی ہے اور اپنے مقابلے مین اُنکو نہ پایا تو فوراً دہلی کی طرف بہت عجلت کے ساتھ روانہ ہوے اعتماد الدولہ وزیر جو بہ نسبت دوسرے اُمرا کے دہلی سے زیادہ قریب تھے جلد جا پہونچے اور ۹ ذیحجہ روز چہار شنبہ کو مرہٹون سے خفیف سی لڑائی ہوئی مرہٹے ہٹ کر پیچھے جا پڑے۔ برہان الملک بھی آگرے سے ۸ ذیحجہ روز سہ شنبہ کو بطریق یلغار روانہ ہوے چہار شنبہ کے دن طے مسافت کے بعد قصبۂ پلیٹ مین جو دہلی کے متصل ہے برہان الملک جا پہونچے دوسرے روز عید الضحیٰ تھی دہلی مین برہان الملک پہونچ گئے صمصام الدولہ بھی ہمراہ تھا تیسرے روز نواب محمد خان بنگش بھی آکر مل گیا چونکہ برہان الملک کی شمشیر آبدار کا مزہ مرہٹے چکھ چکے تھے اُنکے لشکر کے پہونچنے کی خبر سُنتے ہی قصبۂ ریواڑی اور پاٹودی کی طرف چلے گئے اور ان دونون قصبون کو لوٹ لیا اور وہین سے گجرات اور مالوے کو راہی ہوے اگرچہ باجی راؤ دکن کو لوٹ گیا مگر آصف جاہ جو بادشاہ کی اعانت پر تھا اپنے کوچ وسفر پر برابر قائم رہا اور پورے اختیارات اُس کو اِس بات کیلیے

مرہٹوں کے چھتّے میں پتھر مارا ہے جو درانی کرا سلطنت کو بگاڑ ناہے تدبیر مناسب مرہٹوں
کا تدارک کیا جائیگا تعجیل کروگے تو کام بگڑ جائیگا اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب امیرالامرا
صمصام الدولہ نے برہان الملک کی جرأت سے مرہٹوں کی معلومی سنی اُسے بہت ملامت
ہوئی رفع خجالت کے لیے یہ ارادہ کیا کہ برہان الملک کو ہمراہ لے کر نام پیدا کرے اور
بہادری میں قدم رکھے تاکہ انھیں بھی منتقل اپنے مرام کرے اسلیے برہان الملک کو مرہٹوں پر
جانے نہ دیا اور تہدید کرکے روکا برہان الملک نے بجائے تحسین تعریف پائی صمصام الدولہ
کی کم لیاقتی و نادانی پر ہنسی آئی اور یہ سمجھ لیا کہ اس نادان کم جرأت نے سلطنت کو بگاڑا۔
مناسب یہ ہے کہ باجی راؤ سے صلح ہو جائے میرا ملک مرہٹوں کی تاخت و تاراج سے بچ جائے
اس خیال باجی راؤ کے سرداروں کو جو قید تھے بلایا اُن سے حسب خواہ قول و قرار کر دیا اور
کاغذ لکھا لیا بعد اس کے اُن سرداروں اور دوسرے قیدیوں کو خلعت و خرچ دے کر باجی راؤ
کے پاس بھجوایا باجی راؤ نے برہان الملک کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور اپنے معتمدوں کو
بھجوا کر یہ اقرار نہ سوگند کیا کہ آپکے ملک پر مرہٹوں کی فوج نہ جائے گی اور تاخت و تاراج
نہ کرے گی۔ مرہٹوں سے اور برہان الملک سے یہ قول و قرار ہو گیا۔ مرہٹوں نے اُسکا نباہ کیا
اودھ کے صوبے میں مرہٹوں کی فوج کبھی نہیں گئی۔ اور جو تھ و دیس کبھی بھی اس صوبے سے
نہیں لی حیدر سی کو ایک مرتبہ لوٹا تھا یا سہواً ہوا تھا۔[1]

محمد شاہ کو مرہٹوں کی چڑھائی کا بہت اندیشہ تھا اسلیے اُنھوں نے قمرالدین خان وزیر کو
بھی مع اپنی فوج کے دہلی سے روانہ کر دیا جو دہلی سے تیس کوس کے فاصلے پر صوبۂ اجمیر کی
راہ پر تھے اور نواب محمد خان عضنفر جنگ بنگش بھی مع اپنے لشکر کے مرہٹوں کے مقابلے کیلیے

[1] دیکھو تاریخ اودھ مؤلفہ سید کریم علی ساکن راٹھ سرکار کالپی ۱۲

چار روز کا کھانا اپنے گھوڑون پر رکھ لین اور مسلح و مکمل ہوکر تیار رہین اور برہان الملک نے پانی چھاگلون مین بھروایا اور خمیری روٹیون کو بافراط اونٹون پر لدوایا اور ہلکی توپین (جیسے جزائل) ہاتھیون اور اونٹون پر کھوائین ہر طرح کی تیاریان کین اور یہ حکم دیا کہ جسکے پاس گھوڑا ہوگا اور وہ ہمراہ نہ چلے گا اور لشکر مین رہے گا اُسکے گھوڑے کی دُم کاٹ کر تشہیر کیا جائیگا۔ برہان الملک نے دل مین یہ ٹھان لیا کہ اگر باجی راو دریاے چنبل کے اُس پار ہوگا تو مین عبور کرکے فوراً اُسپر حملہ کردون گا۔ اس نیت سے برہان الملک نے ہلکا سامان ضرورت کے لائق فراہم کرکے روانگی کا ارادہ کیا۔

صمصام الدولہ کا برہان الملک کو مرہٹون کے تعاقب سے روک دینا۔ مرہٹون کا پیش دستی کرکے دلّی کی طرف پہونچ جانا اور اُس کو غارت کرنا۔ برہان الملک اور مرہٹون مین دوستی کا معاہدہ ہوجانا

برہان الملک بہمہ وجوہ تیار تھے کہ یکایک صمصام الدولہ کا شتر سوار آیا اور ایک خط برہان الملک کو دیا مورخون کا مضمون خط مین اختلاف ہے بعض کا یہ قول صاف ہے کہ صمصام الدولہ کے خط مین یہ لکھا تھا کہ مین باجی راو کی تادیب کو مامور ہوا ہون یہانتک آیا ہون تعجیل نہ کرو مجھے آجانے دو تمھین خدا کی قسم جو آگے قدم بڑھاو تمھین بادشاہ کا واسطہ جو آگے جاؤ اور بعض نے یہ لکھا ہے خط مین یہ مضمون تھا کہ خبردار قدم آگے نہ بڑھانا بادشاہ کا حکم مجھے لڑنے کا ہے تم نہ لڑنا آگے جاؤگے تو بادشاہ کی عدول حکمی ہوگی یہ جو جرأت تمنے کی ہے اس کی باز پرس ہوگی اس کام مین میرا اختیار ہے تمھین کیا سروکار ہے مرہٹون کی فوج کو ستانا

اور دوشنبہ ۲۲ دیقعدہ ۱۱۴۹ھ ہجری کو دھاوا کیے ہوے ملہار راؤ ہلکر کے سر پر مسافت معیدہ طے کرکے پہونچے مرہٹوں کو فرصت سر کھجلانے تک کی نہ دی تلوار سُر دیر مرہٹوں کے چلی بہت مرہٹے مارے گئے باقی بھاگے برہان الملک نے اعتماد پور تک جو پلول جنگ سے چار کوس کے فاصلے پر تھا پیچھا کیا تین سرداروں اور بہت سے مرہٹوں اور اُن کی عورتوں کو قید کیا ملہار راؤ مجروح خفیف ہوکر بھاگا اور ایسی گھبراہٹ مین بھاگا کہ جمنا کے ایسے گھاٹ سے عبور کرنا چاہا جو پایاب اُترنے کے قابل نہ تھا موجوں کی زنجیروں نے سیکڑوں مرہٹوں کے ہاتھ پیر باندھ باندھ کر دریاے عدم کے کنارے لگا دیا۔ خزانہ عامرہ مین لکھا ہے کہ ڈیڑھ ہزار کے قریب مرہٹے گرفتار ہوے برہان الملک نے ہر ایک قیدی کو ایک چادر اور دس روپے دیکر رخصت کر دیا۔ ملہار راؤ کے ہمراہ تھوڑے سے آدمی بیچاں رہ گئے تھے ملہار راؤ باجی راؤ کے پاس پہونچا جو اُن دنوں سیدوں کے کوٹلہ میں گوالیار کے قریب مقیم تھا۔ ملہار راؤ بہت بے سامان ہوگیا سب سامان اُسکا لٹ گیا اس فتح کا شہرہ بہت سے حسد لوگوں نے بڑی فتح بیان کیا جگہ جگہ یہ ہوائیاں اُڑین کہ سارے مرہٹے دکن کو بھاگ گئے مگر باجی راؤ ایسی افواہوں کے اُڑنے سے اس بات پر آمادہ ہوا کہ بدنامی کا دھبہ مٹائے اور بادشاہ کو یہ معلوم ہو جیسا کہ اُسنے اپنی زبان سے کہا تھا کہ مین ابھی قلب ہندوستان میں موجود ہون۔ برہان الملک ملہار راؤ کو میان دوآب سے نکالکر جمنا اُترے اور دس دس کوس کی منزلیں کرتے چنبل ندی کے کنارے آئے کہین مرہٹوں کا نشان نہ پایا دھولپور ہاٹی میں کہ دریاے چنبل کے اس پار ہے مقام کرکے یہ ارادہ کیا کہ حریدہ باجی راؤ پر دھاوا کرین یکایک ایسی سراہوا پین ارادہ اپنے لشکر مین یہ منادی کرادی کہ لشکر کے سوار

۱؎ دیکھو سیر المتاخرین اور خزانہ عامرہ میں سیلاجی لکھا ہے ۱۲

نہ تھا کیونکہ اُنکے صوبے کی سرحد گنگا کے شمال رویہ تھی اُنھون نے ایسی شجاعت سے
جو اُنکے ہمعصرون مین موجود نہ تھی فوج کو تیار کرکے مع اپنے داماد ابوالمنصور خان
صفدر جنگ کے مرہٹون سے جنگ کے لیے اپنی دارالحکومت سے کوچ کیا۔ قمرالدین وزیر
کی فوج سے مرہٹے مقابلہ کر رہے تھے اور ہنوز معرکہ عظیم نہوا تھا کہ برہان الملک
ساٹھ کوس راہ ایک دن مین طے کرکے آئے۔ باجی راؤ اِس سردار کے آنے کی خبر سُن کر
ریواڑی اور پاٹودی کو چلا گیا اور اِن قصبون کو لوٹا اور وہان سے گجرات ہوتا ہوا
مالوے مین آیا۔ راجہ بھدا ور کو مرہٹون نے ایک قلعہ مین محصور کر لیا راجہ برہان الملک سے
توسل رکھتا تھا اُسنے برہان الملک کو عریضہ لکھا اور مدد چاہی برہان الملک راجہ کی
عرضی پڑھکر تیار ہوے اور راجہ کو جواب لکھا کہ ہرگز نہ گھبرانا مین آیا جلد آتا ہون مرہٹون کو
سزا دیتا ہون بعد لکھنے جواب کے برہان الملک نے فوج کو آراستہ کیا اور سپاہ کی خوراک
ہمراہ لی مثل برق و باد روانہ ہوکر گنگا کے پار آئے اور یہ ارادہ کیا کہ جمنا کو بھی عبور کرکے
راجہ کی مدد کرکے مرہٹون کو مجبور کرین چونکہ مرہٹون اور بُندیلون نے اتفاق کرکے دریاے جمنا
کے گھاٹون کا بڑی احتیاط سے انتظام کر لیا تھا اِسلیے برہان الملک کو آسانی کے ساتھ جمنا
کا عبور جلد میسّر نہوا اور راجہ بھدا ور نے کمک پہونچنے مین دیر ہوجانیکی وجہ سے مرہٹون
کے ہاتھ سے سخت صدمہ پایا۔ ملہار راؤ ہلکر باجی راؤ کا بہادر سردار اور بھی سردار مع فوج
معدا جمنا کے پار جاکر میان دوآب مین لوٹ مار کرتے تھے جب برہان الملک کا آنا ان سردارون
نے سُنا تو مثل مظفر خان اور امیرالامرا کے انھین بھی جانا اور ارادہ محاصرے کا کیا اُن
کے قریب پھرنے لگا اور اٹاوے سے تا موتی باغ جو آگرے مین ہے سب آبادی کو جلا یا۔
اور قصبہ سعد آباد و جلیسر کو لوٹا برہان الملک یہ خبر سُنکر طیش مین آئے اور فوج کو آمادہ کارزار کیا

اسلیے برہان الملک ۶ شوال ۱۱۴۵ ہجری روز یکشنبہ کو بادشاہ سے رخصت ہوکر دہلی سے روانہ ہوے۔

برہان الملک کی مرہٹون سے لڑائی اور اُن پر فتحیابی

باجی راؤ پیشوا بالاجی نے جس سے ہندوستان کو حریت کی تاکہ حاصل ملک بادشاہی کا زر چہارم جسکو چوتھ کہتے تھے دہلی سے وصول کرے اور اپنے نام سند تارہ بادشاہ سے حاصل کرے پس اول اُسنے اس مدعا کو بادشاہ کے حضور مین اپنے وکلا کے ذریعہ سے التماس کرایا چونکہ اُمرا کے اختلاف اور نفاق اور خود غرضی کی وجہ سے یہاں کی حالت خراب ہو رہی تھی کوئی جواب نہ گیا تو اُسکو زیادہ جسارت پیدا ہوئی اور ابتدائے ۱۱۴۹ ہجری میں دہلی کی طرف بڑھا چونکہ اُسکی فوج نہایت جفاکش اور بہادر تھی جہان حملہ کرتا وہاں کی تمام رعایا اور سپاہ شاہی بھاگ جاتی محمد شاہ بادشاہ کی طرف سے اس مہم پر اعتماد الدولہ قمرالدین خان اور امیر الامرا صمصام الدولہ ایک بھاری فوج کے ساتھ مامور ہوے مگر انھون نے جرأت کرکے مرہٹوں پر حملہ نہ کیا۔ اس مہم کو لیت ولعل میں ڈالکر صلح کی تحریریں پیدا کرتے رہے اور آخرکار مرہٹوں کا مقابلہ اپنی طاقت سے باہر سمجھکر جنگ وصلح کے باب میں مشورے کے بہانے سے دہلی کو لوٹ گئے اور مرہٹون کی لڑائی اور اس مقدمے کے انفصال کو زمانۂ آیندہ پر چھوڑ دیا۔ برہان الملک نے جو صرف صوبۂ اودھ کے حاکم اور خواص بادشاہی کے داروغہ تھے اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان اور امیر الامرا صمصام الدولہ اور عمدۃ الملک امیر خان کی بہ نسبت چھوٹے رتبے میں تھے مگر نہایت دلیر اور صاحب شعور اور جویاے نام تھے جو ان امرا کی سستی اور مرہٹوں کی چیرہ دستی دیکھی تو اُنکو غیرت آئی باوجودیکہ اُنکے صوبے کو مرہٹوں کے ہاتھ سے کوئی نقصان

دراز ہے بھگونت سنگھ کمین گاہ سے نکلکر مع اپنی فوج کے برہان الملک کے لشکر کے قریب جا پہونچا
اُسی وقت بُرہان الملک نے ہاتھی پر سوار ہو کر فوج کو کمر بندی کا حکم دیا پوری فوج تیار
نہوئی تھی صرف بعض ملازمان رکاب تیار ہو کر ہمراہ ہوے اور اس تھوڑے سے لشکر کے ساتھ
بھگونت سنگھ کے مقابلے کے لیے بڑھے اور اُس وقت وہ سفید اور موٹا لباس پہنے ہوے تھے
اور ابو تراب خان تورانی جو برہان الملک کا نامی سردار تھا اتفاق سے اُس وقت سبز لباس
مین تھا اور اس شخص کی داڑھی بھی سفید تھی بھگونت سنگھ ابو تراب خان کو برہان الملک
تصوّر کرکے اُسکے ہاتھی کی طرف متوجہ ہوا اور قریب آکر گھوڑے کو کود اکر اس سختی سے ابو تراب خان
کی چھاتی مین برچھا مارا کہ سنان سینے سے پار نکل گئی - برہان الملک کے اکثر ہمراہی اس مردانہ حملے
سے بھاگ نکلے - برہان الملک تھوڑے سے ہمراہیون کے ساتھ مقابلے مین جمے رہے اور تیرون
کی سن سن مین بھگونت سنگھ کو گھیر لیا ارجن سنگھ جو اُس کا رفیق تھا اور پھر بُرہان الملک سے
موافق ہو گیا تھا اُسنے بُرہان الملک کو بتلا دیا کہ بھگونت سنگھ وہ ہے اور گھوڑے کو دوڑا کر اُس
کے سر پر جا پہونچا ہتھیار چلنے لگے آخر بھگونت سنگھ مارا گیا ارجن سنگھ کے ہاتھ سے اور برہان الملک
کے تیر سے چھد کر راہی عدم ہوا - بُرہان الملک نے اللہ کا شکر کیا اور اُس کا سر کٹوا کر بادشاہ کی
نذر کے لیے اور اُس کا پوست کھچوا کر اور گھاس بھر کے قمر الدین خان وزیر کے لیے بھیجا اور
چند روز کے بعد لشکر کی سرداری پر صفدر جنگ کو مقرر کرکے خود دہلی کو روانہ ہو گئے - ۷ رجب
۱۱۴۸ہجری روز چہار شنبہ کو بادشاہ کی مُلازمت سے شرفیاب ہوے ایکہزار اشرفیان اور
ایک خنجر اور ایک شمشیر نذر دکھائی بادشاہ نے نذر قبول فرما کر خلعت مع سر پیچ مرصع و شمشیر
و اسپ و فیل عطا کیا ابو المنصور خان صفدر جنگ اور شیخ عبد اللہ وغیرہ سرداران لشکر نے
بُرہان الملک کو لکھا کہ بھگونت سنگھ کا بیٹا مرہٹون کو اپنی مدد کے لیے ادھر لا رہا ہے آپ چلے آئیے

برہان الملک کا بھگونت سنگھ ولد اڑو زمیندار چکلہ کوڑہ کی سرکشی کو دبانا

جبکہ بھگونت سنگھ[1] زمیندار چکلہ کوڑہ نے سلطنت میں ابتری دیکھ کر سر اٹھایا اور اپنے حاکم جانثار خاں کو روانۂ عدم کیا تو اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر محمد شاہ بن محمد امین خاں چین بہادر مرحوم نے اپنے بھائی عظیم اللہ خاں کو اسکی تنبیہ و تادیب کے لیے بھیجا زمیندار مذکور اسکی آمد کا حال سنکر دشوار گذار جنگلوں میں چلا گیا عظیم اللہ خاں نے اسکا تعاقب تو نہ کیا چکلہ کوڑہ میں ٹھہر گیا پھر خواجم بیگ خان تورانی وغیرہ کو اس چکلے کی حکومت دیکر دہلی کو لوٹ گیا اور بھگونت سنگھ کو سزا دینے کے لیے اسکو حکم دے گیا بھگونت سنگھ عظیم اللہ خاں کے واپس ہوتے ہی پھر میدان میں نکل آیا اور خواجم بیگ خان وغیرہ کو مار ڈالا تو اعتماد الدولہ نے اسکی سرکشی سے مجبور ہو کر برہان الملک سے اس معاملے کو رجوع کیا اور تاکید کے ساتھ لکھا کہ اسلام اور مغلوں کی آبرو کا پاس ضرور ہے برہان الملک نہایت شجاع تھے شیوۂ مردانگی سے معمور تھے سنہ ۱۱۴۵ ہجری میں دہلی کو بادشاہ کے مجرے کے لیے روانہ ہوئے تھے اثنائے راہ سے ماہ جمادی الآخری میں بھگونت سنگھ کی سزا دہی کے لیے اسکے سر پر جا پہونچے اُسنے بہت چاہا کہ فریب کر کے برہان الملک کو اپنا طرفدار کر لے اور موقع پاکر کام تمام کر دے مگر یہاں فریب نہ چلا مجبور ہو کر برہان الملک سے لڑائی کے لیے آمادہ ہوا برہان الملک جس وقت راہ سے چلکر خیمے میں داخل ہوئے تو اس وقت اتفاق سے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے مخبروں نے بھگونت سنگھ کو خبر پہونچائی کہ برہان الملک سبز لباس میں خیمے میں داخل ہوئے ہیں اور انکی داڑھی سفید اور

[1] مرآت واردات محمد شفیع میں یہ نام اسی طرح لکھا ہے ۱۲

فوج مین بطور ایک افسر کے بھرتی ہوا تھا محمد خان کے پاس بلگرام کے ایک قاضی محمد احسان نامی کو لایا جس کی جاگیرین برہان الملک نے ضبط کر لی تھین نواب محمد خان نے اُس سے وعدہ کیا کہ مین بادشاہ سے تمھاری سفارش کرونگا وہ قاضی محمد خان کے ساتھ دلی کو روانہ ہوا مگر محمد خان اور روح الامین خان کے درمیان ایک لاکھ روپیہ بقایا کی بابت جو روح الامین خان سے واجب الادا تھا اور جسے وہ دینے سے انکار کرتا تھا جھگڑا ہوا اور قاضی مذکور کا مددگار چھوٹ گیا۔ سیر المتاخرین مین لکھا ہے کہ بندیلکھنڈ مین ناکامیاب رہنے کے باعث صوبہ الہ آباد محمد خان سے لے لیا گیا۔ مگر تبصرۃ الناظرین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد خان سے صوبہ الہ آباد کی علیحدگی بہ سبب اُس رنجش کے جو بادشاہ کو محمد خان کی کارروائی سے مالوے مین ہوئی ظہور مین آئی جہانکہ محمد خان اُس وقت موجود تھا اور یہ صوبہ سربلند خان مبارز الملک کو عطا ہوا۔ جبکہ ۱۱۴۵ہجری مطابق ۱۷۳۲ء مین محمد خان مالوے سے موقوف ہوا تو اُس نے صوبہ الہ آباد کی درخواست دربار مین کی اور برہان الملک بھی اس صوبہ کے خواستگار تھے باوجودیکہ برہان الملک باعتبار رتبہ اور وقعت کے محمد خان سے بڑھے ہوے تھے اور اُنھون نے پندرہ لاکھ روپے بھی پیش کش کیے مگر محمد خان کے استحقاق پر کسی قدر لحاظ ہوا۔ چنانچہ ۱۱۴۸ہجری مطابق ۱۷۳۵ء مین صوبہ الہ آباد دوبارہ محمد خان کو عطا ہوا۔ مگر چند ماہ کے بعد یعنی ۴ محرم ۱۱۴۹ہجری مطابق ۴ مئی ۱۷۳۵ء کو سربلند خان اس صوبہ پر پھر بحال ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد اسکے محمد خان سے پھر وعدے بحالی کے ہوے تھے مگر اُسکے استحقاق پر عمدۃ الملک امیر خان کو ترجیح دی گئی۔ جب محمد خان بنگش کو نواب سعادت خان کے ساتھ عداوت کا اتفاق ہوا تو اُسنے برہان الملک کے چڑانے کے لیے اپنے چیلے سعادت خان کو بھی برہان الملک کا خطاب دیا۔

دینا نہ چاہی بلکہ اُسے بھی تسمت ویح مین ڈال رکھا ایک دن سعادت خان کی فوج کے ایک
رسالہ دار نے جو قوم کا آفریدی اور بارہ سو سوارون کا افسر تھا قائم خاں سے کہا کہ تمہیں
نہ یہان سے فوج ملیگی نہ تم خود یہاں سے جانے پاؤگے اب تم کوئی اور تدبیر کرو۔ قائم خان کی ماں
بی بی صاحبہ نے جب دغابازی کا حال سُنا تو نیکنام خاں چیلے کو فیض آباد کو روانہ کیا اس شخص
نے وہاں پہونچتے ہی اُس رسالہ دار کے پاس جاکر اسکو مع اسکے پٹھانون کے جو مئو فتح آباد
شاہجہانپور اور آنولے کے رہنے والے تھے یقین کامل دلایا کہ محمد خاں کو گرفتار کرا دینے کی
نسبت تمھارے حق مین یہ بہتر ہوگا کہ اُسکی خلاصی کراؤ نیکنام خان نے اُن لوگون سے کہہ رکھا
کہ جس وقت کوچ کے نقارے میرے لشکر مین بجین اُسی وقت سب لوگ جمع ہو جائیں اور
اُسی دن قائم خان و نیک نام خان نواب سعادت خان کی ملاقات کے لیے گئے اور روانگی
کے لیے رخصت چاہی انھوں نے جواب دیا کہ میں نے فوج طلب کی ہے وہ چند روز میں پہونچنے
والی ہے اُسکا انتظار مناسب ہے نیکنام خاں نے نواب کی طرف اشارہ کرکے قائم خاں سے کہا
کہ تم محمد خاں کو انکے ذریعہ سے رہائی نہیں دلا سکتے اور یہ کہکر حالت غصہ میں قائم خاں کا
ہاتھ پکڑ کر دیوان عام کے باہر نکال لایا۔ امرائے مذکور کے ساتھ ستائیس پٹھان زرہ بکتر پہنے ہوئے
موجود تھے جنکو یہ حکم تھا کہ اگر کوئی ہماری طرف انگلی چھونے کے لیے اُٹھائے تو اُس کو مار ڈالو
جب قائم خاں و نیک نام خاں لشکر میں پہونچے تو کوچ کے نقارے بجے انکی آواز سنتے ہی وہ
بارہ سو پٹھان جو نواب سعادت خاں کے نوکر تھے انکو چھوڑ کر قائم خاں کے ساتھ ہو لیے پھر لشکر
نواب سعادت خان نے ایک ستر سوار قائم خاں کے لوٹا لانے کے لیے بھیجا مگر دونکے اس پیام پر
کچھ لحاظ نکر کے قائم خاں نے شاہجہاں پور کی راہ لی۔ سِیَر المتاخرین میں درج ہے کہ جب
محمد خاں بندیلکھنڈ سے واپسی پر قنوج پہونچا تو روح الامین خاں بلگرامی جو قائم خاں کی

نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد اور نواب سعادت خان برہان الملک کے بعض قابل تذکرہ واقعات

محمد شاہ کی بادشاہت کے پہلے برس کالپی اور ارچ اور دوسرے مقامات واقع بندیلکھنڈ محمد خان کو تنخواہ مین ملے اسی سال بندیلون نے کالپی کو لوٹ لیا اور معزز مسلمانون کی عورات اور بال بچّون کو گرفتار کرلیا اُنکے مکانات اور مساجد اور مقبرے وغیرہ سب مسمار کردیے نواب برہان الملک نے چاہا کہ مغلون کو حملہ آورون کے مقابلے مین بھیجین مگر بادشاہ نے محمد خان بنگش کو اُنکی تنبیہ کے لیے کافی سمجھا۔ محمد خان کا چیلہ دلیر خان مناسب سپاہ کے ساتھ بھیجا گیا اور وہ ۱۱۳۳ہجری مطابق ۱۷۲۱ء مین چھترسال کے مقابلے مین مارا گیا اُسکی وفات پر محمد خان صوبۂ الہ آباد کا گورنر مقرر ہوا اُس وقت بندیلکھنڈ بھی اُس سے متعلق تھا ۱۷۲۳ء کے آخر مین جب محمد خان دربار جاتے ہوے میرٹھ پہونچا تو ایک فرمان مع ایک حکم مہری امیرالامرا خان دوران خان کے وصول ہوا جس مین تحریر یہ تھا کہ چھترسال نے بہت سے بادشاہی علاقے پر اپنا قبضہ کرلیا ہے اور برہان الملک اُسکے علاقے کے واسطے بھیجے گئے ہین تم بھی جلد وہین جاؤ۔ اس حکم کے موجب محمد خان الہ آباد کو روانہ ہوا اس سے قبل برہان الملک لوٹ آئے تھے برہان الملک اور محمد خان کے دلونمین صفائی نہ تھی اسلیے انھون نے ۱۷۳۹ء مطابق ۱۱۴۱ہجری مین محمد خان کے مقابل چھترسال کو اُکسایا اور اُسکے قاصدون کی خاطر تواضع کی اسی سنہ مین جیت پور علاقہ بندیلکھنڈ مین مرہٹون نے جنکو چھترسال نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا محمد خان کو گھیر لیا تو ایسی مصیبت مین اُسنے اپنے بیٹے قائم خان کو حکم دیا کہ نواب سعادت خان برہان الملک کے پاس جاکر مدد مانگو۔ قائم خان فیض آباد مین آیا مگر سعادت خان نے کچھ فوج قائم خان کو

ریاست رامپور (۳) لطیف احمد صاحب نائب مہتمم ریاست حیدرآباد دکن (۴) ممتاز احمد صاحب
اسسٹنٹ مہتمم کتب خانہ رامپور (۵) مسعود احمد صاحب تحصیلدار مسٹر لاملک متوسط
سنٹرل پراوینسیس۔

صوبہ اودھ کی آمدنی۔سپاہ۔حدود

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس صوبے کی آمدنی ستر لاکھ سے زیادہ نہ تھی نواب نے
پہلی ہی سال ایک کرور سات لاکھ روپے بھیجے جب بادشاہ کو حسن انتظامی کا حال
معلوم ہوا تو اور زیادہ خوش ہوئے عماد السعادت کا مؤلف کہتا ہے کہ اسی ذریعہ سے بادشاہ
نے برہان الملک خطاب عطا کیا اور مآثر الامرا سے ثابت ہے کہ عبداللہ خاں قطب الملک کی
ابتدا ہی کے وقت یہ خطاب ملا تھا صوبۂ اودھ میں اُمرا اور شاہزادگان کی بھی جاگیر تھی زمینداروں
کی شرارت اور عاملون کی کمزوری کی وجہ سے انکو آمدنی وصول ہوتی تھی ان لوگوں نے بھی
ایسی جاگیروں کا ٹھیکہ برہان الملک کو دیدیا دوسرے سال تمام صوبۂ اودھ کی آمدنی مع آمدنی جاگیر اُمرا
کے دو کرور تک پہونچ گئی یہ بیان مبالغے سے خالی نہیں معلوم ہوتا۔ ملخص تاریخ اودھ اور دوسری
کتابوں سے اس صوبے کا محاصل پچاس لاکھ روپے معلوم ہوتا ہے حدیں یہ تھیں جنوبی گنگا
شمالی رابتی کا کنارہ و ترائی نیپال۔ شرقی عظیم آباد۔ غربی شاہ آباد ضلع ہردوئی اور ہردوئی
لکھنؤ سے اسی میل ہے بانگرمئو کے چور مشہور ہیں اسی کے اطراف میں ہے۔ نواب کے پاس اس
صوبے میں بائیس ہزار سوار معلیہ تھے اور انکی فوج کے افسر یہ تھے میر خدا یار خان۔ سید حسین خان۔
کاکا قریموئی۔ میر اعظم خاں۔ میر جہانگیر خان۔ ابوتراب خاں۔ محمد علی خان اصفہانی محسن بیگ خان
و شیخ علی خان توپخانے میں پچاس توپیں تھیں۔

سلسلہ تو ان مقامون مین تھا نہین اور آپکے والد میرور کی شادی شیوخ صدیقی مین ہوئی تھی اسلیے ان لوگون نے آپکو بھی شیخ صدیقی مان لیا۔ شاہ مینا صاحب کے دو خلیفہ ہوے ایک شاہ قطب الدین اُنکے بھتیجے دوسرے شیخ سعد قدوائی جن کا مزار خیر آباد مین ہے اور صفی پور کا خاندان درویشی اُنسے جاری ہے۔ شاہ مینا کی ولادت ۸۰۰ھ ہجری کی معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ ۸۰ برس کی عمر مین ۸۸۴ھ ہجری مین وفات پائی ہے شیخ قطب الدین کی اولاد مین شیخ نظام الدین وغیرہ بعض لوگ صاحب نوبت و نقارہ ہوے اور شیخ خواجہ و شیخ درویش وغیرہ بعض لوگ صاحب تسبیح و سجادہ رہے ایک بڑی جاگیر بھی مزار مبارک سے متعلق تھی جو اغلباً زمانۂ صفدرجنگ مین ضبط ہو گئی ۱۱۵۷ھ تک گنبد اور خانقاہ بنی ہوئی تھی غدر مین یہ عمارت کھُد گئی۔ شیخ محمد عظیم تک وہ سلسلہ جو شیخ قطب الدین سے چلا تھا اولاد مین جاری رہا۔ شیخ محمد عظیم کے بعد کوئی صاحب سجادہ نہین ہوا اُنکے بڑے بیٹے شیخ محمد معظم متولی رہے شیخ محمد معظم کے بعد اُنکے بیٹے مولوی کرم محمد متولی رہے اب نہ کوئی صاحب سجادہ ہے نہ متولی۔

مولوی کرم محمد کے چھوٹے بیٹے منشی امیر احمد مینائی مرحوم تھے جو ہندوستان کے مسلم الثبوت مشہور و معروف شاعر ہین اور ریاست رامپور کے ہیرو نواب سید کلب علیخان بہادر نور اللہ مرقدہ کے فن شعر و سخن مین اُستاد ہین۔ انکے بڑے بیٹے منشی محمد احمد مینائی ریاست رامپور مین ہین اور انسے حضور پرنور نواب سید حامد علیخان صاحب دام اقبالہ کو فن نظم آفرینی مین مشورہ ہے منشی محمد احمد صاحب رامپور مین ماہ جمادی الاخری ۱۲۸۱ھ ہجری مین پیدا ہوے یہین علمائے نامور سے عربی صرف و نحو اور کتب درسیہ معقول و منقول کی تعلیم پائی شعر مین اپنے والد مغفور سے تلمذ ہے آپکے چار بھائی اور بھی ہین جنکے اسمائے گرامی یہ ہین (۲) خورشید احمد صاحب نائب تحصیلدار

غرضکہ زمانۂ آصف الدولہ سے تا عہد واجد علی شاہ آبادی بڑھتی گئی ملکہ کسی زمانے
ن آدمیوں کا بن مشہور تھا اور عہد سلطنت میں پانچ لاکھ سے زیادہ سکونت رکھتے ہین
شہر کی گلیاں بہت تنگ اور اکثر غلیظ رہتی تھیں لیکن جس طرف بادشاہی محل کو راستہ
لیا تھا وہ بہت وسیع اور نہایت صاف رہتا تھا۔ انگریزی عملداری سے پہلے بادشاہی
مکانات کی بڑی تیاریاں رہتی تھیں قرینہ اور سجاوٹ دیکھکر انسان کی عقل دنگ ہو جاتی
تھی جھاڑ کنول شیشہ اور دیگر تکلفات کا کیا بیان ہو اس شہر میں کتنے [illegible]
[illegible] ہمت سے
کٹرے اور ٹولے اور محلے آباد ہیں اور بہت سے [illegible] کی زیارت گاہ اہل ہنود و اسلام کی ہین جس محلے
میں مخدوم شاہ مینا صاحب کی درگاہ تھی اب وہ محلہ تو مسمار ہو گیا لیکن درگاہ
موجود ہے اکثر جمعرات کو فاتحہ کے واسطے وہان جاتے ہین۔

حضرت شاہ مینا صاحب کا اصل نام شیخ محمد ہے انکے والد کا نام شیخ قطب الدین
دادا کا نام شیخ عثمان ہے۔ شیخ عثمان سلالۂ آلِ قثم ابن العباس کی اولاد مین تھا۔
شیخ عثمان مدینۂ منورہ سے ہندوستان گئے دہلی مین بزمرۂ فوج شاہی نوکر ہوئے شیخ
قطب الدین پر درویشی کا رنگ غالب تھا انھون نے لکھنؤ میں آکر حاجی قیام الدین عباسی
معروف بہ حاجی الحرمین کے پاس (جن کا مزار لکھنؤ میں قریب مزار مخدوم شاہ مینا کے موجود
ہے) قیام کیا حاجی الحرمین نے شیوخ صدیقی میں ان کا عقد کر دیا اور یہ مژدہ سنایا کہ تمھارا
ایک مینا آفتاب ہند پیدا ہوگا۔ شیخ محمد عرف شاہ مینا نے بحال تجرد عمر بسر کی چھوٹے بھائی
شیخ احمد کے بڑے بیٹے کو کہ وہ اپنے دادا کے ہم نام تھے ابتدائے عمر سے لیکر پرورش کیا انھوں نے
تعلیم و تعلم کے بعد حیات سے بیعت کی انھیں کی اولاد کے لوگ مینائی لکھے جاتے ہیں بعض اہل سیر نے
نسب میں حضرت کو صدیقی النسب لکھ دیا ہے وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب کا خاندانی

شیخ زادے حاضر تھے بعد قیل وقال اہل شہر نے جلکر عرض کیا کہ نواب صاحب اگر ہماری قوم آپکی رہبری نہ کرتی تو آپ کا اس طرح یہانتک آنا مشکل ہوتا نواب نے بھی درشتی کے ساتھ جواب دیا اسپر طرفین سے نوبت کشت وخون کی پہونچی مگر فوج مغلیہ نے انکو مغلوب کرلیا آخر کار بیچ بچاؤ ہوگیا بعض ناقل ہین کہ کشت وخون نہین ہوا اس وجہ سے نواب نے اس مقام کو بنیاد فتح وفیروزی تصور فرماکر نقارخانے کا حکم دیا تھا۔ چھ سات ہزار روپے اُسکی تعمیر مین صرف ہوے بہر صورت اُس دن سے قلعۂ مچھی بھون دار الامارت مقرر ہوا نواب کا بتدریج تمام صوبے پر تسلط ہوگیا اور پھر کسی نے سر نہ اُٹھایا۔

محاربۂ غدر مین میڈی لال نے لکھا ہے کہ سعادت خان نے یہ مکانات مالکان مکانات سے صاحب ماہانہ کو لیے تھے اور کرائے کے روپے ہمیشہ دیتے رہے نواب صفدر جنگ کے وقت مین بھی پانسو روپے بابت کرایہ ترچ محلا شیخ زادون کو ملتے تھے۔ نواب شجاع الدولہ کے عہد مین فقط دوسو روپے رہ گئے تھے اس وجہ سے کہ شیخ معز الدین خان کو نخوت وغرور بہت ہوگیا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ جب صفدر جنگ کو شکست دینے کے بعد نواب احمد خان والی فرخ آباد کی سپاہ نے لکھنؤ پر قبضہ کرلیا تو معز الدین خان نے تمام شیخ زادون کو جمع کرکے پٹھانون کو وہان سے نکالدیا اور صفدر جنگ کی حکومت قائم کی نواب شجاع الدولہ بھی اُن کے اس امر مین احسانمند تھے وہ کبھی نواب کے دربار مین نہ جاتے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے بعوض محلات شیخن دروازہ وغیرہ جو حسن باغ کے قریب تھے زمین وسیع مفتی غلام حضرت کو اور دو گانون اور گنڈلی اولاد شیخ عبد الرحیم خان کو معاف فرمائی اور کرایہ موقوف کیا اور حکم دیا کہ چوری کا ذمہ کرین کیونکہ زمیندار ہین حق زمینداری لیتے ہین۔ شیخ زادون نے قبول نہ کیا اُس وقت سے محصول فروخت مکانات داخل سرکار ہونے لگا۔ شیخ زادے برائے نام زمیندار رہے۔

شہر سے غفلت ہو جائے جس سے نواب نوجہ سدراہ ہوئے شیخ زادون کے کنارہ شہر میں بھی داخل نہو سکے اور کئی مہینے لشکر لکھنؤ کے اکبری دروازے کے جنوبی جانب خیمہ زن رہا اور کوئی تدبیر کارگر ہوئی تو عیاری کو کام مین لائے شیخ زادون سے ربط اتحاد بڑھایا کہ خیال عداوت ایکقلم مخالفون کے دل سے مٹ گیا بعد چندے ایک جشن میں شیخ زادون کو دعوت کا اذن عام دیا چنانچہ وہ سات ہزار کی جمعیت سے نواب کے مہمان ہوے یہ موقع اور داؤ پاکر کمیں گاہ سے مع افواج سوارون کے حملہ کیا اور ساری جمعیت کو مع انکے سردارون کے ٹھکانے لگایا ایک روایت یہ ہے کہ نواب برا تون رات تیاری کرکے گاؤگھاٹ سے گومتی کو عبور کرکے سپاہ اور کئی توپین لیکر بسلامت شیخن دروازے سے گذرے نواب ہاتھی پر سوار تھے انھوں نے پہلے اُس تلوار کو جو اُس دروازے کی چھت میں بمائش بحوت دھرورود مدسکے واسطے لٹکا رکھی تھی کہ علاوہ وار اُسکے نیچے سے چلا آئے کاٹ کر زمیں پر گرادیا بعد اسکے خیمہ خاص مچھی بھون کے پھاٹک کے روبرو جہان واجد علی شاہ کے عہد تک نقارخانہ قائم رہا نصب کیا اُس وقت بڑے بڑے شیخ زادے دست بستہ حاضر ہوے اور بہ مجبوری سر جھکایا سمجھے کہ یہ کام ہمکلے کا نہیں بلکہ نگلنے کا ہے بعد گفتگوے معاملات و انفصال مقدمات نواب نے فرمایا کہ ہمارے رہنے کو قلعہ مچھی بھون خالی کردو انھوں نے مہلت مانگی کہ ہمارے لڑکے چھک میں گرمار ہیں جسکے انھیں غسل سے فراغت ہو تعمیل سے معاف رکھا جائے نواب نے قبول کیا بعد ہفتے کے جس قدر مال و اسباب تھا لیکر اُٹھ گئے نواب داخل قلعہ ہوے اور جس قدر اسباب وہ نہ لیجاسکے وہ نواب کے آدمیون نے لے لیا اور ابھی نواب خیمے سے نہ اُٹھے تھے کہ شیخ صدرالدین محمد خاں اور عمادالدین احمد خاں عرف شیخ مخی بزرگ شیخ معزالدین خاں قریب سات سو آدمیوں سے کے جو سب باہم قریبی رشتہ دار تھے اور دوسرے شہر کے خاص خاص آدمی اور بیرونجات کے بھی

اودھ پر قبضہ کرنے کے لیے چلے اور اثناے راہ مین فرخ آباد مین آئے تو نواب محمد خان نے بڑی خاطر و مدارات کی اور سعادت خان کو یہ صلاح دی کہ لکھنؤ کے شیخ زادے بڑے سرکش ہین کہین ایسا نہو کہ مثل اور دن کے آپ کا بھی حال ہو اور آپکی حکومت نہ جمے مناسب یہ ہے کہ آپ گنگا سے اُترکر یکایک لکھنؤ مین داخل نہوجیے گا بلکہ اُسکے پاس کے گانون مین رہیے گا بعد تدبیر مناسب ازراہ حکمت عملی داخل ہونا بہتر ہوگا وہ تدبیر یہ ہے کہ شیخ زادون اور قصبات کے رہنے والونمین موفقت نہین بلکہ عداوت ہے اور کمزور اپنے بالادست کے ہاتھ سے ہمیشہ تنگ رہتے ہین۔ غالب ہے کہ وہ لوگ آپکی حکومت کو اپنا وسیلہ نجات و عافیت سمجھ کر طرفدار ہو جائینگے اور شیخ زادون کا زور اُنکی اعانت سے ٹوٹ جائیگا نواب وہانسے چلکر دریاے گنگا کے کنارے پر پہونچے برسات کا موسم تھا دریا خوب چڑھا ہوا تھا مع لشکر پار اُترے مشہور ہے کہ جب سواری کی کشتی منجھدھار مین پہونچی ایک مچھلی جست کرکے نواب کے دامن مین آپڑی نواب نے اُسکو شگون نیک جانکر رکھ چھوڑا چنانچہ اُس مچھلی کے استخوان سالم بہت احتیاط سے سرکار شاہی مین رہے اور اُسے بترک سمجھ کر خزانہ شاہی مین واجد علی شاہ کے عہد تک رکھا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نواب نے پہلے مقام نواح قصبہ کاکوری مین کیا یہان کے شیوخ لکھنؤ کے شیخ زادون کے مخالف تھے نواب کا آنا اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھے اور شریک صلاح نیک ہوے اور سب طرح کے نشیب و فراز سے آگاہ کردیا کہ آپ علانیہ فوج کے ساتھ شہر مین داخل نہون وہان کی پستی و بلندی ٹیلون اور بہیڑ سے بہ سلامت گذرنا مشکل پڑے گا کیونکہ ہر مقام کمین پر سپاہی مسلح بیٹھے رہتے ہین خواہ مخواہ برسر فساد ہونگے پہلے اپنے آنے کی اُنھین اطلاع دیجیے اور مقام فرودگاہ لشکر پوچھیے۔ موافق دستور قدیم وہ گومتی کے اُس پار کہلا بھیجنگے اُسوقت لشکر کو حکم دیکر وہین اپنا خیمہ کھڑا کرائیے گا اور تھوڑی سی فوج بھی روانہ ہو تاکہ اُنھین دخلہ

جلال الدین محمد اکبر کی سرکار میں نوکر ہو گیا ایک مدت تک نہایت جانفشانی کرکے ایسی عزت پیدا کی
کہ زیر تخت شاہی منصبداروں میں کھڑا ہونے لگا بادشاہ نے شیخ عبدالرحیم کو کمال مرحمت خسروانی
سے پرگنہ کورچ ولکھنؤ جاگیر میں دیا شیخ مذکور بڑی دھوم دھام سے داخل لکھنؤ ہوا اور پانچ محل
اپنی پانچ بیویوں کے واسطے بنوائے جسے آج تک پنج محلا کہتے ہیں اور پنج محلے کے پاس شمال
ایک مکان دریا گومتی کے کنارے بطور قلعہ تیار کرایا اس مکان میں چھبیس دروازے تھے
اور ہر ایک دروازے پر معماروں نے دو دو مچھلیاں گچ سے بنادی تھیں جو کہ کل دروازوں پر
تعداد و شمار میں باون مچھلیاں تھیں اس واسطے اس مکان کو مچھی باون کہنے لگے تھے تعارف کثیرہ
سے مچھی بھون ہو گیا شیخ مذکور کا مقبرہ پچھلی گیٹ کے پیچھے جنوب کی طرف عیش باغ کے قریب
ہے جسے نادان محل کہتے ہیں پنج محلے کا اب نام ہے نہ نشان کیونکہ صحن قلعہ و امام باڑہ کلاں
میں عہد انگریزی میں شامل ہو گیا ہے قلعہ مچھی بھون جس قدر سابق میں تھا جسکا نام اصلی
مچھی باون ہے اس سے زیادہ وسیع ہو گیا ہے سابق مچھی بھون صرف اس قدر تھا جسقدر
سروح پختہ سڑک کے جنوب کی جانب موجود ہیں اور یہی قلعہ لکھنؤ تھا اور بہت مستحکم قلعہ
دو سو برس پیشتر مشہور تھا ایک مثل قدیم سے مشہور ہے کہ جس کے پاس قلعہ مذکور ہوگا
وہی مالک شہر لکھنؤ کا ہوگا وہ ٹیلہ جو راستے میں قلعہ کے گھونگٹ کے درمیان میں واقع ہے
اور جسکے اوپر مسجد بنی ہوئی ہے وہ لچھمن ٹیلہ مشہور ہے اور اسی جگہ سابق میں لچھمن پور آباد تھا
مچھی بھون کے پیچھے جنوب و مغرب طرف ایک میدان ہے جس میں توپخانے کا گودام ہے
اس مقام پر رنگ محل اور پنج محلا آباد تھے۔

لکھنؤ کے متمول شیخ زادوں کو سعادت خان کا مغلوب کرنا

شیخ عبدالرحیم کے بعد اسکی اولاد ترتیب وار وارث جاگیر رہی نواب سعادت خان جب

بیان کرتا ہے کہ وہ ہمراہ فوج سپہ سالار کے یہان آئے لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکی آمد اور قیام اس ملک مین بتدریج ہوا ہو اور غالب کہ سو ڈیڑھ سو برس کے عرصے سے آبادی انکی یہان قرار پائی ہو یہ خاندان شیخ جو ہمراہ سپہ سالار کے آیا تھا انھون نے ملک مین بڑی عظمت اور شان پیدا کی یہان تک کہ فوج مین سے انکے خاندان کے کئی شخص عہدۂ صوبہ داری پر ممتاز ہو گئے تھے اور ان لوگون نے تجویز تعمیر قلعہ کی کی اور یہ قلعہ استحکام مین بہت مشہور ہوا اور یہ قلعہ اُس مقام پر تعمیر کیا تھا جہان اب قلعہ مچھی بھون مشہور ہے اور ایک روایت اس طرح پر مشہور ہے کہ اُسکی تعمیر ایک امیر کے ذمے تھی جس کا نام لکھنا تھا اس وجہ سے اُس کو قلعۂ لکھنا کہتے تھے اور جو کہ یہ خاندان شیخ بہت ذی رتبہ تھا اور اُس مین بہت سے آدمی ستھے اسلیے اُسکے گرد و پیش مین اکثر آبادی ہو گئی اور یہ دونون آبادی کے نام لچھمن پور اور لکھنا کے نام سے مخلوط ہو کر لکھنؤ ہو گیا اب یہ امر بتحقیق معلوم نہین ہوتا کہ یہ نام لکھنؤ اس آبادی کا کب رکھا گیا مگر اسمین شک نہین کہ یہ آبادی قبل از عہد اکبر اعظم لکھنؤ کے نام سے مشہور تھی شیخان لکھنؤ ایک قصہ اس شہر کی بزرگی کے ثبوت مین بیان کرتے ہین کہ جب ۱۵۴۰ء مین ہمایون بادشاہ واسطے جنگ شیر شاہ والی جونپور کے کہ بعد ازان شہنشاہ دہلی ہو گیا روانہ ہوا اور اثناے راہ مین لکھنؤ مین چار گھنٹے ٹھہرا تھا باوجودیکہ فوج شکست خوردہ دل شکستہ تھی اور ایسے وقت مین رعایا بھی فرمانبردار نہین رہتی مگر تاہم اس عرصۂ قلیل مین فوج مذکور نے شہنشاہ کے لیے دس ہزار روپیے اور پچاس گھوڑے بہم پہونچائے تھے اس قصے مین گو مبالغہ ہو مگر یہ بات ظاہر ہے کہ اُس زمانے مین شہر لکھنؤ آباد اور مالدار تھا۔

لکھنؤ کے شیخ زادے شیخ عبد الرحیم کی نسل سے ہین جو قصبۂ بجنور ضلع روہیلکھنڈ کا باشندہ تھا نہایت افلاس اور محتاجی کی حالت مین اپنے گھر سے بتلاش معاش نکلا دلی مین پہونچکر

جمع کرکے گزریاں بسایا کرتے تھے۔ وہی جگہ ہے گراب جہاں حاتری جاتے ہیں اُسے سیم کھار (سیم ستار) بولتے ہیں وہ گومتی کے کنارے لکھنؤ سے شمال کی طرف تخمیناً چودہ کوس کے فاصلے پر ہے۔ سیم کھار کے قریب ایک حوض برھماورت نامی ہے اسکا پانی اندر ہی اندر جوش کھا کر ایسا چکر مارتا ہے کہ آدمی کو مقدور نہیں کہ اس مین غوطہ لگا سکے یہی وہ مقام ہو کے نزدیک ہے کہ انقلابات زمانہ سے وید اور پوتھیاں علوم ہنود کی جو ضائع ہو گئی تھیں اس مقام پر از سر نو انکی ایجاد ہوئی اور ہنود ریاضت کیش کی رہنمائی سے پھر علوم اور پرانی پوتھیوں کا ظہور ہو گیا اسکے قریب ایک سرچشمہ ہے کہ وہ گومتی میں ملتا ہے ایک گڑھا اور چار انگل گہرا ہے جب برہمن پوجا کرتے ہین چانول اور ہون کا سامان اُسمین چھوڑتے ہیں اُسکا نشان نہیں ملتا۔

بعض لکھنؤ کا اصلی نام لچھمن پور بتاتے ہیں۔ اس کا نام لکھنؤ نادتی قرار دیا لچھمن پور اصل دونوں کی ایک ہی ہے یعنی مہاراج لچھمن برادر خورد راجہ رام چندر جی نے بسایا اس زمانے میں جہاں شہر لکھنؤ آباد ہے اُس مقام پر ۴۲ گانوں آباد تھے جنکے نام اسمائے محلات سے جو انکی جگہ آباد ہیں مفہوم ہوتے ہین اور باقی وہاں کے نام ونشاں معقود ہو گئے ہیں اور بجز کتب قدیمہ اور کسی علامت سے انکے نام دریافت نہیں ہو سکتے اب شہر لکھنؤ وہ بلند مقام متصل پل پختہ کے ہے جہاں ایک مسجد نامزد شاہ پیر محمد صاحب موجود ہے اور جسکو لچھمن ٹیلے کے نام سے مشہور کرتے ہیں اس جانب یعنی ٹیلے کی طرف ایک گانوں لچھمن پور نامی آباد تھا اسی گانوں کے نام سے یہ شہر لکھنؤ مشہور ہوا غالب ہے کہ لچھمن پور کی آبادی برہمنوں کی تھی اور چند خاندان جو ۴۲۱ھ میں ہمراہ فوج سپہ سالار غازی میاں ہمشیرزادہ محمود غزنوی کے آئے تھے انکو مغلوب کرکے خود اُنکے ملک پر مسلط ہو گئے تھے گو اب ہر ایک خاندان اہل اسلام

ہندوؤن کے مقابلے پر مارے گئے اس وجہ سے شہید کہے جاتے ہین مگر جو شخص یہان مقرر ہے بخیال اسکے کہ جہلا کی نگاہ ہو نین قدر ہو بیان کرتا ہے کہ نوحؑ اور ایوبؑ اور شیثؑ پیغمبرون کی قبرون ہین شیثؑ اور نوحؑ کی قبرون کا طول سات سات آٹھ آٹھ گز ہے یہ شہر لکھنؤ سے اسّی میل کے فاصلے پر ہے

سعادت خان کا اودھ مین اقتدار

خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے کہ صوبۂ اودھ کے زمیندار سرکشی مین مشہور زمانہ ہین شاید ابتداے ایجاد عالم سے انھون نے کسی حاکم کی قرار واقعی اطاعت نہ کی ہوگی۔ برہان الملک نے سکو بزور شمشیر مطیع اور خراج گذار بنایا اور اُس صوبے مین وہ حکومت جمائی کہ کسی عہد مین یہ بات حاصل نہوئی تھی اور صوبۂ الہ آباد کے اکثر عمدہ شہر جیسے جونپور۔ بنارس اور غازیپور اور کڑہ مانکپور اور کوڑہ جہان آباد وغیرہ قبضے مین لے آئے اور بادشاہ کے حضور سے سند حاصل کی۔ موہن سنگھ کنپور یہ قوم راجپوت تلوی کا زمیندار تھا اُسنے کبھی کسی ناظم اودھ کی اطاعت نہین کی تھی اُسنے سعادت خان کے ساتھ بھی سرکشی کی انھون نے اوّل اوّل اُسکو بنظر ترحم فہمایش کی جب رام نہوا اور پچاس ہزار راجپوت ہمراہ لیکر مقابلے کو آمادہ ہوا تو نواب نے بھی اُسکی گوشمالی مناسب سمجھی لڑائی ہوئی نواب کے ہمراہ صرف دس ہزار سپاہ تھی راجہ مارا گیا اور اُسکے بہت سے ساتھی کام آئے باقی ماندہ بھاگ گئے بادشاہ نے جب یہ کارنامے سُنے تو ثابت جنگ خطاب دیا۔

لکھنؤ کی آبادی اور شیخ زادے

یہ شہر گومتی کے دونون کنارون پر بستا ہے۔ ۸۲ درجہ ۱۵ دقیقہ دریا سے شمال کی طرف ورہ ۸۰ درجہ ۵۰ دقیقہ مشرق کی طرف ہے۔ اصل نام اسکا لکھمن ناوتی یا لکھناوتی بتاتے ہین اور بعض لوگ ایسا بھی کہتے ہین کہ نیم شارن جہان سوت جی ساٹھ ہزار مریدون اور زاہدون کو

دہلی دروازے کے سامنے تھی ہر دروازے کے قریب ایک لمبا بازار بنوا کر اُس میں اپنے رہنے
کے لیے حویلیاں تیار کرائیں اسمعیل خان رسالہ دار نے بھی احاطے کے باہر اپنے نام سے
ایک گنج بسایا باقی اُسی طرح ایک ایک دو دو مکان اہل بازار کے بے ترتیب اُس مقام کے
آس پاس تھے قلعہ کے اندر خواجہ سراؤں اور چھوٹے بڑے رسالہ داروں کے بھی مکان تھے
صفدر جنگ کے انتقال تک یہ آبادی اسی طرح خراب اور پریشان تھی۔ شجاع الدولہ نے
اپنا قیام دائمی لکھنؤ میں اختیار کیا کبھی سیر کے طور پر آتے تو ایک دو رات رہ کر گورکھپور اور
بنارس کی طرف چلے جاتے انگریزوں سے شکست کھانے اور صلح ہو جانے کے بعد فیض آباد کو
اپنا دارالحکومت بنایا اور آبادی کو ترقی دی اور اسکے آس پاس ایک خندق کھدوائی
دو کچی گڑھیاں سوائے قلعہ پختہ کے جس میں نواب کی محلسرائیں تھیں بنوائیں اور حکم دیا کہ
شہر کی عورت بوڑھی ہو یا جوان یا لڑکی تو اسکے بے حکم باہر نہ نکلے جب تک کا عدیہ روشن ا
انگریز کا ساتھ ہو جسکو نواب نے اس کام کیلیے مقرر کیا تھا لیکن اگر باہر سے کوئی آئے تو مزاحمت نکریں
خلاصہ یہ ہے کہ کیسے ہی ممتاز آدمی کی بیوی چاہتی کہ وہ فیض آباد سے نکلکر کوس بھر باہر بھی
چلی جائے تو بغیر حکم کے ممکن نہ تھا بلکہ جس قدر سارو سامان بھی باہر جاتا اُسکے واسطے بھی
اجازت کا حاصل کرنا ضرور تھا اور یہی نہیں کہ صرف شہر کے دروازوں پر روک ہوتی بلکہ
چار کوس آگے تک محافظ بیٹھے تھے جو ہر ایک نکلنے والے مرد و عورت کے حال سے تعرض کرتے
تھے اس وجہ سے دو رقعے ایک مرد کے لیے دوسرا عورت کے لیے ہونا ضرور تھا جیسا کہ عماد السعادت
میں لکھا ہے فائدہ سلطان الحکایات سے اودھ کا نام اختر نگر بھی معلوم ہوتا ہے تاریخ فیض آباد
میں مسٹر بی کارنیگی لکھتے ہیں کہ ایوب اور شیث کی قبریں ایک دوسرے کے متصل ہیں مگر
نوح کی قبر فاصلے پر ہے شاید یہ چار سو برس سے زیادہ پرانی ہوں اور یہ تینوں شخص نوح ایوب شیث

جسکو دونون فریقون نے آدھون آدھ بانٹ لیا ہندوؤن نے پھولون کو جلایا اور اُسکی جگہ مندر بنایا اور مسلمانون نے اپنے پھولون کو دفن کیا اور مقبرہ بنایا آج تک یہ دونون بستی کے ضلع مین مگھر کے مقام پر موجود ہین اور جہانپر پہلے کبیر بنارس مین رہتا تھا وہانپر بھی مکانات ہین جنکو کبیر چورہ کہتے ہین۔

نواب بُرہان الملک کا اودھ مین قیام کرنا اور فیض آباد کی بُنیاد پڑنا

جب نواب بُرہان الملک بادشاہ کی طرف سے صوبۂ اودھ کے نائب مقرر ہو کر آئے تو آبادی سے دو کوس پر مغربی جانب دریاے گھاگرہ کے بند کے ٹیلے پر اپنے خیمے نصب کرائے بعد چند روز کے وہان پر ایک بنگلہ چوبی خس پوش برسات گذارنے کے لیے تیار کرایا اس بنگلے کے آس پاس کچی دیوار بطور احاطے کے اور برج ٹیلے کے تلے بنوائے اور یہ احاطہ اتنا لمبا چوڑا تھا کہ تمام پیادہ و سوار اور توپخانہ اور دوسرے امارت کے کارخانے اُسمین سما گئے نواب کو پختہ عمارتون سے شوق نہ تھا اسلیے بیگمات کے رہنے کے مکانات بھی مٹی سے بنوائے جب ملک کے دورے سے فارغ ہو کر آتے تو اسی بنگلے مین قیام فرماتے جب نواب نے انتقال کیا اور صفدر جنگ کو حکومت ملی تو یہ بنگلے کی آبادی فیض آباد کے نام سے مشہور ہو گئی جیساکہ شیخ فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے اور تاریخ فیض آباد مین مسٹر پی کارنیگی کہتے ہین کہ پُرانا شہر دارالامارت اودھ مقام بنگلہ کے نام سے تین کوس کے فاصلے پر آباد ہے اُدھر کے عوام فیض آباد کو بنگلہ ہی کہتے ہین مغل سرداران صفدر جنگ نے سیر و تفریح کے لیے باغ بنوائے مگر دیوان آتما رام کے بیٹون نے قلعہ کے باہر مغرب کی طرف جس کی شہرت

اہل مذاق کے ورد زبان ہیں کہتے ہیں کہ سوامی رامانند کے زمانے مین ایک برہمن کی بیوہ لڑکی کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوا ماں نے برادری کے ڈر سے اس بچے کو بنارس میں لہر تارہ کے پاس ڈالدیا اتفاق سے ایک جولاہہ جس کا نام نوری تھا اور اُسکی بیوی گھر سے نکلکر پاس کے گانوں کو جارہے تھے دونوں نے اُس لڑکے کو اُٹھالیا اور اُسکی پرورش شروع کی بچپن سے اُسکے مزاج میں خدا کی لو لگی تھی اور وہ گھنٹوں اُس کا دھیان کیا کرتا تھا ان ماں باپ نے یہ عادت چھڑانے کے لیے بچپن ہی میں اُسکی شادی کردی مگر یہ تدبیر کچھ کام نہ آئی کبیر کو نہ بیوی سے لگاؤ تھا نہ گھر سے واسطہ بنارس کی میں میں جاکر لگا یا کرتا اور بھگوان کا دھیان کیا کرتا تھا ایک دن رات زیادہ آگئی اور اُسکو نیند آنے لگی گنگا کے کنارے گھاٹ کی سیڑھیوں پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور آنکھ لگ گئی اُن دنوں سوامی رامانند بڑے عابد تھے وہ اندھیرے منھ گنگا اشنان کو آئے سیڑھیوں سے اُتر رہے تھے کہ اُنکا پانوں کبیر کے سینے پر پڑا وہ رام رام کرتے پیچھے ہٹے کبیر کی آنکھ کھل گئی اُسکے دل نے گواہی دی کہ یہ جو سورج کے نکلنے کے پہلے اشنان کرتا ہے کوئی بڑا سادھو ہے اور یہ سوچ کر اُسکے ساتھ ہولیا رامانند نے بھی کبیر کے چہرے سے سمجھ لیا کہ اُسکے دل میں پریم ہے اپنے ساتھ مٹھ میں لے آئے اور چیلا بنالیا کبیر کے مذہب کی اصل بات خدا کی محبت تھی جسکو وہ بھجنوں مین سُناتا وہ روپے کا لالچی نہ تھا اکثر فاقے ہوتے اور تکلیفیں ہوتیں مگر ان سب دُکھوں پر اُسکی دُھن میں فرق نہ آتا اس سے زیادہ سادہ رہتے تھے ہیں وزن تار پو حکایات کچھ ہوا اور کوئی کہیں ہے ضلع بستی کے ایک مقام میں جسکو مگہر کہتے ہین موضع رتن پور واقع ہے اس میں کبیر مرا اُسکی لاش پر بڑے جھگڑے پڑے مسلمانوں نے کہا کہ ہم گاڑینگے ہندوؤں نے کہا کہ ہم جلائینگے یہ مشہور ہے کہ اُس جھگڑے میں لاش غائب ہوگئی اور اُسکے بجائے پھول رہ گئے

۲۶ کوس چوڑا بیان کیا ہے اگرچہ یہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس مین شک نہین کہ یہ شہر
اگلے زمانے مین بہت بڑا ہوگا اس واسطے کہ دُور دُور تک اسمین پُرانی عمارتین پائی جاتی
ہین بعد اختتام خاندان مہاراجہ رامچندر اجودھیا بالکل اُجاڑ ہوگئی تھی راجہ بکرماجیت
نے اس شہر کو از سرِ نو آباد کیا سوائے دریاے سرجو اور ناگیشر ناتھ کے کوئی نشان باقی نرہا تھا
یہ مقامات بودھ مذہب کے حملے سے معدوم ہوگئے تھے اور انھین دونون موجودہ نشانون
سے راجہ بکرماجیت نے ہر ایک مقام کا پتہ لگاکر اور کتب قدیم سے مقابلہ کرکے ۳۶۰ مندر
مہاراجہ رامچندر کے متعلق تعمیر کرائے چنانچہ پہلے وہان بہت سے مندر رامچندر جی اور اُنکے
بھائی لکشمن جی اور اُنکی رانی سیتاجی کے عجیب اور بڑے بڑے بنے ہوے تھے اب اُنمین سے
بہت کم باقی ہین۔ ہنود اس مقام کو اجودھیا کہتے ہین اور دفتر بادشاہی و انگریزی مین
وہ صوبۂ اودھ کے نام سے مشہور تھا مادہ لفظ اجودھیا کا سنسکرت مین لفظ اجودھ ہے اور
اجودھ کے معنی نامغلوب کے ہین اور نیز اج نام برہما کا ہے پس اجودھیا کے معنی خالق کا
نامغلوب شہر ہوے اودھ کے معنی سنسکرت مین وعدے کے ہین چونکہ مہاراج رام چندر نے
۱۴ سال جلاوطنی اختیار کی تھی اور چودہ برس کے بعد واپس آنے کا وعدہ کیا تھا اسوجہ سے
اودھ کہا جاتا ہے ڈاکٹر وِلسن صاحب کہتے ہین کہ اس کا مادہ جُدھ ہے جسکے معنی جنگ کے
ہوتے ہین اور یہ شہر بہادر چھتریون کی جگہ ہے اس لیے اس نام سے موسوم ہوا اودھ ہندون
کے عقائد مین بڑا متبرک ہے مذہبی معتقد اس مقام پر آتے ہین کیونکہ مولد و دارالحکومت رامچندر جی کا
ہے رقاصون کی اب بھی کثرت ہے۔ ہنومان گڑھی اسی مقام پر ہے ہر سال رام نومی یعنی چیت
کی نومی کو بڑا میلا ہوتا ہے۔ رتن پور مین کبیر جولاہے کی قبر ہے یہ شخص سلطان سکندر لودی
کے عہد مین بنارس کے مقام مین عقائد ہنود مین عبادت کرتا رہا اُسکے طبعزاد دوہرے

دیگر

چو یافت میر محمد امین سعادت خان | بنظم ملک اودھ خلعت از شہ شاہان
زماہ و سال دلم جُست ہاتفے فرمود | ہزار و یک صد و سی بعد ز ہجرت دان

برہان الملک صوبۂ اودھ کے انتظام کے لیے روانہ ہوے اور اکبر آباد مین اپنے ایک نائب رائے نیلکنٹھ کو چھوڑا - نیل کنٹھ ایک روز ہاتھی پر سوار چلا جاتا تھا کسی بڑے زمیندار کے اشارے سے ایک جاٹ درختون کے جھاڑے مین مخفی بیٹھا تھا جب اُسکے برابر سواری پہونچی تو اُسنے نیل کنٹھ پر بندوق سر کی جسکی گولی سینے کے پار نکل گئی - بُرہان الملک کو جب یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے اودھ سے اکبر آباد کی طرف عزم کیا تاکہ اپنے نائب کا بدلہ لین - دربار مین صمصام الدولہ نے یہ سازش کی کہ اکبر آباد کی خدمت بُرہان الملک سے نکلوا کر راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو دلا دی اور بُرہان الملک کے پاس صرف اودھ کی صوبہ داری رہی مگر مآثر الامرا سے معلوم ہوتا ہے کہ چورامن جاٹ جو سادات بارہ کے متوسلون سے تھا سلطان ابراہیم اور عبد اللہ خان کے ہمراہ بادشاہ کے مقابلے مین کام آیا تھا اُسکے بیٹون نے اپنے قلعون کو مضبوط کر کے خود سری اختیار کی تو بُرہان الملک اُنکی سزادہی کے لیے مامور ہوے اور اُنکی بیخ کنی مین بہت کچھ کوشش کی مگر جنگل کے گنجان ہونے کی وجہ سے اُنکا واقعی استیصال نہو سکا اسلیے بادشاہ نے صوبۂ اکبر آباد کی حکومت سے اُنکو بدل دیا اور توپخانے کی داروغگی اور اودھ کی صوبہ داری عطا کی - برہان الملک نے اس صوبہ مین پہونچکر بہت سی فوج جمع کی اور بھاری توپخانہ مُہیا کیا ملک کا بخوبی انتظام کیا سرکشون کو سزائین دین اور بعض کے ساتھ ملائمت کا برتاؤ کیا اور اسطرح اُنکو قابو مین لائے -

وقائع راجپوتانہ مین چورامن کی حالت یون بیان کی ہے کہ موضع تھون پر جواب

ماہی مراتب بھی بخشا اور خلعت فاخرہ بھی دیا۔ [۲]

سعادت خان برہان الملک کو صوبۂ اکبرآباد کی حکومت اور خواص بادشاہی کی داروغگی ملنا

مرآت جہان نما مین محمد شفیع کہتا ہے کہ بادشاہ نے ۲۰ ربیع الاول ۱۱۳۳ ہجری کو انجمن خلوت مین سعادت خان کو اپنے خواصون کی داروغگی اور خلعت خاصہ بخشا اور اسی سنہ مین بادشاہ نے اُنکو اکبرآباد کا صوبہ دار کیا اور اُنکے بھتیجے نثار محمد خان کو نواب شیرجنگ خطاب دیا سعادت خان بادشاہ سے رخصت ہو کر صوبۂ اکبرآباد مین داخل ہوے۔ سرکشون کی بیخ کنی مین بڑی کوشش کی تین چار قلعے جو متھرا کی طرف اور شاہجہان آباد کی راہ پر تھے محاصرہ اور کُشت وخون کے بعد دشمنون سے چھین لیے ان جنگون مین اُنکے ساتھ چار سو کے قریب آدمی مارے گئے اور دشمن بھی بہت سے مقتول اور مجروح ہوے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو برہان الملک کے لیے خلعت اور خنجر مرصّع اور ایک فرمان اُنکی بہادری کی تعریف اور اپنی عنایت کے اظہار مین اُنکو بھیجا۔

مہاراجہ اجیت سنگھ والی جودھپور کے سپرد صوبۂ اجمیر و احمدآباد بھی تھے ۱۱۳۳ ہجری مین ان صوبون کی بہت سی رعایا نے دہلی مین حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ راجہ نے اپنے ماتحت علاقے مین گاؤکشی بند کر دی ہے بادشاہ نے دونون صوبے اُس سے نکال لیے حیدرقلی خان کو صوبۂ گجرات دیا اور مظفر علی خان کے سپرد صوبۂ اجمیر کیا اجیت سنگھ نے بغاوت پر کمر باندھی۔ بادشاہ نے اُسکو سزا دینا چاہا اور حیدرقلی خان کی تجویز سے

---

[۱] دیکھو سیرالمتاخرین ۱۲ [۲] دیکھو مرآت جہان نما ۱۲

پرگنہ اگریس ہے راجہ رام پسر بھگوت اس جان چند جاٹ قابض تھا یہ شخص علاقہ تھانہ آؤ میں غارتگری کیا کرتا تھا اس وجہ سے گرفتار ہوکر مارا گیا۔ اس کا بیٹا فتح سنگھ تھا مگر اُسمیں ایسی قوم کے جوش رکھنے کی لیاقت نہ تھی موضع سنسنی کے کُل آدمیوں نے جہاں بدن سنگھ پدر سورج مل جاٹ حکمراں تھا جمع ہوکے فتح سنگھ کو خارج کیا اور چورامن اس برج دلد جان چند جاٹ کو سردار بنایا رستم جاٹ نے چورامن جاٹ سے اتفاق کرکے ایسی غارتگری کی کہ دہلی اور اجمیر اور آگرہ اور گوالیار کے راستے بند کردیے فرخ سیر کے دربیرے چورامن کو خطاب راہدار خاں اور پانچ پرگنے نگرا اور کٹھومر اور نذبئی (دبئی) اور بیلکرا اور آؤ دیکر غارتگری سے منع کیا اور رستم جاٹ اور اُسکے پسر کھیکرن کو بعطائے خلعت بہادری دیہات بھرتپور و ملاح و آگاہ پور دوبارہ داکرن وغیرہ کی راہزنی سے باز رکھا مگر یہ تدبیر کچھ کارگر ہوئی سمشث۱۷ اکبری میں چورامن بعلت قضیہ محکم سنگھ پسر خود زہر کھاکر فوت ہوا۔ محکم سنگھ نے باپ کا قائم مقام ہوکر بدن سنگھ بن جان چند سے نااتفاقی پیدا کی بدن سنگھ نے مہاراجہ سوائی جے سنگھ کی مدد سے محکم سنگھ کو شکست دیکر بھگا دیا اب بدن سنگھ بھرتپور پر بھی قابض ہوگیا۔ بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ یہ لڑائی خود چورامن سے ہوئی تھی اور بعد شکست کے چورامن اور محکم سنگھ دونوں معرور ہوئے اور بدن سنگھ نے مقیاب ہوکر کل قوم جاٹ کی افسری حاصل کی۔

اودھ کی حقیقت

اودھ کا قدیمی نام اُترکوشل ہے۔ شاستر میں لکھا ہے کہ منو نے سب سے پہلے یہ شہر بسایا ابتدا میں وہ راجہ رامچندر کا راجدھانی تھا۔ ابوالمیک اسکی وسعت طول میں بارہ یوجن لکھتے ہیں اور ایک یوجن ۴ کوس کا ہوتا ہے ابوالفضل نے آئین اکبری میں ۱۴۸ کوس لمبا اور

دیگر

چو یافت میر محمد امین سعادت خان | بنظم ملک اودھ خلعت از شہ شاہان
زماہ و سال دلم جُست ہاتفے فرمود | ہزار و یک صد و سی بعد ز ہجرت دان

برہان الملک صوبۂ اودھ کے انتظام کے لیے روانہ ہوے اور اکبر آباد مین اپنے ایک نائب راے نیلکنٹھ کو چھوڑا۔ نیل کنٹھ ایک روز ہاتھی پر سوار چلا جاتا تھا کسی بڑے زمیندار کے اشارے سے ایک جاٹ درختون کے جھاڑے مین مخفی بیٹھا تھا جب اُسکے برابر سواری پہونچی تو اُسنے نیل کنٹھ پر بندوق سر کی جسکی گولی سینے کے پار نکل گئی۔ برہان الملک کو جب یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے اودھ سے اکبر آباد کی طرف عزم کیا تاکہ اپنے نائب کا بدلہ لین۔ دربار مین صمصام الدولہ نے یہ سازش کی کہ اکبر آباد کی خدمت برہان الملک سے نکلوا کر راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو دلادی اور برہان الملک کے پاس صرف اودھ کی صوبہ داری رہی مگر مآثر الامرا سے معلوم ہوتا ہے کہ چورامن جاٹ جو سادات بارہ کے متوسلون سے تھا سلطان ابراہیم اور عبد اللہ خان کے ہمراہ بادشاہ کے مقابلے مین کام آیا تھا اُسکے بیٹون نے اپنے قلعون کو مضبوط کر کے خودسری اختیار کی تو برہان الملک اُنکی سزادہی کے لیے مامور ہوے اور اُنکی بیخ کنی مین بہت کچھ کوشش کی مگر جنگل کے گنجان ہونے کی وجہ سے اُنکا واقعی استیصال نہوسکا اِسلیے بادشاہ نے صوبۂ اکبر آباد کی حکومت سے اُنکو بدل دیا اور توپخانے کی داروغگی اور اودھ کی صوبہ داری عطا کی۔ برہان الملک نے اس صوبہ مین پہونچکر بہت سی فوج جمع کی اور بھاری توپخانہ مُہیّا کیا ملک کا بخوبی انتظام کیا سرکشون کو سزائین دین اور بعض کے ساتھ ملائمت کا برتاؤ کیا اور اسطرح اُنکو قابو مین لائے۔

وقائع راجپوتانہ مین چورامن کی حالت یون بیان کی ہے کہ موضع تھون پر جواب

سعادت خاں برہان الملک اس کام کے لیے اکبر آباد سے بلائے گئے کیونکہ امرائے حاضر حضور اس مہم پر جانے سے جی چراتے تھے۔ سعادت خاں حکم کے پہونچتے ہی بطریق یلغار اکبر آباد سے روانہ ہوے اور آخر ذی قعدہ ۱۱۳۳ ہجری میں داخل دہلی ہوے جب انھوں نے اس مہم کے لیے سامان وغیرہ چاہا تو بعض امرائے بزدل [illegible] کو تیار نہوے اور نہ بادشاہ [illegible] حرکت کی جس قدر وہ چاہتے تھے اسلیے انکا جانا ملتوی رہا۔[۵۱]

نیل کنٹھ ناگر نائب سعادت خان برہان الملک کا اکبر آباد مین مارا جانا صوبۂ اکبر آباد راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو ملنا۔ برہان الملک کا صوبۂ اودھ کی حکومت پر مقرر ہونا اور توپخانہ شاہی کی افسری بھی پانا

صوبۂ اودھ کی خدمت گردھر بہادر ناگر کے متعلق تھی جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ اُسکا انتظام جلد جاہ نہین ہوسکتا بڑی بے انتظامی ہے تو بادشاہ نے برہان الملک کو یہ خدمت دی بظاہر صوبۂ اودھ علاوہ صوبۂ اکبر آباد کے برہان الملک کے سپرد ہوا تھا[۵۲]

تاریخ تقرر سعادت خان بصوبہ داری اودھ

نواب محمد امین یافت	تشریف اودھ بقدر افزون
گفتش ملک از سر بشارت	تشریف اودھ بود ہمایون

۵۱ دیکھو سیر المتاخرین و منتخب اللباب ۱۲

۵۲ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

ماہی مراتب بھی بخشا اور خلعت فاخرہ بھی دیا۔[ل]

سعادت خان برہان الملک کو صوبہ اکبرآباد کی حکومت اور خواص بادشاہی کی دارغگی ملنا

مرآت جہان نما مین محمد شفیع کہتا ہے کہ بادشاہ نے ۲ ربیع الاول ۱۱۳۲ ہجری کو انجمن خلوت مین سعادت خان کو اپنے خواصون کی دارغگی اور خلعت خاصہ بخشا اور اسی سنہ مین بادشاہ نے اُنکو اکبرآباد کا صوبہ دار کیا اور اُنکے بھتیجے نثار محمد خان کو نواب شیر جنگ خطاب دیا سعادت خان بادشاہ سے رخصت ہو کر صوبہ اکبرآباد مین داخل ہوے۔ سرکشون کی بیخ کنی مین بڑی کوشش کی تین چار قلعے جو متھرا کی طرف اور شاہ جہان آباد کی راہ پر تھے محاصرہ اور کشت وخون کے بعد دشمنون سے چھین لیے ان جنگون مین اُنکے ساتھ چار سو کے قریب آدمی مارے گئے اور دشمن بھی بہت سے مقتول اور مجروح ہوے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو برہان الملک کے لیے خلعت اور خنجر مرصع اور ایک فرمان اُنکی بہادری کی تعریف اور اپنی عنایت کے اظہار مین اُنکو بھیجا۔[ع]

مہاراجہ اجیت سنگھ والی جودھپور کے سپرد صوبہ اجمیر و احمد آباد بھی تھے ۱۱۳۳ ہجری مین ان صوبون کی بہت سی رعایا نے دہلی مین حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ راجہ نے اپنے ماتحت علاقے مین گاؤکشی بند کر دی ہے۔ بادشاہ نے دونون صوبے اُس سے نکال لیے حیدر قلی خان کو صوبہ گجرات دیا اور مظفر علی خان کے سپرد صوبہ اجمیر کیا اجیت سنگھ نے بغاوت پر کمر باندھی۔ بادشاہ نے اُسکو سزا دینا چاہا اور حیدر قلی خان کی تجویز سے

ل دیکھو سیر المتاخرین ۱۲ ع دیکھو مرآت جہان نما ۱۲

گھوڑوں میں سیف الدین علی خاں اور شجاعت اللہ خاں بادر ذوالفقار علی خاں اور عبداللہ خاں ترین وغیرہ سردار تھے اور بخشی فوج نے بھی ان مغروروں کا ساتھ دیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ عبداللہ خان ابھی ہاتھی سے اترا نہ تھا کہ سیف الدین علی خاں نے میدان چھوڑ دیا تھا راستے میں اس بھاگی ہوئی جماعت کو گنواروں نے بہت دق کیا اور بہت سے ہاتھی چھین لیے عبداللہ خاں قطب الملک کے ہاتھ پر تلوار کا زخم ہو چکا تھا اور پیشانی پر تیر لگا تھا اُسوقت حیدر قلی خاں تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے ہوے عبداللہ خاں کے سر پر پہونچ گیا عبداللہ خاں نے اپنی سیادت کو شفیع بناکر امان جان چاہی اور کہا کہ مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو جو اُنکی مرضی ہو وہ کریں۔ حیدر قلی خاں نے اُس کو قتل نہیں کیا اُسی طرح گرفتار کر کے شال سر پر باندھ دی۔ نجم الدین علی خاں مجروح بھی گرفتار ہوا اسکے تیرہ چودہ زخم آئے تھے انکو بادشاہ کے پاس لائے اُنھوں نے دونوں کو میر آتش کے سپرد کر دیا اور دوسرے سردار بھی گرفتار ہو کر آئے حامد خاں اور عبدالنبی خان اور دوسرے سردار بادشاہ کی اطاعت کے لیے فوج شاہی میں حاضر ہوگئے۔ عبداللہ خاں کے ہاتھی گھوڑے اور کارخانے اور خزانہ جو کچھ لٹنے سے بچا ضبطی میں آیا۔ سلطان ابراہیم بھی گرفتار ہوا۔ چونکہ اُسنے عبداللہ خاں کی شرکت مجبوری اختیار کی تھی اس لیے اُسکی جان بخشی ہوئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار اس واقعہ کی تاریخ ہے۔

سعادت خان میر محمد امین نے اس جنگ میں بڑی جوانمردی دکھائی تھی بادشاہ نے اس کے منصب میں اضافہ کیا اصل اور اضافہ ملاکر ہفت ہزاری منصب ذات پر پہونچا دیا اور سات ہزار سوار اور خطاب برہان الملک بہادر۔ بہادر جنگ عطا کیا[له] اور

[له] دیکھو آثر الامرا ۱۲

ایک ہزار کے قریب بیل اور اونٹ بار برداری کے جو جمنا کے کنارے ریت کے ٹیلے پر جمع تھے
پکڑ لیے اور لنگر خانے کا کچھ سامان اور صدارت کا دفتر بھی لوٹ لیا اور اس تاراجی کے بعد
عبداللہ خان کی کمک کے لیے چلا بادشاہ نے جو دور سے اُسکی جمعیت کو دیکھا تو اپنے ہاتھ سے
چار تیر اُسکی طرف پھینکے اعتمادالدولہ محمد امین خان اور ہادی خان داروغۂ بندوقہائے خاص
اُسکے مقابلے کو اِدھر سے گئے عبداللہ خان کے پہونچنے سے نجم الدین علی خان کی سپاہ قوی دل
ہوکر جمکر لڑنے لگی بادشاہ کی طرف سے صمصام الدولہ بھی نہایت دلیری کے ساتھ مقابلہ کر رہا تھا
اسپر بھی بادشاہی لشکر کے بہت سے آدمی گھبرا گئے اور صفوفین پر پریشانی پیدا ہونے لگی یہ حالت
دیکھ کر سعادت خان اور محمد خان بنگش اُنکی تقویت کے لیے متوجہ ہوے اور انھون نے
یہ ارادہ کیا کہ عبداللہ خان کی فوج کی کمرگاہ پر حملہ کیا جائے۔ عبداللہ خان نے اس ارادے پر
مطلع ہوکر اپنا ہاتھی حیدر قلی خان کے مقابل بڑھایا اِدھر سے بھی اُسکے حملے کا جواب ملنے لگا
اس موقع پر ابوالحسن خان بخشی سائر کا بھائی سید علی خان بخشی رسالہ زخمی ہوکر گرفتار ہوا
شیخ ہٹیلا جو سید عبداللہ خان کے توپخانے کا انتظام کر رہا تھا اُسپر طالع یار خان نے حملہ کر کے
قتل کر ڈالا راجپوت جو بادشاہی فوج مین تھے اُسکی لاش کو گھسیٹ کر بادشاہی لشکر مین لیگئے۔
حیدر قلی خان اور دوسرے جوانمرد ایسی پھرتی سے عبداللہ خان پر ٹوٹ پڑے کہ اُس کو
اظہار بہادری کا موقع ہی نہ ملا اس وقت عبداللہ خان کے ہمراہ دو تین ہزار سوار تھے
اور وہ ہاتھی پر بیٹھا تھا اُسنے یہ خیال کیا کہ اگر مین ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤن گا
تو سواران ہمراہی گھوڑون سے اُتر کر جانفشانی کرینگے چنانچہ وہ ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر
سوار ہوا سرداران ہمراہی نے جو اُسکے ہاتھی کو خالی دیکھا تو یہ سمجھے کہ شاید عبداللہ خان مارا گیا
یا یہ سمجھے کہ آخر کار شکست ہو گی۔ عبداللہ خان کو تنہا چھوڑ کر میدان سے بھاگنے لگے۔

سامنے میں جاکر بادشاہی لشکر پر ایسی آگ برسائی کہ طائر خیال کے پر جلنے لگے نامی بہادرون
کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگین حیدر قلی اور صمصام الدولہ یہ حال دیکھ کر نصرت خان
اور ثابت خاں کے ہراول پر آئے اور نجم الدین علیخاں کے مورچے مین توپوں کی ترفشانی سے
آگ لگا دی یہانتک کہ وہ مورچہ سیدوں کے ہاتھ سے نکل گیا جمعرات کا تمام دن یونہیں لڑائی میں
بسر ہوکر جمعہ کی صبح وقت تھوڑی رات گذری تو حیدر قلی خاں نے توپخانہ بڑھانیکی کوشش کی
گولے مارتے ہوے قدم بڑھایا جہان کھڑا تھا وہاں سے آہستہ آہستہ آگے کو بڑھا عبداللہ خان
کی فوج پر گولے برستے رہے اکثر ہمراہی مجروح و مقتول ہوے اور اسکے اکثر ساتھیوں نے بھاگنا
شروع کیا جنکو گنوارون نے لوٹ لیا پچھلی رات کو راجہ محکم سنگھ کی سواری کے ہاتھی کے گولہ لگا
محکم سنگھ گھوڑے پر سوار ہوکر رن سے اس طرح باہر نکل گیا کہ دیر تک اسکے مرے جیسے کی خبر
معلوم ہوئی ۱۴ محرم کو جمعہ کے دن عبداللہ خاں کے ساتھ ایک لاکھ سواروں میں سے صرف
پندرہ سولہ ہزار سوار باقی رہ گئے تھے جب سورج نکلا تو بادشاہ پسند ہاتھی پر محمد شاہ
سوار ہوے آٹھ نو پہر شب و روز بادشاہ بنفس نفیس میدان جنگ میں اپنے جان نثاروں
کے ساتھ موجود رہے بادشاہ نے یورش کا حکم دیا ادھر نجم الدین علیخان اور دوسرے سادات
بارہ نے جو نہایت دلیر تھے قدم جرأت آگے بڑھایا اور بادشاہی فوج پر ٹوٹ کر قیامت برپا کر دی
حیدر قلی خاں اور صمصام الدولہ نصرت یار خاں نے سیدون کا مقابلہ کیا دونوں طرف سے
تیر و تفنگ سے آگ برسنے لگی ہتھیاروں کے دل جلنے لگے ایسے وقت میں سعادت خاں دیکھیے
ہونیکے طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے نجم الدین علی خان بھی سخت مجروح ہوا عبداللہ خاں
اپنے بھائی پر وقت تنگ دیکھ کر باقی ماندہ دلاوروں کو ساتھ لیکر نجم الدین علی خان کی مدد کو
بڑھا چوراس جاٹ نے بادشاہی لشکر کے عقب میں پہونچکر بھیر پر حملہ کیا اور کئی آدمی مار ڈالے

ولد خواجہ عبد الرحیم کو محمد ابراہیم کی خواصی مین بٹھایا۔ اور نجم الدین علیخان وسیف الدین
علی خان وشجاعت اللہ خان وعبد النبی خان اور بہت سے سادات بارہ اور اپنے نوکر
افغانون کو لشکر کا ہراول کیا اور بخشی الملک سید صلابت خان بہادر وغازی الدین خان
بہادر غالب جنگ وشکر اللہ خان وقلیچ محمد خان ونعمت اللہ خان وبیرام خان وامیر خان
وحامد خان وحمید الدین خان کو پیش لشکر کی مدد کے لیے مقرر کیا اور شہامت خان
وفتح محمد خان وکمل خان وتہور علی خان بارہ وراجہ محکم سنگھ وعبد القادر خان وحفیظ اللہ
خان ومرید خان وخداداد خان وغیرہ اپنے مددگارون کو یمین ویسار مین کھڑا کیا اور
توپخانے کو ہراول کے آگے رکھا۔ بادشاہ کی طرف بھی مقابلے کی تیاری ہوئی اور جمعرات کو بادشاہ
مقابلے کے لیے سوار ہوے اعتماد الدولہ بہادر ظفر جنگ وزیر اعظم وقمر الدین خان بہادر
وسیف اللہ خان بہادر داروغہ گرزبرداران وامین الدین خان میر توزک ومعتمد الملک میر جملہ بہادر
وعزیز خان بہادر چغتہ کو بادشاہ نے اپنے پاس قلب مین کھڑا کیا۔ حیدر قلی خان ناصر جنگ
افسر توپخانہ ہراول مین متعین ہوا۔ امیر الامرا خان دوران بہادر صمصام الدولہ خاندوران بہادر
منصور جنگ کو میسرہ پر کھڑا کیا اور سید نُصرت خان وثابت خان عرف جعفر بارہ اور دوسرے
اُمرا اُن کی رفاقت کو مقرر ہوے اور محمد خان بنگش والی فرخ آباد دست راست پر متعین ہوا
اور بخشی الملک ظفر خان بہادر رستم جنگ وراجہ راج بہادر راٹھور وراجہ کلیان سنگھ بھدوریہ
عقب فوج کی حفاظت کے لیے مقرر ہوے۔ مرآت جہان نما۔ سیر المتاخرین اور منتخب اللباب سے
ثابت ہے کہ برہان الملک دست راست پر تھے اور مآثر الامرا مین لکھا ہے کہ وہ اُس وقت
میسرہ کی جانب تھے ابھی کسی قدر رات کا اندھیرا باقی تھا کہ لڑائی شروع ہوئی نجم الدین علیخان
برادر عبد اللہ خان نے دس بارہ ہزار سوار اور توپخانۂ آتش بار کے ساتھ گنجان درختون کے

سعادت خان کا چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ شریک ہو کر قطب الملک عبداللہ خان سے جنگ کرنا

عبداللہ خان اثنائے دلی سے یہ سوچا تھا کہ بھائی کی مسافری پہونچی اُسنے دلی میں رفیع القدر کے بڑے بیٹے ابراہیم کو جو مقید تھا ابوالفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم کے لقب سے بادشاہ بنایا اور اسکے نام کی منادی کرائی اور اُسکی طرف سے لوگوں کو مراتب عنایت کیے۔ اور ایسی فوج لیکر آگرے کی جانب روانہ ہوا جاٹوں کا سردار چورامن جس کو سید عبداللہ خان نے پانچہزار خان خطاب اور کچھ گانوں جاگیر میں دیے تھے راہ میں آکر اُس سے ملا۔ اور بہت سے ٹوٹے پھوٹے سید بھی اُس کے پاس آگئے جو بادشاہ کی اطاعت کے بعد اُس کو چھوڑ کر بھاگے تھے اور سعادت خاں برہان الملک کو بھی جو ہنڈون بیانہ کے فوجدار تھے ایک خط بھیجا کیونکہ اُن کی ترقی دولت کا باعث نواب عبداللہ خان کا دیا ہوا رتبہ چیدہ ہوا تھا لیکن انھوں نے بغور و تامل حقوق سلطانی اور اپنی دنیاوی نیک نامی کو مقدم سمجھا اور چودہ ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت سے ساتھ بادشاہ کے شریک رہے محمد شاہ کو اُن چار ہزار سواروں سے پہونچنے سے تازہ مدد پہونچی جنکو جے سنگھ راجہ نے انکی امداد و اعانت کے لیے تنہائی میں روانہ کیا تھا۔ محمد خاں بنگش بھی تین ہزار سپاہ کے ساتھ اور عزیز خاں روہیلہ اور رایہ بدخان میواتی چار ہزار سپاہ کے ساتھ بادشاہ کی مدد کو آگئے۔ نویں محرم ۱۱۳۳ ہجری کو بادشاہ کی فوج شاہ پورے سے گذر کر ٹھہری اور قطب الملک حسن پور میں بادشاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر آکر مقیم ہوا۔ روز پنجشنبہ ۱۳ محرم ۱۱۳۳ ہجری کو عبداللہ خان نے فوج آراستہ کی اور سلطان محمد ابراہیم کے ساتھ غول میں آپ کھڑا ہوا اور خواجہ عبدالغنی

اور غیرت خان سے گولہ باری شروع کی قمرالدین خان اور سعادت خان اُسکی مدد کو پہونچے
اور یہ بھی لڑنے لگے۔ اس عرصے مین امیرالامرا کا تمام لشکر لُٹ گیا اور غیرت خان بھی مارا گیا
اور سعادت خان غیرت خان کے لشکر کی لوٹ سے سرمایہ دار بن گئے[۱]۔
سیدون کا گروہ میدان سے بھاگ نکلا اور بہت سے سیدون نے فوج کے اُس
حصے سمیت جو کسی فریق کا ممد و معاون نہوا تھا بادشاہ کی اطاعت اختیار کی چونکہ سعادت خان نے
رفقاے حسین علی خان کی شورش کے دفع کرنے مین بڑی کوشش سے حملے کیے تھے اور
اُنکی بیخ کنی کی تھی اس جلدو مین اُن کا منصب پنجہزاری ذات تک پہونچ گیا
اس مین اصلی منصب اور اضافہ دونون شامل تھے اور پانچہزار سوار اور بہادری کا خطاب
اور علم اور نقارے سے ترقی پائی جیسا کہ مآثرالامرا اور تاریخ سلاطین متاخرین ہند مین ہے
لیکن محمد ہادی کامور خان نے تذکرۃ السلاطین چغتائی مین تین ہزار سوار لکھے ہین ـــ
محمد شاہ نے محمد امین خان چین بہادر کو اپنا وزیر بنایا اور صمصام الدولہ کو میر بخشی کیا
اور قمرالدین خان کو بخشی دوم کیا اور حیدر قلی خان کو ہفت ہزاری منصب اور شش ہزار سوار
دواسپہ دیکر دہلی کو کوچ کیا۔ محمد ہادی موسوم بہ کامور خان نے تذکرۃ السلاطین چغتائی مین
یون بیان کیا ہے کہ دہلی کے راستے مین جب بادشاہ کا مقام موضع گوپال پور کے
قریب ہو تو اس جگہ ۱۳ ذیحجہ ۱۱۳۲ہجری کو سعادت خان کو شش ہزاری منصب
اور پانچہزار سوار اور صوبہ اکبرآباد کی حکومت اور خلعت خاصہ اور اسپ و فیل اور علم و
نقارہ بادشاہ نے عطا کیا اور مرآت جہان نما سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۳۳ہجری مین یہ صوبہ
اُن کے تفویض ہوا تھا ـــ

---

[۱] دیکھو تنقیح الاخبار ۱۲

کی بدولت خفیہ خط و کتابت کا رشتہ کھلا اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ ایک گروہ قائم ہو گیا
جس میں میر محمد امین معروف بہ سعادت خاں ابن میر محمد نصیر کو دوسرا درجہ حاصل تھا
اگرچہ یہ سازش ہزاروں پردوں میں کی گئی مگر سیدوں کے دلوں پر بڑے بڑے خیال
گذرنے لگے چنانچہ آصف جاہ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے دکن کو جانے کا کام سیدوں پر آپڑا
تو انھوں نے بادشاہ کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ بات قرار دی کہ حسین علی خاں بادشاہ
اور بعض مشتبہ امیروں سمیت دکن کو روانہ ہو اور عبداللہ خان دلّی میں موجود رہے اور
بادشاہ کے مصادر و منابع کی نگرانی رکھے" دونوں بھائی بہت سے غور و خوض کے بعد کرنے
سے روانہ ہوئے چنانچہ حسین علی خاں نے دکن کو اور عبداللہ خاں نے دلی کو باگ اٹھائی
اور سازش کرنے والوں نے دونوں کی جدائی سے قیاس کیا کہ مراد پوری ہونے کا موقع
ہاتھ آیا چنانچہ حسین علی خاں کا قتل تجویز ہوا تاریخ سلاطین متاخرین ہند اور مآثر الامرا میں
لکھا ہے کہ جب نواح اکبرآباد میں محمد شاہ کا لشکر پہونچا تو میر محمد امین معروف بہ سعادت خاں
برہان الملک ہنڈون بیانے سے بھاری جمعیت کے ساتھ اپنے بعض مطالب کے سرانجام کی غرض
سے آکر شامل ہوئے۔ عماد السعادت میں انکی فوج کی تعداد چودہ ہزار پیادہ و سوار بتائی ہے
بادشاہ نے میر محمد امین کے اتنی سپاہ کے ساتھ آنے کو غنیمت جانا۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے
کہ نواب حیدر قلی خان میر آتش (افسر توپخانہ) نے بادشاہ سے انکی بہت تعریف کی بادشاہ تو
ایسے جرار شخص کے دل سے خواہاں تھے کہ وہ سادات بارہ کا استیصال کرے نواب
حیدر قلی خاں نے اپنی فرزندی کے ساتھ میر محمد امین کو عزت بخشی اور بادشاہ نے
حیدر قلی خاں کی سفارش سے انکو سعادت خاں بہادر کا خطاب دیا اور انکے بڑے بھائی
جن کا انتقال ۱۱۴۲ ہجری میں ہوا سیادت خاں کا خطاب عطا کیا اور مآثر الامرا میں لکھا

بیٹے کو رفیع الدرجات کے خطاب سے تخت نشین کیا مگر یہ بادشاہ سل کی بیماری سے تین مہینے
کے بعد مر گیا تب اُسکے بڑے بھائی کو رفیع الدولہ محمد شاہ جہان ثانی کے خطاب سے
سنہ مذکور مین تخت پر بٹھایا۔ مگر اُسکی عمر نے وفا نہ کی چنانچہ وہ بھی تین مہینے سے کم عرصے
مین جہان فانی سے گذرا۔ اگرچہ اُسکے مرنے سے سیدون کو تھوڑا بہت تردد لاحق ہوا مگر
بعد اُسکے ایک نہایت قوی آدمی کو جانشین اُس کا کیا۔ یہ جوان آدمی روشن اختر ولد
جہان شاہ ابن شاہ عالم بہادر شاہ تھا جس کا حال اپنی پہلی حالت مین عام لوگون
کی حالت سے بہتر نہ تھا یعنی وہ کسی زیور کمال سے آراستہ نہ تھا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۱ ہجری
مطابق ماہ ستمبر ۱۷۱۹ء مین یہ شہزادہ محمد شاہ کے خطاب سے تخت پر بیٹھا۔ ؎

روشن اختر بود اکنون ماہ شد   یوسف از زندان برآمد شاہ شد ۱۱۳۱ھ

محمد شاہ نے اپنی مان کے سکھانے پڑھانے سے سیدون سے علانیہ بگاڑ نہ کیا نہایت
حزم و احتیاط اس معاملے مین برتتے تھے اور بڑے صبر اور تحمل سے ایسی صورتون کے منتظر
تھے جو اُنکے استحقاق حکومت کے ممد و معاون اور دعوے سلطنت کے موافق اور مناسب
ہون اور نہایت مخفی طور پر ایسی باتون کو سوچتے تھے جنکے ذریعہ سے اُنکو جلد آزادی حاصل ہو
اور اس بڑے خوفناک ارادے مین صلاح کار اُنکا وہ اعتماد الدولہ محمد امین خان چین بہادر تھا
جس نے فرخ سیر سے جب کنارہ کیا تھا کہ اُنکو زبان کا کچّا اور خاص اپنے معاملے مین پیٹ کا ہلکا
پایا تھا۔ اگرچہ سیدون کے زور د قوت اور غرور و نخوت سے محمد امین خان کمال متنفر تھا مگر کام ناکام
اُن سے زمانہ سازی کی راہ سے موافقت پیدا کی تھی۔ محمد امین خان محمد شاہ سے ترکی زبان مین
بات چیت کرتا تھا۔ اگرچہ سیدون کے رشتہ دار اور آوردے بادشاہ کو گھیرے رہتے تھے
مگر بات چیت اُنکی چلی جاتی تھی اور جبکہ اُنکے آپس مین اشارے کنائے ہونے لگے تو اُس

اور اُسے اپنی سرکار میں میر مرسل کا عہدہ دیا ایک بار نواب کے خیمہ ایک نیچی زمین میں کھڑے
ہو گئے تھے سب کو بارش ہوئی۔ نواب کے رہنے کے تمام خیمے میں پانی بھر گیا نواب بہت بیچین رہا
اور رات کو بیٹھا رہا صبح کو میر محمد امین کو اپنے سامنے بلا کر نواب امیر خفا ہوا اور کہا کہ تمھارے
دماغ سے بوے ہفت ہزاری پائی جاتی ہے اپنے فرض منصبی کی کم پروا کرتے ہو۔ میر محمد امین کو
یہ لفظ ناگوار گذرے اور انکی نوکری سے استعفا دیدیا۔ دوسرے دن سربلند خاں نے میر محمد امین کو
بلا کر معذرت کی مگر اُنھوں نے نہ مانا اور دتی چلے آئے اور شاہزادوں کی جاگیر کا ٹھیکہ لیا۔
جو محصل اس صیغۂ مستاجری سے حاصل ہوتا اُس میں سے بھی چہارم حصہ بطور رسوم شاہزادوں کو
دیا کرتے تھے جب انکی دیانت اور امانت اور کارگذاری کی شہرت ہوئی تو شاہزادوں کے ذریعہ
سے بادشاہ کی حضوری تک نوبت پہونچی منتخب اللباب اور مآثر الامرا میں مذکور ہے کہ میر محمد امین کو
ابتدا میں منصب ہزاری ملا اور فرخ سیر کے رفقا میں داخل ہوے مرآت ولایت میں لکھا ہے
کہ ایسا منصب والا شاہی کہلاتا ہے جو پادشاہزادگی کے دونیں زمانہ سلطنت و سریر آرائی سے
قبل کسی کو دیا جائے۔ فرخ سیر نے بھی ایسی ہی حالت میں میر محمد امین کو ہزاری منصب دیا تھا۔
جب فرخ سیر ولد عظیم الشان بن شاہ عالم بہادر شاہ ۱۱۲۴ ہجری میں تخت نشین ہوے
تو محمد جعفر المخاطب بہ تقرب خاں خانساماں کو بتدائے جلوس فرخ سیری میں کروڑگیری[۱] کی
خدمت بھی مفوض ہوئی تو اُسکی نیابت میں میر محمد امین مقرر ہوے محمد امین نے رائے رتن چند
دیوان اعظم قطب الملک عبداللہ خاں سے محبت اور دوستی پیدا کرلی اُسے ۱۱۲۸ ہجری میں
ہنڈون بیانہ متعلق صوبہ اکبرآباد کی فوجداری کی سند دلادی اس علاقے کی آمدنی اٹھارہ لاکھ
روپے سالانہ تھی محمد امین نے اس علاقے کا بڑی عمدگی سے انتظام کیا مفسدوں کو خوب

[۱] کروڑگیری محاصلات برمٹ۔ سائرڈاں ۱۲

کی طرف روانہ ہوے عظیم آباد پہونچے تو معلوم ہوا کہ اُنکے والد مر گئے ہین۔ بعض یہ کہتے ہین
کہ میر محمد امین نے نیشا پور مین کچھ ٹھیکہ لیا تھا خسارہ ہوا مرزا یوسف کی مان نے جو میر محمد امین
کی بہن ہوتی تھی اپنا زیور فروخت کر کے اُس روپے کو ادا کر دیا۔ میر محمد امین اس خجالت
اور غیرت کی وجہ سے ہندوستان مین چلے آئے شاہ عالم بہادر شاہ بن عالمگیر بن شاہجہان بن جہانگیر
بن اکبر بن ہمایون بن بابر کا عہد تھا۔[لہ] بہر صورت میر محمد امین اور میر محمد باقر عظیم آباد سے دہلی کو
چلے گئے۔ بعض یہ کہتے ہین کہ میر محمد امین کے ہندوستان مین آجانے اور صاحب منصب و مرتبہ
ہوجانے کے بعد میر محمد باقر ہندوستان کو آئے اور راہ مین قندھار کے قریب اپنا نکاح کیا
اُس زوجہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام نثار محمد خان رکھا جب ہندوستان مین پہونچے
تو فرخ سیر کی ملازمت حاصل کی اور سیادت خان خطاب ملا اور نثار محمد کو محمد شاہ نے خطاب
نواب شیر جنگ دیا تھا۔ میر محمد امین المخاطب بہ سعادت خان برہان الملک کے ایک بیٹا اور
پانچ بیٹیان ہوئین جنکی تفصیل اُنکی سوانح عمری کے آخر مین کی جائیگی۔

میر محمد امین کا دہلی پہونچکر شاہزادون کی جاگیرونکا اجارہ لینا اور معاملہ ایسی خوش دہندی سے رکھنا کہ جسکی وجہ سے رفتہ رفتہ بادشاہی منصب دار ہو جانا اور ہنڈون بیانہ کی فوجداری پانا اور صوبہ دار اکبر آباد کی بیٹی کے ساتھ عقد نکاح کرنا۔

میر محمد امین نے دہلی مین پہونچکر ایک عمدہ حاکم کی رفاقت اختیار کی اور بعض جگہون کی حکومت
بھی اُسکی وجہ سے پائی۔ تھوڑے دنون کے بعد نواب سربلند خان صوبہ دار گجرات سے تعارف ہوگیا

لہ دیکھو عماد السعادت و وزیر نامہ ۱۲

دونوں شادیاں ہوگئیں جعفر خاں بیگ کے نطفے سے دو بیٹے اس لڑکی کے پیدا ہوے۔ بڑے بیٹے کا نام مرزا محسن اور چھوٹے کا نام مرزا مقیم تھا۔ یہی مرزا مقیم دہلی میں نواب المنصور خان صفدر جنگ کے خطاب سے وزیر اعظم ہوے اور شجاع الدولہ کے باپ ہیں انھیں سے سلسلۂ سیادت و ترکان قرا قویلو باہم ملکر گویا قران السعدین ہوا جنھوں نے اودھ میں سنگ بنیاد قرا قویلو نصب کیا میر محمد نصیر نے چھوٹی بیٹی کو اپنے بھتیجے میر محمد شاہ میر پسر میر محمد یوسف کے ساتھ منعقد کیا اس لڑکی کے میر محمد شاہ میر سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوے بڑے بیٹے کا نام مرزا محمد یوسف اور چھوٹے کا نصیر الدین حیدر خان بیگ ہوا۔ اور میر نصیر نے اپنے چھوٹے بیٹے میر محمد امین کی شادی اپنے بھائی میر محمد یوسف کی بیٹی کے ساتھ کی۔ میر محمد یوسف کے املاک بہت تھی اس وجہ سے میر محمد امین کو خانہ داماد کیا۔ یہی میر محمد امین ہیں جو آیندہ برہان الملک نواب سعادت خان کا خطاب پائینگے۔

گور سہائے نے تاریخ اودھ میں لکھا ہے کہ ۱۰۸۱ھ ہجری عہد بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر میں میر محمد نصیر نے ہندوستان کا قصد کیا انکے بڑے بیٹے میر محمد باقر ہمراہ تھے۔ یہ سفر جہاز کی سواری میں کیا۔ بنگلے میں جہاز ہونچا میر محمد نصیر نے عظیم آباد میں سکونت اختیار کی شجاع الدولہ ناظم بنگالہ انکی خبر اور پرورش رکھنے لگا۔ میر محمد نصیر کے بیٹے محمد باقر کا اس عرصے میں ازدواج ہوا (یہ دوسرا نکاح ہے کیونکہ پہلے انکا عقد وطن میں ہوچکا ہے) اور انکے ایک بیٹا پیدا ہوا جو لیے بچا نواب برہان الملک کے عہد حکومت دایالت میں شیر جنگ کے خطاب سے مشہور ہوا اور محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ کی طرف سے کشمیر کا صوبہ دار تھا تھوڑے دنوں کے بعد میر محمد نصیر فوت ہوگئے۔ میر محمد امین انکے بیٹے جو ابھی تک وطن میں تھے انکو ایک دن بیوی نے کسی بات پر طعنہ دیا۔ صاحب عبرت تھے ۱۱۲۰ھ ہجری میں وطن کو چھوڑکر ہندوستان

سارا لشکر پیچھے ہوتا تھا - اتفاقاً ایک دن جنگل مین بادشاہ کی سواری چلی جاتی تھی ایک شیر نے
نکل کر بادشاہ پر حملہ کیا اور گھوڑے سے گرا دیا - میر محمد یوسف گھوڑا دوڑا کے کود پڑے اور شیر کو
پیش قبض سے مار ڈالا - بادشاہ چونکہ زرہ پہنے ہوے تھا اسواسطے کوئی صدمہ نہ پہونچا بادشاہ
نے ایسے کارنمایان کے صلے مین چاہا کہ اُنھین اپنا وزیر کرین میر محمد یوسف نے عرض کیا کہ مین
سید ہون مجھ سے سیاست نہو سکے گی اور بدون اسکے انتظام سلطنت غیر ممکن ہے اسلیے مین اس
عہدے سے معافی چاہتا ہون مگر میری یہ آرزو ہے کہ میر محمد نصیر میرا بھائی ابھی تک کتخدا نہین ہوا
ہے اُسکا بیاہ رضا قلی بیگ وزیر کی بیٹی سے کرا دیا جائے وزیر قوم قزلباش سے تھا بادشاہ
نے وزیر سے فرمایا کہ میر محمد نصیر میرا بیٹا ہے اُسکو مین نے تیری بیٹی سے کتخدا کیا تاکہ ہمارے اور
تیرے درمیان قرابت قائم ہو جائے - وزیر نے اس شرط سے اس رشتہ داری کو قبول کیا کہ اگر
اُسکے بیٹی پیدا ہو تو وہ میری قوم کے آدمی سے منسوب ہو اور یہ رسم ہمیشہ قائم رہے بادشاہ
نے قبول کیا اور میر محمد یوسف کو نیشاپور مین بہت سی جاگیر عطا کی - میر محمد نصیر سے دو بیٹے اور
دو بیٹیان پیدا ہوئین[۱] - بڑے بیٹے کا نام میر باقر چھوٹے کا نام میر محمد امین تھا میر محمد امین
اپنی ایک بہن سے عمر مین بڑے اور ایک بہن سے چھوٹے تھے - جب میر محمد نصیر کی اولاد جوان
ہوئی اُنکی بی بی نے اپنے شوہر سے کہا کہ محمد قلی خان بیگ میری مان کا بھتیجا نسل بادشاہان
ترکمان یعنی مرزا قرا یوسف سے ہے اُسکے بڑے بیٹے جعفر خان بیگ کے ساتھ اپنی بڑی بیٹی کی
شادی کر دو اور اپنے اُس وعدے کو وفا کرو جو میرے والد سے کیا تھا اُس نے جواب دیا کہ مین
اس شرط سے اپنی بیٹی جعفر خان بیگ خلف محمد قلی خان بیگ کو دیسکتا ہون کہ محمد قلی خان بیگ
اپنی بیٹی میرے بیٹے میر محمد باقر سے منسوب کرے محمد قلی خان بیگ نے یہ شرط منظور کر لی اور

---

[۱] دیکھو عماد السعادت و وزیر نامہ ۱۲

بن سید محمد۔ بن سید یحییٰ۔ بن سید غیاث الدین محمد۔ بن سید محمد ثانیؒ۔ بن سید موسیٰ۔ بن سید قاسم۔ بن سید علی ثانی۔ بن سید جعفر بن سید حسین المقدمؒ۔ بن سید عبدالحی۔ بن سید عمر بن سید ارقم۔ بن سید عبدالقادر۔ بن سید تاج الدین۔ بن سید فخرالدینؒ۔ بن سید زیدؒ بن موسیٰ کاظم علیہ السلام (۲۷)

برہان الملک کے خاندان کا حال اور اُن کے ہندوستان میں آنیکا بیان

قاضی سید شمس الدین نیشاپور میں رہتے تھے صاحب علم تھے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے انھیں بلا کر قاضی القضاۃ بنایا اور نیشاپور میں بہت سی جاگیر عطا کی۔ سید شمس الدین کے کئی بیٹے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام سید محمد جعفر تھا۔ محمد جعفر کے دو بیٹے تھے ایک سید محمد امین دوسرے سید محمد۔ سید محمد امین کے ایک بی بی سے دو بیٹے تھے میر محمد نصیر اور میر محمد یوسف جیسا کہ عماد السعادت میں مذکور ہے اور تاریخ اودھ معروف بہ قیصر التواریخ کی پہلی جلد میں میر محمد نصیر اور میر محمد یوسف کو چچازاد بھائی بتایا ہے۔ سولھویں صدی عیسوی کے اواخر میں یہ دونوں چچازاد بھائی شاہ عباس ثانی بادشاہ ایران کی ملازمت میں تھے۔ بادشاہان ایران کا قاعدہ تھا کہ سفر اور شکار میں اُمرا و ارکان دولت سواری کے آگے آگے چلتے تھے اور

له نسخہ شاہنامہ و وزیر نامہ میں یہ نام ہے اور قیصر التواریخ میں ۱۲ ۲ه وزیر ملے اور عماد السعادت و نسخہ شاہیہ میں نامی ملی ہے۔ قیصر التواریخ میں حسن المخدوم لکھا ہے ۱۲ ۳ه موافق نسخہ وزیر نامہ اور قیصر التواریخ و نسخہ شاہیہ میں بھی الله ہے ۱۲ ۴ه موافق نسخہ وزیر نامہ اور قیصر التواریخ میں لعل شاہ یا شہید لکھا ہے اور فخرالدین بادشاہ میں ایک کا واسطہ ہے ۱۲

مجموعۂ قلمی مجتہد العصر کے گھرلُٹنے کا۔ مثنوی دُرِّ منظوم۔ وزیر نامہ مخلص التواریخ مولفۂ فرزند علی۔ ملخص تاریخ اودھ مولفہ ہت پرشاد متوطن آگرہ۔ نادر العصر۔ محاربہ غدر مولفۂ منشی میڈی لال۔ تذکرۂ حکومتہ المسلمین۔ افضل التواریخ مولفہ رام سہلے۔ تاریخ ہندوستان مولفۂ الفنسٹن صاحب۔ تمدن ہند مترجمۂ سید علی بلگرامی۔ کشف الاستار شاہ حمزہ صاحب۔ تاریخ مالوہ سید کریم علی جامع التواریخ۔ تاریخ فرخ آباد مولفۂ آردن صاحب۔ وقائع راجپوتانہ روہیلکھنڈ گزیٹیر آثار الصنادید قیصر التواریخ۔ شاہجہان نامہ۔ جلد دوم عہد نامجات۔ تاریخ ہند مولفہ ذکاءاللہ صاحب۔ جارج نامہ خیابان حسن۔ بوستان اودھ مولفہ راجہ درگا پرشاد صاحب بہادر۔ ہلٹن کی تاریخ۔ انتخاب یادگار۔ لیتھبرج کی تاریخ۔ ہنٹر صاحب کی تاریخ۔ طلسم ہند۔ مثنوی معظم۔ آبحیات۔ ٹاڈ صاحب کی تاریخ رجستان۔ تالیفات واجد علی شاہ۔ حبیب السیر۔ روضتہ الصفا۔ طبقات الشعرا۔ حسین شاہی۔ مل کی تاریخ۔ تاریخ ہندستان جیمس گرینٹ۔ مرات التاریخ۔ تاریخ بھوپال۔ سیر المحتشم۔ انڈین میوزیم مین رکھے ہوے سکھون کی فہرست۔ کلیات سودا۔ کلیات ناسخ۔ ریاض الشعرا۔ آئین اکبری۔ تاریخ اجودھیا مؤلف راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقدار و رئیس اعظم سندیلہ ضلع ہردوئی متخلص بہ مہر۔ تاریخ فیض آباد مؤلفہ مسٹر بی کارنیگی ڈپٹی کمشنر فیض آباد۔ شرالف عثمانی۔ بتصرة الناظرین۔ تحفۂ راجستان نقش سلیمان واقعات دُرّانی۔ تاریخ آصفی مُولفۂ ابو طالب بن محمد۔ جنگنامۂ نواب غلام محمد خان منظوم اُردو مؤلفۂ تسلیم۔ تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانۂ جاوید۔ ٥

برہان الملک نواب سعادت خان کا نسب نامہ

میر محمد امین۔ بن میر محمد نصیر۔ بن میر محمد امین۔ بن میر محمد جعفر۔ بن قاضی میر شمس الدین شہید نجفی بن سید محمد۔ بن سید غیاث الدین محمد۔ بن سید علی[له]۔ بن سید سراج الدین علی۔ بن سید اسحاق

له یہ نام قیصر التواریخ کی پہلی جلد مین نہین وزیر نامہ و تحفۂ شاہیہ مین ہے ۱۲

تنقیح الاخبار ی آثار الادوار مولفہ رائے مولال فلسفی متوفی درسنہ ۱۲۴۰ ہجری اس کا انتخاب راجہ کندن لال تخلص بہ اشکی بن رائے مولال مؤلف تنقیح الاخبار نے کیا ہے تاریخ احوال سلاطین متاخرین ہند۔ مرآت جہان نما مولفہ محمد شفیع۔ سیر المتاخرین ہمایوں کشائے نادری دُرّۂ نادرہ۔ عالم شاہی اس میں بابر کے عہد سے ۱۱۹۰ ہجری تک کے حالات کہ شاہ عالم ثانی کا عہد تھا جمع کیے ہیں۔ شاہ عالم نامہ۔ وقائع عالم شاہی سلطان الحکایات مولفہ لالجی ولد منشی سیتل پرشاد ابن شیو کمار ساکن کڑا۔ یہ مرآت الاوضاع کا دوسرا حصہ ہے آثار مختصر کتاب ہفت اقلیم مساکن فلسفی۔ شاہ نواز خانی۔ تاریخ مظفری آئین اکبری۔ عبرت نامہ۔ جام جہان نما مولفہ مولوی قدرت اللہ شوق۔ تحریر القلوب۔ گیان پرکاش۔ مرآت آفتاب نما۔ دریائے لطافت تکملۂ ذکر ملوک۔ مسیر طالبی۔ شرح بخش مولفہ شیو پرشاد رامپوری۔ فرح بخش مولفہ محمد فیض بخش ساکن کاکوری۔ سفر نامۂ سنگر ہادا اسدرام مخلص چار گلشن محمد شاہی۔ مفتاح التواریخ۔ مرآت احمدی گلستان رحمت۔ گل رحمت۔ منتخب العلوم تاریخ فرخ آباد مولفہ سید ولی اللہ باشندۂ فیض بخش۔ تاریخ اودھ مولفہ ٹکور سہائے ولد لالہ بلی پرشاد اس نیا بالکا قانون گوئے شاہ آباد ضلع ہردوئی جسکو ۱۲۴۴ ہجری میں غازی الدین حیدر کے جلوس تک لکھا ہے۔ مختشم خانی۔ آصف نامہ۔ سوانح محمد عباس علیخان۔ وقائع دلپذیر جو منّاجان کے حالات میں ہے صبح صادق۔ تذکرۃ السلاطین چغتائی مولفہ محمد ہادی کامور خان حبیب السیر روضۃ الصفا۔ تاریخ تیموریہ۔ مکتوبات قلمی کا مجموعہ جس میں شجاع الدولہ و صفدر جنگ و حافظ رحمت خان وغیرہ کے خطوط ہیں یہ مجموعہ کھر توپرسے ہاتھ آیا ہے تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ از قاسم علی بن مرزا محمد بن مرزا جعفر بن مرزا محمد امین ہمدانی۔ بیان الواقع مولفہ عبد الکریم کشمیری بن یعقوب بن خواجہ ملاقی بن خواجہ محمد رضا سیر کریمی تاریخ کھادبھنگو تصنیف علی ابراہیم خان۔

حاصل ہو ملک خیر و برکت کا قدم ڈالے اور اہل اودھ ترقی و عروج پائین جسکی بنا پر بربادی
و تباہی سلطنت کے آثار پیدا ہوے - ہم یہ بات یون ہی بے سوچ سمجھے نہین کہتے بلکہ اس پر
سیکڑون دلائل موجود ہین - یہ واقعات والیان ملک کی خاص توجہ کے قابل ہین کیونکہ
وہ اس کسوٹی پر اپنے موجودہ ماتحت کارکنون کی عقیدت مندی و خود مطلبی کو کسکر آخر نتیجہ
نیک و بد کو بخوبی معلوم کر سکینگے -

ہم سمجھتے ہین کہ انگریز خود ہر ایک ایسے لکھنؤ کے اہلکار کی حقارت کرتے تھے جو انکی خاطر سے
یا اپنے ذاتی اغراض کی وجہ سے سلطنت مین ضعف پیدا ہونے کے سامان مہیا کرتا تھا کیونکہ اگرچہ
وہ پسند کرتے ہین کہ لوگ انکے لیے اپنے وطنون کی نمک حرامی کرین مگر وہ نمک حرامون کو پیار
نہین کرتے اور گو وہ مقابل اٹھ کھڑے ہونے والون اور اپنے ملک کی مدافعت کرنے والون سے
نفرت کرتے ہین مگر اس مین شک نہین کہ وہ محبان وطن کو خواہ وہ کہان ہی کیون نہ ہون
تعظیم اور اعزاز کی نگاہ سے دیکھتے ہین -

اب مین اس مطلب کو ختم کر کے یہ ہدیہ محقر یعنی کتاب تاریخ اودھ اہل ملک کی نذر کرتا ہون
خدا کرے کہ خلعت قبولیت عام سے ممتاز ہو -

ملتمسہ محمد نجم الغنی خان ساکن رامپور ملک روہیلکھنڈ بن مولوی محمد عبد الغنی خان بن مولوی عبد العلی خان
بن مولوی عبد الرحمن خان بن مولانا حاجی محمد سعید صاحب محدث شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

نام اُن کتابون کا جن سے اس تاریخ کی تالیف مین مدد لی گئی ہے

عماد السعادۃ - خزانۂ عامرہ - منتخب اللباب - مرآت واردات محمد شفیع - مآثر الامرا - جلد دوم

عبرت دلاتا ہے تاکہ وہ متنبہ ہو کر اپنی ماتحت و محکوم رعایا کی حالت کے ہر طرح پر انصاف کے ساتھ حکمران رہ کر لطف زندگی و سلطنت اٹھائیں اور خواص و عوام کو اپنے عدل کا معترف بنائیں اور اہل ملک جو بحیثیت انسانی بلا خیال مذہب و ملت میرے بھائی ہیں میری اس ناچیز تحریر کے ذریعہ آرام و آسایش پا کر مجکو میری محنت و جانفشانی کی داد دیں اور دنیائے فانی میں میرے بعد علم دوست اصحاب میں یادگار کا وسیلہ ہو ؎

غرض نقشیست کز ما یادماند   کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت   کند درحق این مسکیں دعائے

جس قوم میں سلسلۂ تاریخ نہیں ہے وہ ہرچند اپنے منھ میاں مٹھو بنے لیکن وہ اپنے اسلاف کا کوئی کارنامہ پبلک کے مواجہہ میں پیش نہیں کر سکتی جو اسکی اصلی عزت و واقعی افتخار کا ذریعہ ہو فن تاریخ نے انسان کی محدود زندگی کو اس استحکام کے ساتھ غیر محدود و وسیع کر دیا ہے جس کا بیان امکاں سے باہر ہے بیشتر قصہ اور کہانیاں ہر ملک میں نام نام شاہاں مقتدر کی نسبت منسوب ہو کر شہرت پذیر ہیں لیکن انکی سچائی کا معیار یہی تاریخ ہے۔ اگر تاریخی صفحات میں اُن کا پتہ ہے تو واقعی اور اصلی ہیں نہیں تو بوستان خیال اور طلسم ہوشربا کے مرتبے سے زیادہ انکا اعتبار نہیں ہے۔

میری اس جانفشانی کا سب سے زیادہ ثمرہ اس کتاب کے صفحوں میں ناظرین کو بعض شاہاں اودھ کی شاعری کی وساطت سے ملیگا جو اپنے عہد حکومت و زندگی میں انھوں نے خود تصنیف فرما کر واقعات واقعی یا نصیحت کا اظہار کیا ہے۔

نیز اس کتاب کو طبقۂ وزرا کی نمک حرامی یا نمک حلالی کا بھی ایک مرقع نظر آئیگا جھوں نے وہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اُس سے پایا جاتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ سلطنت اودھ کو قوت

خاتمہ ہوگیا اور قزاقون - مرہٹون اور پنڈارون کے ہاتھون خلقِ خدا مبتلاے عذاب ہوگئی - ہر شخص کو اپنی مدافعت کے لیے اپنے زورِ بازو پہ بھروسہ کرنا پڑا - یورپین تجار کا بھی یہی حال ہوا - چارناچار اُنھین اپنے بچاؤ کے لیے اپنی فوجی قوت کو بڑھانا پڑا - ماسواے ازین یہ بات صاف ظاہر ہوگئی کہ ہندوستان اسوقت بغیر کسی مرکزی حکومت کے ہے سلاطینِ مغلیہ محض نام ہی نام کے شہنشاہ ہین اور باشندگانِ ہند مین اتحاد اور حب الوطنی کی بو تک نہین پائی جاتی ہر شخص اپنے ذاتی نمود و ترقی کا خواہان ہے - یورپین مبصرین فوراً تاڑ گئے کہ اسوقت اگر ہندوستان پر قبضہ کرنیکی کوشش کیگئی تو اس سونے کی چڑیا کو اسیر کرنا بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہین رکھتا -

باقی رہے والیان اودھ یہ اگر انسانیت اور قابلیت کے ساتھ رہتے تو ان کو آج اُسی طرح انگریز باقی رکھتے جس طرح اور زبردست اور وسیع ریاستین موجود ہین اور اول سے آخر تک انگریزون نے اُنکے ساتھ کوئی مہربانی کا دقیقہ باقی نہین چھوڑا ہے - اس ریاست کا انقلاب معلوم کرنے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ والیان اودھ کی پرائیویٹ زندگی اور پنج کی سالم تصویرین دیکھی جائین - آسایش - غفلت - تعصب - عیش - کاہلی ضعفِ عقل - پست ہمتی - کم حوصلگی - بزدلی - وعدہ خلافی - داد و ہش مین بے سلیقگی یعنی سخاوت کی جگہ کفایت اور کفایت کی جگہ سخاوت - خودغرضی - لالچ - غیر مستقل مزاجی - بے موقع اولوالعزمی نفس پرستی اور دوسری طفلانہ حرکات ریاست و حکومت و دولت و عظمت کو کھونے والے ہین

مین نے اس تاریخ مین جس قدر جانکاہی اور مسلسل کوشش عرقریزی کے ساتھ کی ہے اُسکے واقعی حالات کا اندازہ وہی علم دوست اصحاب کر سکتے ہین جنکو تالیف و تصنیف کی دشوار گذار گھاٹیون مین سعی مردانہ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا ہے - اس تالیف سے میرا مقصود والیان اودھ کی عیب جوئی نہین ہے بلکہ بخیال ہمدردی موجودہ طبقۂ رؤسا کو

پٹھان ہندوستان سے نکال دیے کے قابل تھے انکے ردیکا ہی سلوک کے مستحق مغل بھی تھے
دوسرے ہندوؤں کے دوست سانے میں بھی ایک ایسا وتیرہ اختیار کیا جس سے اس قوم
کے صفحۂ دلیر آج تک تاریخی داغ باقی ہے وہ یہ کہ بڑے بڑے باحمیت راجپوتوں سے بیٹیاں
مانگیں یہ کوئی تھوڑی دل آزاری کی بات تھی جس قوم کو بیٹی کے معاملے میں اتنی غیرت ہو
کہ وہ اُسکے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کو بہتر جانتی ہو وہ مسلمان کو ایسی بیٹیاں دے
مگر اُس وقت مجبور تھی اس لیے ترکی بترکی جواب نہ دے سکتی تھی عالمگیر نے گرتی ہوئی قیمت کو
اُبھارنا چاہا مگر بھاری غلطی یہ کر گیا کہ دکن میں جو مسلمانوں کی زبردست ریاستیں قائم تھیں اور
اُدھر کے باغی ہندوؤں کا سر دابے ہوے تھیں اُس نے یہ تمام ریاستیں جڑ سے اکھیڑ کر پھینکدیا
اس لیے اُن کا سیلاب بغاوت دہلی کی شہر پناہ کی چار دیواری تک پہونچنے لگا۔

یہ جو کچھ تم نے سُنا وہ ہے ایک یورپین صاحب کی رائے سے جو بی اے تھے اُنھوں نے اپنے خیالات کو
بڑی تفصیل کے ساتھ ایک اخبار میں چھپوایا تھا انکی تحریر کا ماحصل یہی ہے جو میں نے اپنی یاد پر
لکھا لیکن میرا قیاس اکبری زمانے کی کتب تواریخ کی چھان بین کے بعد یہ قائم ہوا ہے کہ اُس نے
استبدادی حکومت کو مٹا کر اخلاقی بنانا چاہا تھا جسکا راز اُسکے جانشینوں کی سمجھ میں نہ آیا
یا اُنھوں نے سمجھ کر اُس حکمت عملی کو ترک کیا اور پھر ساتھ ہی اسکے سپاہیانہ جوش اُنمیں باقی نہیں
اسلیے حکومت مغلیہ میں زوال آگیا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت کے آخری ایام میں دولت مغلیہ کی وہی حالت ہوگئی تھی
جو لوئی چہارم دہم کے آخری دنوں میں سلطنت فرانس کی تھی۔ طویل جنگوں۔ مذہبی تعصب۔ بادشاہ
کی سرد مہری اور مشکوک مزاجی اور فتوحات کے مرض نے اور اِن سے زیادہ مغلوں کے باہمی عناد
اور عیش پسندی و آرام طلبی نے سلطنت کی بنیاد ہلا دی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں امن وامان کا

مغلیہ سلطنت کی اول اکبر اعظم[۵] نے چولین ہلائین کہ اُس نے جوانمرد پٹھانون کے ریخ سے ہندوؤن کو بڑے بڑے عہدے دیے اور اُن کو اپنی فوجون کا افسر بناکر مسلمانون پر بھیجا کہ جن کے مقابلے کا وہ خواب وخیال مین بھی ارادہ نہین کرسکتے تھے اِس طرح ہندوؤن کی ہمّت بڑھ گئی۔ اور ٹوڈرمل جیسے کھتری بچے کو کہ جس کے باپ دادا کے ہاتھون کو ترازو کے سوا تلوار کو مس کرنے کی کبھی نوبت بھی نہ پہونچی ہوگی سپہ سالار بناکر بھُس کے تنکے سے سوئی کا کام لینا چاہا تھا۔

برسراقتدار اسلامی پارٹی کو نیچا دکھلانے اور ہندوؤن کو معراج ترقی پر پہونچانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ کی بربادی کی تخم ریزی ہوکر بتدریج ہندوؤن کے ہاتھ سے زوال کا مُنھ دیکھنے لگی جس کی عالمگیر جیسے فتاح اور اولوالعزم شہنشاہ سے بھی خاطرخواہ تلافی نہوسکی۔ یہ بات اکبر کے ذہن مین بوجہ دولت وحکومت کی بےغمی کے نہ آئی کہ جسطرح ہندوؤن کے نزدیک

---

[۵] جلال الدین اکبر امی محض تھا اور ابتدائے تخت نشینی مین بیرسون تک مذہب کا بڑا پابند رہا جب شیخ مُبارک ناگوری کے دو بیٹے فیضی اور ابوالفضل کہ دونون نہایت سیاہ فام تھے اکبر کی خدمت مین پہونچے تو انھون نے اپنی واہی باتون سے پابندی مذہب سے ہٹادیا کیونکہ یہ دونون بھائی دہریہ تھے خدا کی شان تو دیکھیے کہ جب تک یہ لوگ افلاس مین گرفتار رہے مذہب کے مقید رہے دولت مین پہونچتے ہی قید مذہب کو چھوڑ بیٹھے اور اپنے ساتھ امی بادشاہ کو صراط مستقیم سے منحرف کردیا چنانچہ فیضی کے یہ دو شعر جو بادشاہ کی مدح مین کہے ہین اس مطلب پر دلیل ہین ؎

قسمت نگر کہ در خور ہر جوہری عطاست ۔۔۔ آئینہ با سکندر و با اکبر آفتاب

او می کُند معائنہ خود در آئینہ ۔۔۔ این می کند مُشاہدۂ حق در آفتاب

ہندوان اشعار کو اکبر کی آفتاب پرستی پر سند مانتے ہین اور فیضی کی تعریف مین سرگرم ہین یہ روایت سینہ بسینہ چلی آتی ہے کہ شیخ مبارک غلام زادہ تھا ۱۲

عظمت واقبال کے آسمان سے نیچے گرا دیا اور حکومت کی خود مختاری یہاں تک غیروں سے دست ورازی کرائی کہ اُسپر اعتراضوں کے گولے گولیوں کے مینھ کی بوچھار ہونے لگی اور غیر لوگ اُس میں داخل ہو کر رواب گرین گئے جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۵۶ء میں ایک غیر قوم کے قبضے کی کارروائی جاری ہوئی اور ایک اولوالعزم فاتح کی اولاد سگ دھار کی سرا بھٹکنے لگی۔ اوران کمزور اور ضعیف العقل فرماں رواوں نے نہ خود لیے ہی بالوں میں کلہاڑی ماری بلکہ اپنے ساتھ جواں مرد اور صاحب غیرت وحمیت روہیلوں اور بنگشوں کی ریاستوں کو بھی لے ڈوبے۔

گورنمنٹ انگریزی جس کا دارومدار حکومت احکام وعاقبت بینی پر ہے اُس کے بعض عہود وشرائط اودھ کے معاملات میں تم کو ایسے نظر آئینگے جو کہیں بال سے زیادہ کمزور اور کہیں لوہے سے زیادہ مضبوط ہیں۔ لیکن والیان اودھ کے دور حکومت کے گرد پیچ کو تحقیق کی نظر سے دیکھنے کے بعد وہ طرز بمقتضائے وقت ضروری معلوم ہوگی۔ میرے معاصر محکوم ضرور اس امر پر پرسش کرینگے کہ میں نے مسلمان ہو کر کیوں مسلماں حکمران خاندان کا کچا چٹھا لکھا لیکن حقیقت میں قومی ہمدردی اور سچی دلسوزی کا اقتضا یہی ہے کہ جب قوم سے دیدہ ودانستہ بے پروائی وغفلت ہوجائے تو اُسکے اعمال وافعال کو لکھ کر آیندہ نسلوں کی عبرت کے لیے چھوڑ جائیں۔

شاہان مغلیہ اور والیان اودھ کے معاملات پر نظر کرینگے تو پورے طور سے معلوم ہوجائے گا کہ ان خاندانوں نے اسلامی سلطنت کو کیوں معرض خطر میں ڈالا اور کونسی وجہ تھی جس نے تخریب مملکت کے ساماں بہم پہونچا کر اہل اسلام کو جو فاتح ہونے کا فخر رکھتے تھے مفتوح بنا کر آج پستی کی تاریک گھاٹیوں اور تنزل کے انتہائی درجے کو پہونچا یا۔

پریشانی کی تیز ہواؤن سے بجھانے کی کوشش مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کیا لیکن قدرت نے ہمیشہ کی غیر محدود تاریکی سے جس کو فنا کہتے ہین بچایا اور بپابندی قواعد مجربہ عالم گورنمنٹ انگلشیہ کو علم تاریخ کا سرپرست قرار دیا جس کے دامن عاطفت نے چراغ علم کو مخالف ہواؤن کے جھوکون سے محفوظ و مصئون رکھا۔ ہماری گورنمنٹ کے جو کچھ شاہانہ الطاف ہم پر روزانہ مبذول ہوتے ہین اُسکی تشریح و توضیح کی چندان ضرورت نہین کیونکہ ہر اہل علم اُس سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہے۔ غرضکہ علم تاریخ معلومات احوال ماضیہ کے واسطے بہ ضروری ہونے کے علاوہ دانشمندون مین عبرت و آگاہی پیدا کرتا ہے اور حُکّام کا معاملات ملکی مین معاون و مُشیر ہے۔

مسلمان حکمرانان اودھ کی کوئی منقح اور مفصل اور جامع تاریخ اس سے پہلے نہین لکھی گئی انکے جسقدر حالات ہین وہ مختلف کتابون مین ہین اور اُن مین سے بعض کتابین ایسی ہین کہ اُن کے نسخے بہت ہی نادر ہین۔ زبانین اُنکی فارسی ہین اور یہ حالات منضبط اور ایک جگہ نہین بلکہ متفرق طور پر پائے جاتے ہین جنکے تلاش کرنے مین بڑی دردسری ہوتی ہے اس لیے مین نے والیان اودھ کی تاریخ نہایت سچّائی اور نیک نیتی سے لکھی اس حیثیت پر جیسے کہ ایک مورخ کو بلا تعصب و رعایت لکھنا چاہیے۔ ناظرین آپ دیکھینگے کہ سعادت خان برہان الملک نے نہایت جد و جہد کے ساتھ اودھ کے اطراف مین کس قوت و شدت کی فصیل کھینچ دی اور اُمین ایک مضبوط حکومت کو قائم کر دیا اور وہ حکومت جو ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی اور ہر ایک بادشاہی افسر جس ملنے اموال و اراضی مین تصرف کرتا تھا اُسکو ایک ریاست واحد کرکے ایک ہی قوم کے لیے دیدیا کس دل اور کس زبان سے اُنکی اُس قوت کا ذکر کرون جو اُنھون نے اس سرزمین مین حکومت جمانے کے لیے ظاہر کی تھی جسکو اُنکے پچھلے جانشینون نے برباد کرکے رکھدیا اور اُس چمکتے آفتاب کو

شروع کیا جسکا نتیجہ آخری مقتضائے تمدن قیام سلطنت ہوکر تکمیل حل مشکلات عوام ہوا۔ شاہی احکام نے جس اسلوب اور صولت کے ساتھ مہام امور کے سرانجام میں مستعدی کا اظہار کیا۔ وہ قابل دید و شنید ہیں۔ لیکن پیدایش کے پیدایشی اور طفولیت کے اطوار و انتظام جس کو قرن گذر گئے کیونکر تم تک پہونچے یہ پہلو ضرور ایک خاص توجہ کے قابل ہے دنیا میں کوئی انسان ملاقات غیر سے ایسی زندگی بسر نہیں کرسکتا کیونکہ ضروریات دائی حسیر حیات کا دار و مدار ہے باہمی ارتباط کی مضبوط رسی سے جکڑے ہوے ہیں جس کا حسن و قبح کچھ دہی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں جن کو قدرتی تغیرات و تبدلات کے جوتماشا مناظر کے دیکھنے کی عادت ہے۔ موالید ثلثہ میں حیوان اور حیوان میں انسان ہی ایک ایسے پایہ اور طرز و وضع پر مخلوق کیا گیا ہے جو عالم امکان میں خدائی قانون کا زیادہ ذمہ دار ہے گو انکار اس سے بھی نہیں کہ جمادات کے واسطے بھی قدرت نے کوئی قانون و ضابطہ رکھا ہے الا عدم طاقت لسانی اُسکے اظہار کے واسطے سد باب ہے۔ الغرض قطع نظر مذہبی اُصول کے عقلاً بھی بار انسان ہی بہت سی ذمہ داریاں کا مرکز قرار پاتا ہے مگر دنیا میں ایک خاص گروہ انسانی ایسا باعظمت و شان کام اپنے ذمے لیے ہوے ہے جسکا نظیر مشکل سے دستیاب ہوسکتا ہے حضرات یہ گروہ طبقۂ مورخین ہے جنھوں نے خاص ہمدردی کے واسطے اپنی پیاری زندگی کے عزیز وقت کو وقف کردیا ہے اگر طبقۂ مورخین اس مہتم بالشان کام کو پوری توجہ کے ساتھ تکمیل کو نہ پہونچاتا تو کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو اپنی پیدایش سے پچاس برس پہلے کے کسی واقعہ کی بات کچھ واقفیت رکھ سکتا ہرگز نہیں چہ جائے کہ ہم آج اسی باہمت گروہ کی بدولت اپنے سے صدیوں پچھلے واقعات کو چشم دید واقعات کی طرح بیان کرنے میں پس و پیش نہیں کرتے۔ گو زمانے کی کم توجہی نے علی العموم ہر علم اور بالخصوص علم تاریخ کے ساتھ بہت ہی کچھ نازیبا اور ناگوار برتاؤ کیا ہے اُسکے جگمگاتے ہوے اور روشن لیمپ کو

جاتے ہین۔ تمام دُنیا کی مخالفت۔ یونانی فلسفہ۔ موجودہ سائنس۔ سلطنتون کے اُلٹ پھیر۔
اُنکے قوانین اور اُس کتاب کو جو اُنکے ذریعہ سے دُنیا مین آئی ذرا بھی نہ بدل سکے جو پودہ اپنی
زندگی مین اُنھون نے لگایا تھا اور جسکو اُنھون نے اپنے اور اپنے عزیز اقارب کے خون سے
سینچا تھا وہ پودا اب بہت بڑا درخت ہو گیا ہے۔ اُسکی جڑین زمین کے انتہائی حصّے تک
پہونچی ہوئی ہین اور اُسکی شاخون نے دُنیا کے بڑے بڑے حصّے پر سایہ ڈال رکھا ہے
اور خداوند تعالیٰ کی کرورہا مخلوق اُس درخت کے سایہ مین آرام پا رہی ہے۔

مُناجات

اے دو جہان کے خالق! اے مخلوق کے حقیقی پرورش کرنیوالے! ہمین ایمان کی توفیق دے
اور ہماری زندگی عزت کی زندگی بنا اور ہمین برکت عطا فرما تاکہ ہم تیرے دین کے سچّے وارث
بنین اور ہماری بددینی اور ناراستی اور بداعمالی کو معاف فرما۔ تو بڑا مہربان اور کل عالم کا نگہبان
ہے تو ہی سب کو پالتا ہے اور روزی دیتا ہے تو ہی جلاتا اور مارتا ہے تو ہی بناتا اور بگاڑتا ہے
تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔

تمہید تاریخ اودھ

عالم اسباب مین قانون قدرت نے جو کچھ اُصول انسانی مفاد و مضرت کے بارے مین تجویز
کیے وہ مختلف الاقسام ہوئے کہ ماسوا زمانے کے تغیرات کا بھی رنگ لیے ہوئے ہین ابتدائے
آفرینش سے وقتی اقتضا اور شخصی ضرورتون نے جو مجبوریان پیش کین اُسکی درستی اور سہولت
کے قواعد بہم پہونچانے کا مادہ بھی خدا کی عام بخشش نے بعض دماغون مین پیدا کیا جو ابتدائی
حالت مین نہایت مختصر حیثیت سے وقتی اور فوری اجرائے کام کے واسطے کام مین لائے گئے۔
لیکن زمانے کے امتداد اور خواہشون کی کثرت نے اُن ابتدائی قواعد سے نتائج ضروری کا استنباط

تاریخ اودھ

حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت

چمن میں سحر سحر میں گل تر گلِ تر میں ثمر ثمر میں شکر دہن میں دہاں زبان میں بیاں بیان میں حسن حسن میں ادا۔ کسے پیدا کی؟ صنعت کردگار نے۔ قدرت آفریدگار نے۔

هر آن میں ہر ادا میں تو ہے — ہر تان میں ہر صدا میں تو ہے
یتا ہو کہ پھول ہو کہ بلبل — ہر رنگ میں ہر نوا میں تو ہے

کائنات کا ئنات کون ہے؟ وہ ذات مقدس جس کو ذات آفریدگار سے وہ نسبت حاصل ہے جیسا کہ پھول میں بو۔ اور آفتاب میں ضو یعنی فریقتی ہی فاتح قلوب خیر البشر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم جن کے غلاموں کی قدمبوسی کے فخر حاصل ہونے کی تماہاں زمانہ سے آرزو کی ہے۔ مخالفوں کو بھی اس سے چارہ نہیں کہ جب وہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کا ذکر کریں تو حضور انور کا ضرور نام لیں انہی کی وجہ سے آج دنیا توحید پر قائم ہے جس دین کی انھوں نے تلقین فرمائی وہ اب بھی اسی طرح زندہ و توانا ہے۔ وہ سب درود دنیا کے ہر گوشے میں پکارے

اسکو ختم کیے بغیر چھوڑ نہین سکتا۔ بوڑھی دُنیا کے چرتر اگر دیکھنا چاہو تو تاریخ اودھ کا مطالعہ کرو۔

جناب مولانا صاحب زادمکارمکم

بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ مین نے آپکی کتاب تاریخ اودھ شروع سے آخر تک پڑھی کتاب کی عمدگی مین کچھ شک نہین مگر یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ کتاب بہت خراب چھپی ہوئی ہے کاغذ بھی خراب لگا ہوا ہے چنانچہ اکثر پڑھتے پڑھتے طبیعت گھبرانے لگتی ہے اسلیے خاکسار کی خواہش یہ ہے کہ آپ اس تاریخ کو اعلیٰ درجے کے کاغذ پر کسی مشہور پریس مین چھپوائیے تاکہ جسطرح کتاب مضمون کے لحاظ سے اچھی ہے ویسی ہی ظاہری خوبیوں سے مزین ہوجائے اگر قیمت بڑھا دیجائے تو کچھ بار بھی نہ معلوم ہوگا۔ والسلام فقط

سُلطان احمد رئیس سہارنپور

۲۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء

چنانچہ اس حرکو سُن کر احمد شاہ ہندوستانی کے اوسان دُرست ہوئے اور نظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کر جاتا اور اب اُنکی مدد کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ اُس وقت جدید وزارت قائم کرنے کی تجویز درپیش ہوئی؛؛

ن تاریخ کے علاوہ طرز تحریر ہونے سے ظاہر ہے۔

پہلی جلد ۱۹۱ صفحہ دوسری جلد ۲۹۶ صفحہ تیسری جلد ۲۲۴ صفحہ چوتھی جلد ۲۱۴ صفحہ

علاوہ شائقین تاریخ اودھ کے مذاق علمیہ سے بھی یہ تاریخ بہار لُطف دکھلاتی ہے۔

خصوصاً واحد علی شاہ کے حالات از اول تا آخر رنگین ہیں۔

مملکت اودھ کے تعلقات سرکار انگلشیہ کے ساتھ تمام وکمال خوبی ترتیب کے ساتھ مندرج ہیں غرض یہ تاریخ اودھ کی تاریخ میں لاجواب ہے اور قابل دید ہے فقط

ظریف بابت جولائی ۱۹۱۴ء

تنقید تاریخ اودھ جلد اول مصنفہ مولوی محمد نجم الغنی خانصاحب مطبع نیر اعظم میں شائع ہوئی ہے ہمیں صرف پہلی جلد موصول ہوئی ہے قابل مصنف نے اسے خوب سجایا ہے طرز بیان دلچسپ ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ شائقان علم تاریخ اسے ضرور دیکھیں طرز معاشرت و رسم و رواج وقت کا پورا نقشہ کھینچا ہے مصنف کی محنت و قابلیت قابل داد ہے۔ یہ جلد ۱۹۱ صفحوں پر ختم ہوئی ہے۔

ایضاً بابت اکتوبر ۱۹۱۴ء

(تاریخ اودھ جلد دوم) یہ جلد تین سو صفحوں پر ختم ہوئی ہے سعادت خاں بُرہان الملک سے واحد علی شاہ تک کے تمام حالات ایسے دلاویز پیرائے میں لکھے گئے ہیں کہ علم تاریخ کا شائق

مختلف نمونے عروج وزوال کی عبرت انگیز تصویرین عیش وعشرت کا جیتا جاگتا البم نظر آتا ہے جسکو پڑھکر دلپر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے اس کتاب کی چار جلدین ہین جن سے لائق مصنف کی جانفشانی اور کوشش کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اہل ملک کو اس کتاب کی قدر ومنزلت بڑھاکر مصنف کی جانکاہی اور علمی تحقیقات کی داد دینی چاہیے۔

ہفتہ وار پیسہ اخبار ۱۶ جولائی ۱۹۱۴ء

(تاریخ اودھ) اس کتاب کی چار جلدونمین مفصل ومکمل حالات از نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ تا خاتم السلاطین جانعالم واجد علیشاہ تحقیق ومستند واقعات کی بناپر مولوی حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری مؤلف ومصنف کتب متعددہ تاریخ۔ طب۔ صرف۔ نحو۔ دینیات وغیرہ نے مرتب فرمائی ہے اور مطبع مطلع العلوم مرادآباد مین چھپکر شائع ہوگئی۔ یہ تاریخ کمال جامعیت اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس مین اکثر ایسی کتب تاریخ کا اقتباس ہے جو اس وقت کمیاب ہین اور اکثر نظرونسے نہ گذری ہونگی۔ اس سے مؤلف کی محنت کا پتہ ملتا ہے۔ نمونۃً دیکھیے مضمون ذیل صفدر جنگ کو دہلی کی وزارت ملنا۔ احمد شاہ اپنے باپ محمد شاہ کے جانشین ہوے وہ احمد شاہ دُرّانی کی قوت کی دھوم دھام ہونے سے ترسان اور لرزان رہتے تھے اور انھون نے فیروزمندون کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ وحراست مین رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ آصف جاہ نے انکار کردیا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کرو جسکے بعد ہی اُسنے وفات پائی تو بادشاہ نے ناصر جنگ آصف جاہ کے جانشین کو اپنی امداد واعانت کے واسطے اُس فوج سمیت بلایا جو اُس کی سعی وہمت سے فراہم ہوسکتی تھی مگر تھوڑے عرصے مین یہ بات دریافت ہوئی کہ احمد شاہ دُرّانی اپنی قلمرو کے مغربی حصے مین مصروف ومشغول ہے

افغان پشاور مطبوعہ ۱۹ مئی ۱۹۱۴ء

تاریخ اودھ مؤلفہ مولوی حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری کیسی کتاب ہے اسکا اندازہ صرف اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ مؤلف نے تقریباً ایک سو کتابوں کے مطالعہ کے بعد یہ کتاب مرتب کی ہے اور ہر واقعہ پر تفصیلی نظر ڈالی ہے یہ کتاب اپنے صحت پر مفصل اور صحیح ہے اور ایسی جامع کتاب آجتک نہیں چھپی ہے۔

کشمیری میگزین ۲۱ مئی ۱۹۱۴ میں لکھتا ہے

(تاریخ اودھ جلد دوم) یہ تاریخ عبرت کا ایک بیش قیمت مرقع ہے سلطنت اودھ جو ہندوستان میں مسلمانوں کی آخری خودمختار حکومت تھی کس طرح تباہ و برباد ہوگئی۔ شاہان اودھ میں عیوب و نقائص کس طرح پیدا ہوئے۔ ڈوم اور بھڑوے لوگ کس طرح شاہی مقربین میں داخل ہوگئے اور آخر سلطنت کو لے ڈوبے یہ سب حالات نہایت عبرت بخش اور سبق آموز ہیں ایک خادمہ کے لڑکے کا تخت سلطنت پر بیٹھنا اور چار ماہ تک حکومت کرنا اور آخر اصلیت ظاہر ہونے پر گورنر جنرل سرجان شور کے حکم سے اُس کا معزول ہونا اور حق حقدار کو ملنا یہ تمام واقعات نہایت سبق آموز ہیں۔

رسالہ شوق بابت مئی ۱۹۱۴ء

(ریویو تاریخ اودھ) مُلک میں تاریخی مذاق ترقی کررہا ہے اور لائق مصنفین کی کوشش نے قابل قدر ذخیرہ مہیا کردیا۔ اس وقت تک ہماری زبان میں اودھ کی کوئی مفصل تاریخ نہ تھی مگر جناب مولانا حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری نے تاریخ اودھ کو اُردو کا لباس پہناکر اور نواب سعادت خاں برہان الملک سے لیکر آخری فرمانروائے واجد علیشاہ تک کے حالات لکھ کر لٹریچر پر بڑا بھاری احسان کیا ہے۔ اس تاریخ میں اُمرا کی طرز زندگی کے

وجانفشانی کی ہے اور اپنی اعلیٰ مذاقی اور وسیع دقیقہ سنجی کے باعث وہ کامیاب بھی ہوئے ہین تاریخ اودھ کا کام آسان نہین ہے کیونکہ حصول معلومات کا کوئی وسیع ذریعہ موجود نہین ہے مگر لائق مصنف نے متعدد ذرائع سے کام لیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اِس کتاب کے لیے وہ برسون چھان بین کرتے رہے ہین۔ طرز بیان نہایت عمدہ اور ترتیب واقعات کا مذاق بہت شائستہ ہے اور جو صفات ایک بے لاگ مورخ مین ہونی چاہیین وہ لائق مصنف مین موجود ہین۔ تاریخ اودھ کی بڑی خوبی اور گویا اُس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آدمی پڑھتے پڑھتے ایک نتیجہ پر پہونچتا ہے۔ لائق مصنف نے کوئی پیچیدگی نہین رکھی ہے ہم یقین کرتے ہین کہ ملک مین اِس گران قدر تصنیف کی قدر کی جائے گی اور لائق مصنف کو اُنکی کوششونکا ثمرہ ملیگا۔

رسالۂ رہنماے تعلیم لاہور بابت اپریل ۱۹۱۴ء

(تاریخ اودھ) جناب مولانا حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری کا نام نامی مصنفین زمانۂ حال مین ایک معزز رتبہ رکھتا ہے یہ کتاب بھی آپکی ہی تصنیف سے ہے جس مین نوابان اودھ کے حالات نواب سعادت خان بُرہان الملک بانی سلطنت اودھ سے لیکر خاتم السلاطین جانعالم واجد علی شاہ تک نہایت تحقیق و تدقیق سے درج کیے گئے ہین جن اصحاب کو کبھی تاریخی کتب لکھنے اور تصنیف کرنے کا موقع ملا ہے وہ بخوبی جانتے ہین کہ تاریخ نویسی کیسا مشکل کام ہے پس ہم مولوی صاحب کے بہت مشکور ہین کہ انھون نے یہ ضروری تاریخ تیّار کرکے ہندوستان پر عموماً اور مسلمانون پر بالخصوص احسان عظیم کیا ہے اُمید ہے کہ جُملہ مدرسین اور طلباے تاریخ اِس سے استفادہ حاصل کرینگے۔

انقلابی لہرین زمانے کے اُتار چڑھاؤ اور خزاں کے بعد بہار مٹنے مرنے کی داستانیں
تاریخ اودھ ہی مین پائی جاتی ہین۔ تاریخ اودھ چار حصص مین منقسم ہے۔

کانپور گزٹ ۲۳ اپریل ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے

تاریخ اودھ چار حصوں مین منقسم ہے۔ اودھ کے فرماں رواؤں کے مکمل مستند حالات
ایک دلچسپ پیرایے مین اس کتاب مین درج کیے گئے ہیں جن سے بڑے بڑے حیرت انگیز
واقعات کا انکشاف ہوتا ہے۔ نواب سعادت خاں صاحب برہان الملک بانی سلطنت اودھ
کی زندگی کا فوٹو و مشہور جانعالم واجد علی شاہ کے دوران حکومت کے دلچسپ و پراسرار
واقعات کا نظارہ جن اصحاب کو دیکھنا ہو وہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرماویں ہمیں
شبہ نہیں کہ اس کتاب کو مطالعہ کرنے والے اصحاب بے اختیار کہہ اٹھینگے۔ ؎

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا | بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا | مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

طبیب دہلی ۲۳ اپریل ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے

تاریخ اودھ مرتبہ مولانا حکیم محمد نجم الغنی صاحب رامپوری میں نواب سعادت خاں
برہان الملک بانی سلطنت اودھ سے لیکر نواب واجد علی شاہ تک کے حالات بہ تفصیل
بیاں کیے گئے ہیں تاریخی واقعات سے دلچسپی رکھنے والے اس کتاب میں بازدیاد معلومات کا
خاصہ ذخیرہ پائینگے اکثر جگہ ماخذ کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔

مخبر دکن مدراس ۲۹ اپریل ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے

تاریخ اودھ مولانا حکیم محمد نجم الغنی صاحب نے تصنیف فرمائی ہے جو چار جلدوں میں
ختم ہوئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ لائق مصنف نے اس کتاب کے لیے بڑی محنت

مگر گانوں ویران اور تباہ تھے۔ مگر ہمین اتفاقاً جتنے گانوں ملے سب ایسے ہی ملے کہ
اُن دنوں نہایت آباد اور بارونق تھے اور اب حد سے زیادہ ویران وخراب ہین لکھنؤ مین
بے شک وہ تمام عیوب پیدا ہو گئے تھے جو عیش پرستی کی وجہ سے دُنیا کے ہر مشہور شہر مین
پیدا ہو جایا کیے ہین لیکن لکھنؤ ہی نے ایک ایسا شایستہ تمدن پیدا کر دیا تھا اور ایسی
نکھری سوسائٹی نمایان کر دی تھی جسنے لکھنؤ کو ہندوستان کا پیرس مشہور کیا تھا اور جس
کی یاد مدتوں نہین بھُولے گی اِس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ایشیائی تہذیب کا آخری گہوارہ
لکھنؤ کا گم شدہ دربار تھا اور اِس گہوارے مین پڑ کے ہماری اعلیٰ تہذیب ایسی موت کی نیند سوئی
کہ قیامت تک نہ جاگے گی اور افسوس تو یہ ہے کہ اپنی ذاتی تہذیب کھو کے ہم کسی دوسری
تہذیب کے چاہے نقال بن جائین مگر مالک قیامت تک نہ بن سکینگے۔ تاہم ہمین اعتراف ہے
کہ مصنف صاحب نے یہ تاریخ بڑی قابلیت اور تکمیل کے ساتھ لکھی ہے جسکے لیے ہم اُنکے نہایت
شکر گذار ہین لیکن آخر مین معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف صاحب لکھتے لکھتے اُکتا گئے تھے اور
اِسکے درپے تھے کہ اس بلا کو کسی طرح ٹالین چنانچہ پچھلی جلد جسمین بہت زیادہ واقعات ہونا چاہیے
تھے صرف ۱۴۴ صفحون مین ختم ہو گئی ہے محمد علی شاہ۔ امجد علی شاہ۔ اور واجد علیشاہ کے
حالات کے تشنہ رہنے کے علاوہ مرزا برجیس قدر اور غدر کے حالات ناگوار اختصار
کے ساتھ ٹال دیے گئے ہین۔

اخبار عام لاہور ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے

تاریخ اودھ کیا ہے بڑے بڑے حیرت انگیز واقعات کا بعینہ انکشاف ہے نواب
سعادت خان صاحب برہان الملک بانی سلطنت اودھ کی زندگی کا اصلی فوٹو خاتم السلاطین
جانعالم واجد علی شاہ کی تحقیق ومستند واقعات دیکھنا چاہو تو تاریخ اودھ کا مطالعہ کرو

جسمیں محمد علیشاہ کی تخت نشینی سے آخر انتزاع سلطنت تک کے واقعات ہیں قابل مصنف کا مذاق تاریخ سچا اور اچھا ہے طرز بیان عمدہ پیچیدہ واقعات کے سلجھانے اور صاف کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس تصنیف کے لیے انھوں نے پوری وسیع النظری پیدا کی ہے۔ قریب قریب اودھ کی تمام تاریخوں پر نظر ڈالی ہے اور جو کام کیا ہے اچھی طرح تیار ہو کے کیا ہے حکومت اودھ اور خوانین روہیلکھنڈ کے درمیان میں جو افسوسناک واقعات پیش آئے اُس میں مصنف حکومت اودھ ہی کو ملزم ٹھہراتے ہیں اور اسمیں ذرا شک نہیں کہ اُس عہد کے دیکھتے حکمراں اودھ کی یہ ایسی بڑی پولیٹیکل غلطی تھی جو قابل معافی نہیں۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے زوال کے زمانے میں معافی کے قابل کونسا کام کیا تھا جو اسکو کہا جائے؟ اس داستان حسرت کے ہر ہر ٹکڑے کو سوا اِسکے کہ "ستدی" کہہ کہکے اپنے آپ کو سمجھائیں اور کس طرح اپنے دلکو تسلی دے سکتے ہیں۔

اس تاریخ میں حکمرانان اودھ کی بُری تصویر دکھائی گئی ہے جسمیں اُن ریورٹوں نے بڑی مدد دی ہے جو لکھنؤ کے رزیڈنٹ تیار اور مرتب کر کے بھیجا کرتے تھے مگر ہم مصنف سے عرض کرتے ہیں ع

"عیب او جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو"

انھیں بدنام فرمارواؤں کے ہاتھوں نے بہت سے اچھے کام بھی کیے ہیں۔ حکومت اودھ کی قلمرو میں اُن دنوں اگرچہ مظلوم تھے جن کے حالات دُنیا کے سامنے پیش کر دیے گئے ہیں تو اُسی حدود میں اُن دنوں مرفہ الحالی بھی ایسی تھی کہ پھر کبھی نصیب ہو گی؟ انگریز ریورٹوں اور مورخوں کا یہ عام مقولہ ہے کہ شہر والے گلچھڑے اُڑا رہے تھے

زندگی کے لحاظ سے بھی اُسکے واقعات نہایت کیک ہین۔ چوتھی جلد مین مرزا محمد علیخان امجد علی شاہ۔ اور واجد علی شاہ کے حالات ہین اور خصوصیت کے ساتھ واجد علیشاہ کے حالات بھی قابل دید ہین۔ محقق مؤلف نے اس عیش پرست بادشاہ کے حالات ایک ایک کرکے نہایت تفصیل سے لکھے ہین اور کوئی چھوٹا سا چھوٹا واقعہ بھی نہین چھوڑا ہے۔ عجیب پُرلطف حالات ہین۔ اس تاریخ مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ طرز بیان ایسا دلکش و پسندیدہ ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد چھوڑنے کو جی نہین چاہتا۔

دلگداز فروری ۱۹۱۴ء مین جناب مولوی عبد الحلیم صاحب شرر تحریر فرماتے ہین

(تاریخ اودھ) مولانا حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری نے یہ تاریخ بڑی محنت جستجو اور قابلیت سے تصنیف فرمائی ہے اور ہمارے قدیم کرم فرما مالک اخبار نیر اعظم مراد آباد نے اسے شائع کیا ہے یہ بیش بہا کتاب چار جلدون مین ختم ہوئی ہے پہلی جلد ۱۹۰ صفحون پر ہے جس مین آغاز سے آخر عہد نواب صفدر جنگ تک کے حالات ہین۔ دوسری جلد ۲۹۶ صفحون پر ختم ہوئی ہے جس مین نواب شجاع الدولہ بہادر کی مسند نشینی سے نواب وزیر علی خان کے معزول اور خارج کیے جانے تک کے حالات تیسری جلد ۲۲۴ صفحون مین تکمیل کو پہونچی ہے اور اس مین نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے مُنّا جان ابن نصیر الدین حیدر کے معزول اور چنار گڑھ بھیجے جانے تک کے واقعات ہین اور چوتھی جلد ۱۲۴ صفحون مین پوری ہوگئی ہے

ان کو قبول کرتے کرتے اس قدر اُن کے مطیع ہوے کہ بہت سا علاقہ اور روپیہ اُنکو دیکر اپنا مددگار خصوصی بنا لیا۔ انگریز ابتدا میں ملک گیری کی خواہش نہ رکھتے تھے لیکن شجاع الدولہ کی سخت گیری و حکمت عملی نے اُنھیں یہ سبق پڑھایا اور وہ بھی مملکت ہند کے حصص پر قبضہ کرنے کی فکر میں لگ گئے شجاع الدولہ سے انگریزون کے جو تعلقات رہے ہین اُنپر تاریخ مین تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ نجیب آباد۔ بریلی اور رامپور مین شجاع الدولہ کے مظالم کی عبرتناک تصویر بھی نہایت اچھی طرح دکھائی گئی ہے شجاع الدولہ و آصف الدولہ سے انگریزوں کے عاہدوں پر بحث و تنقید کی گئی ہے اور اس موقع کی تمام روایات صدق و کذب کی حربی سے تحقیقات کی گئی ہے۔ اس جلد میں روہیلکھنڈ کی تاریخ اور دردناک مناظر ظلم و ستم دیکھنے کے قابل ہین میرا خیال ہے کہ مؤلف نے کوئی بات بیان کرنے سے چھوڑی نہین اور کوئی واقعہ ایسا نہین رہا جو بیان مین نہ آگیا ہو۔ تیسری جلد مین نواب سعادت علی خاں۔ غازی الدین حیدر خان۔ نصیر الدین حیدر خاں۔ رفیع الدین حیدر کے زمانے کے واقعات ہیں۔ نواب سعادت علی خاں کے زمانے میں زیادہ تر انگریزی مداخلت اور معاہدوں کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ غازی الدین کے حالات بھی تمام و کمال دکھلائے گئے ہین جو زیادہ تر ذاتی زندگی سے متعلق ہیں کیونکہ اُن کے زمانے میں حکومت کا نظام بالکل غیروں کی رائے پر تھا اور لوگ انھیں اپنے نفع کے لیے عیش و عشرت میں مبتلا کیے ہوے تھے۔ نصیر الدین حیدر کی مذہبی زندگی کے واقعات دیکھنے کے لائق ہیں۔ یہ شخص غم شہداے کربلا مین عجیب و غریب مصارف اور طرح طرح کے کھیل تماشے کرتا تھا۔ آئمہ اطہار کے لیے اچھوتیاں بناتا اور خود تعزیہ اُٹھاتا اور مرثیہ پڑھتا تھا ذاتی

کم و بیش تمام واقعات کی ایک مستند تاریخ بھی اس مین شامل ہوگئی ہے اس تاریخ مین یہ خوبی ہے کہ جن واقعات کا تعلق براہ راست دوسرے مقامات سے ہے اُن کا سلسلہ بھی خوبی سے قائم رکھا ہے چنانچہ حکومت دہلی کے وہ تمام واقعات تفصیل کے ساتھ اس مین ذکر کیے گئے ہین جو حکومت دہلی کو صفدرجنگ وغیرہ نوابان اودھ کی وزارت کے متعلق پیش آئے ہین۔ اس سلسلے مین احمد شاہ ابدالی کا دہلی پر حملہ کرنا اور نادر شاہ وغیرہ کی جنگین سب تفصیل کے ساتھ نظر آتی ہین۔ اسی طرح مرہٹون کی تاخت وتاراج کے تمام واقعات مکمل طور پر موجود ہین۔ پہلی جلد مین برہان الملک اور صفدرجنگ کے زمانے کے وہ تمام حالات ہین جو اودھ۔ روہیلکھنڈ اور دہلی مین سیاسی وانتظامی سلسلے مین پیش آئے جن کا تعلق براہ راست نوابان اودھ سے ہے۔ دوسری جلد مین شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کی زندگی کے واقعات مذکور ہین۔ شجاع الدولہ نوابان اودھ مین بہت زیادہ سخت گیر اور ظالم مانا گیا ہے۔ چنانچہ واقعات اسکی کافی شہادت ہین۔ شجاع الدولہ نے جہان اپنی زندگی مین سلطنت اودھ کے رقبے کو ظلم وستم اختیار کر کے وسعت دی وہان سلطنت کو اس قدر کمزور بھی بنا لیا کہ پھر اُسکو تقویت حاصل نہو سکی اس موضوع پر تاریخ اودھ مین نہایت خوبی سے واقعات کو فراہم کیا گیا ہے۔ روہیلون کا استیصال نواب شجاع الدولہ ہی کے عہد مین ہوا۔ رام پور بریلی اور نجیب آباد وغیرہ کی ریاستین شجاع الدولہ ہی کا شکار ہوئین۔ اور ان علاقون کے حصول مین شجاع الدولہ نے جن مظالم کو روا رکھا ہے انکا تصور ہی جسم پر لرزہ پیدا کرتا ہے۔ شاہ عالم شاہ دہلی کی ذلت شجاع الدولہ کے ہاتھون عمل مین آئی۔ انگریزون سے چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی اور پھر بتدریج انگریزون کے

رعایا دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہی تھی اور ہر شخص بجائے خویش خود مختار
و آزاد تھا غرض بلحاظ واقعات تاریخ اودھ ہندوستان کی تاریخ کا ایک نہایت
دلچسپ و سبق آموز حصہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک اُردو زبان میں
اودھ کی کوئی ایسی جامع و مستقل تاریخ تیار نہیں ہوئی جو تمام واقعات کو تفصیل
کے ساتھ بیان کرنے اور نقد روایات و واقعات میں کوشش کرنیکے علاوہ طرز بیان میں
کسی لحاظ سے دلچسپی سے خالی ہو۔

ہم مشکور ہیں جناب مولانا نجم الغنی خانصاحب رامپوری کے کہ انھوں نے اس
ضرورت کو خاص طور پر محسوس کیا اور عرصۂ دراز کی محنت کے بعد تاریخ اودھ کا ایک
ایسا مجموعہ تیار کیا جو حقیقت میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک نہایت کار آمد و
مفید شَے ہے۔ یہ ضخیم کتاب تاریخ چار جلدوں میں ترتیب دی گئی ہے جسکا مجموعی حجم
تقریباً پونے نوسو صفحات ہیں۔ پہلی جلد میں مصنف کی ہاف ٹون تصویر بھی لگائی گئی ہے
مصنف نے تمہید کے بعد برہان الملک نواب سعادت خاں بانی سلطنت اودھ کا
نسب نامہ اُنکے خاندان کے تفصیلی حالات اور ہندوستان میں اُن کے آنیکا پورا واقعہ
لکھا ہے۔ اسکے بعد ہندوستان میں برہان الملک کی مختلف خدمات کا تذکرہ وضاحت
سے کیا گیا ہے اور وہ تمام واقعات جو برہان الملک کو ابتدائے سلسلۂ ملازمت شاہی
سے لیکر آخر عہد تک پیش آئے اور جو کارنمایاں انجام دیے سب تحقیقات اور خوبی سے
جمع کیے گئے ہیں۔ برہان الملک کے بعد صفدر جنگ کی زندگی پر پوری نظر ڈالی گئی ہے
روہیلوں سے صفدر جنگ کی کش مکش اور نواب قائم خاں والی فرخ آباد سے
معرکہ آرائیاں اس قدر تفصیل سے دکھائی گئی ہیں کہ روہیلکھنڈ اور فرخ آباد کے

تذکرے سے شروع کرکے صفدر جنگ کے حالات تک تاریخ اودھ کی پہلی جلد جناب مولانا مولوی حکیم نجم الغنی خانصاحب رامپوری مدرس اعلی مہارانا ہائی اسکول اودیپور نے مستند کتب تواریخی سے ماخوذ کرکے تالیف کی ہے یہ کتاب قابل دید ہے۔کتاب عمدہ ہے"

تھوڑا سا دوسری جلد کے متعلق لکھ کر تیسری جلد کے متعلق ۱۹ جولائی سنہ مذکور کو لکھا ہے کہ:۔

اس مین نواب سعادت علیخان و نواب غازی الدین حیدر خان کے تمام حالات جلوس سے انتقال تک درج ہین اور نواب غازی الدین حیدر کے بادشاہ بننے اور شاہ زمن لقب اختیار کرنے اور اُنکے وزرا کی چالاکیون اور سلطنت کی بدنظمیونکا حال شاہ نصیر الدین حیدر کی تخت نشینی اور اُن کا زنانہ پن مرثیہ گوئی کی کیفیت اور زچہ بننے کا عجیب حال۔بادشاہ کی بیگمات کا حال وخزانہ کا برباد ہونا اسراف کے بدنتیجے بدانتظامی مُلک کی بابت سرکار کمپنی کا سمجھانا اور مداخلت کرنا نواب نصیر الدین حیدر کے انتقال تک کی تمام باتین مندرج ہین اس تاریخ کے مطالعہ سے عجیب عجیب حالات حکمرانان اودھ کے معلوم ہوتے ہین۔

"اخبار مدینہ بجنور یکم مارچ سنہ ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے"

اودھ کو برطانیہ کے قبضۂ ہندوستان سے پہلے ہندوستان مین جو اقتدار حاصل رہا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہین ہے اودھ کی حکومت اگرچہ نوابی کہلاتی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بجائے خویش ایک شاہی تھی اور جو بات بادشاہون کو اپنی حکومت مین حاصل نہو سکی وہ اودھ کو نوابی مین حاصل تھی اور وہی ہندوستان مین ایک ایسا مقام تھا کہ اگر ایک وقت اُسکی حکومت میدان جنگ بنی ہوئی تھی اور رعایا متواتر ظلم وستم اور جنگون سے تنگ آگئی تھی تو ایک زمانہ مین اُسکی بزم نشاط و تفریح سے

اقتدار کا آغاز اور ریشہ دوانیاں مسلمانوں کی باہمی نااتفاقیاں خودغرضیاں اور شاہی اور دربار دہلی کی کمزوری کے عجیب عبرتناک سبق آموز سین ہیں۔

"وطن لاہور ۱۳ فروری ۱۹۱۴ء میں لکھتا ہے"

مولوی محمد نجم الغنی خانصاحب اعلیٰ مدرس فارسی مہاراجا ہائی اسکول ریاست اودیپور نے جو بہت سی مختلف علوم کی کتابوں کے مولف ہیں اس کتاب میں نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ کے حالات سے لیکر خاقان عالم واجد علی شاہ آخری سلطان اودھ کے عہد تک کے جملہ حالات تحقیق و روایت کے ساتھ درج کیے ہیں اور کوئی قابل ذکر واقعہ چھوڑا نہیں ہے قابل دید کتاب ہے۔

وکیل امرتسر ۱۴ فروری و ۳۰ مئی و ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں لکھتا ہے

(تاریخ اودھ) مولوی حکیم نجم الغنی خانصاحب مدرس اعلیٰ مہاراجا ہائی اسکول اودیپور نے بعض مستند کتب تاریخ کی مدد سے یہ دلچسپ اور مدلل کتاب مرتب کی ہے

(ایضاً) اس کتاب میں نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ سے لیکر خاقان عالم واجد علی شاہ تک کے تمام حالات و واقعات نہایت تحقیق و تدقیق سے دلچسپ پیرائے میں تحریر کیے گئے ہیں مولوی حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری نے یہ اعلیٰ تالیف شائع کر کے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

(ایضاً) اسکے مؤلف مولوی حکیم نجم الغنی خانصاحب رام پوری نے اول سے آخر تک صحیح واقعات کی فراہمی میں قابل داد کوششوں سے کام لیا ہے۔

سول اینڈ ملیٹری نیوز لدھیانہ

(۲۳ فروری ۱۹۱۴ء) حکمراں لکھنؤ کے حالات میں برہان الملک نواب سعادت علیخاں کے

مدد لیکر اسکو نہایت قابلیت کے ساتھ روایتون کے باہم فرق دکھلا کر تالیف کیا ہے شروع مین لائق مصنف کی تصویر بھی ہے۔ چونکہ یہ جلد اوّل ہے اسلیے اس مین نواب سعادت خان برہان الملک سے لیکر مرزا مقیم مخاطب بہ نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ تک کی زندگی کے حالات کے ساتھ دربار دہلی مین سادات بارہہ کا قابو اُن کا عروج و انحطاط۔ خاندان بنگبش کے انقلابات مرہٹون کے کارنامے دلی مین نادر شاہی روہیلون کے سوانح احمد شاہ ابدالی کی آمد کے حالات بھی درج ہین گویا ۱۱۳۱ ہجری سے ۱۱۶۷ ہجری تک کے تمام واقعات اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ دربار کی مفصل سازشین ارکان دولت اور وزراء کا نفاق باہمی جنگ اور صعوبتین غیرون سے امداد اور انکی قوت سلطنت کی بربادیان کُشت وخون دغا اور فریب نمک حلالی اور کورنمکی بیدردی تباہی خود غرضی اور زرکشی کے سین ایسی اچھّی ترتیب اور سلسلے سے دکھلائے گئے ہین جس سے مؤلف کی داد دینا پڑتی ہے امید ہے کہ اسکی آیندہ جلدین اور بھی دلچسپ ہونگی۔

"الخلیل بجنور یکم مارچ ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے"

(تاریخ اودھ حصۂ دوم) ہمنے ایک گذشتہ پرچۂ الخلیل مین تاریخ اودھ کے حصۂ اوّل کا ریویو کیا تھا کہ قابل مصنّف نے کثیر التعداد کتب تواریخ وغیرہ کی مدد سے نہایت عرقریزی کے ساتھ اسکو تالیف کیا ہے یہ اُسی کا دوسرا حصہ ۳۰۰ صفحہ کا ہے نواب شجاع الدولہ کی مسند نشینی سے نواب آصف الدولہ کے عہد حکومت اور نواب وزیر علی خان کے عزل و نصب تک کا حال ہے اور نہایت دلچسپ ہے اور نہ صرف اس صوبہ بلکہ دہلی۔ لکھنؤ۔ الہ آباد۔ بنگالہ کی اُس وقت کی پالٹیکس کا تمام نقشہ سامنے آجاتا ہے انگریزون کے

تاریخ اودھ کے

پہلے ایڈیشن پر انشاپردازون کی رائین

اخبار ہمدرد دہلی ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء کی اشاعت مین لکھتا ہے

یہ کتاب مولانا حکیم نجم الغنی خانصاحب رامپوری مدرس اعلیٰ مہارانا ہائی اسکول اودیپور نے بعض مستند تواریخی کتابوں کی مدد سے مرتب کی ہے اور بہت تفصیل کے ساتھ ہر واقعہ کا حال دیا ہے۔ کتاب مذکور ۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔

"دربار لاہور ۳ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے"

یہ ایک پرُ زور واقعات کی دلچسپ کتاب ہے جس میں ملک سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ سے تا جانعالم واحد علی شاہ کے متعلق تمام تحقیقی اور مستند واقعات دیے گئے ہین مصنف نے واقعی اس کتاب کے مرتب کرنے میں کافی غور و خوض سے کام لیا ہے

"الخلیل بجنور ۸ فروری سنہ ۱۹۱۴ء مین لکھتا ہے"

تاریخ اودھ کی یہ پہلی جلد ہے جو ۱۹۰ صفحات کی ضخامت رکھتی ہے جناب مولانا حکیم نجم الغنی خانصاحب رامپوری نے اسی سے زیادہ کتب تواریخ و رسالجات وغیرہ سے

ضرور کلام تھا۔ ؎

تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیز ہا

فی زمانناً نواب مرزا خان داغ کے معتقد بھی جہان حسب نسب کا ذکر آتا ہے تو گول ہو جاتے ہین۔

چنانچہ ابو الفضل نے آئین اکبری کے خاتمے مین اپنے خاندان کی بابت کچھ لکھا ہے۔مگر وہ بھی دبی زبان سے۔اپنا وطن یمن بتایا ہے۔نوین صدی مین علاقۂ سندھ کے قصبۂ ریل مین آکے اور پھر وہان سے ناگور مین آکر سکونت اختیار کی۔شیخ موسیٰ و شیخ خضر کو دادا پردادا لکھا ہے۔مگر باپ کا نام ظاہر نہین ہوتا کہ کیا تھا وغیرہ وغیرہ ۱۲

مضمون متعلق حاشیہ صفحہ ۶ حصہ اول تاریخ اودھ

یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ یہ روایت سینہ بسینہ چلی آتی ہے کہ شیخ مبارک غلام زادہ تھا۔

ابوالفضل کی زندگی کے واقعات سے بھی اس پر اشارہ ہوتا ہے۔

(۱)۔ خافی خان کہتا ہے کہ لوگوں کو ان کے نسب مین کچھ طعن تھا۔

(۲)۔ ابوالفضل اور فیضی کے ایک خط کے جواب میں شیخ مبارک نے لوگوں کی باتوں کو دھونا چاہا ہے اور انھیں تسلی دی ہے۔

با بابے من " از صلاے این عہد کہ ہمہ جو فروش وگندم نما اند ودیں را بہ دنیا فروختہ تہمت آن بر ما بستہ اند۔ از گفتۂ آنہا نباید رنجید۔ وار انکہ از طرف نجابت ما گفتگو دارند دل پر تشویش نباید نمود۔ در زمانے کہ والد من تفویض ودیعت حیات نمود من بہ تمیز نہ رسیدہ بودم۔ والدۂ من مرا در سایۂ عواطف یکی از سادات دوی الاحترام در کمال عسرت پرورش می داد و در تربیت من از طرف درس علمی و دیگر تادیب کمال سعی بکار می برد۔ از انکہ پدرم مرا حسب فرمودۂ بزرگی موسوم بہ مبارک ساختہ بود روزے یکے از ہمسایہ ہای حسد پیشہ آن سید والا نژاد کہ غم خواری و تیمار داری مسکینان می نمود مادرم را بکلمات درشت رنجانیدہ مرا بعدم نجابت مطعون نمود۔ والدہ ام گریہ کنان نزد آن سید والا مقام کہ از نسب و حسب پدرم اطلاع داشت رفتہ نالش تعدی او نمود و آن سید اورا زجر و توبیخ تمام نمود۔

آگے اور مضمون ہے۔ غرضکہ لوگوں کو اسوقت اُن کے نجیب الطرفین ہونے مین

No. $\frac{703}{\text{XII-181}}$ of 1910

MISCELLANEOUS DEPARTMENT

Dated Naini Tal the 14th May 1910

Office Memorandum.

In continuation of office memo No 9 III 528, dated the 11th January 1910, the undersigned is directed to inform Munshi Muhammad Najm ul Ghani, that the Government of the United Provinces will be glad to purchase one copy of the book entitled "History of the Rohilla Pathans' and fourteen copies of the book, entitled "History of Lucknow' Part I, on condition that certain misprints which appear in them are corrected The bill for the books should be sent to the Under Secretary to Government in the Miscellaneous Department for payment

REGISTRAR

or Under Secretary to Government,

United Provinces

M MUHAMMAD NAJM UL-GHANI,

HEAD MOULVI, MAHARANA'S HIGH SCHOOL,

Udaipur

No 9/III-528

General Administration Department

Dated Allahabad, the 4th January 1910

Office Memorandum.

The undersigned is directed to acknowledge with thanks the receipt f the two books in Vernacular, entitled "The History of the Rohilla Pathans" and "the History of Lucknow" P I compiled by him

Under Secretary to Government,

United Provinces

To

M. MUHAMMAD NAJM-UL-GHANI,

Head Moulvi, Maharana's High School,

Udaipur